رموزِ الٰہیات
پروفیسر احمد رفیق اختر

رموزِ الٰہیات

پروفیسر احمد رفیق اختر
(تالیف: سید انجم محمود گیلانی)

297.4 Ahmad Rafiq Akhtar, Prof.
Rumooz-e Illahiat/ Prof. Ahmad Rafiq Akhtar.-Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2017.
262pp.
1. Islam - Sufism. I. Title.

2017ء
افضال احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور
سے شائع کی۔

انتساب

اللہ کو ماننے اور اس کے احکامات کی تسلیم میں کوئی ایسی پیچیدگی تو نہ تھی۔ مگر اتنے الٰہیاتی مراکز پیچ میں تخلیق ہو گئے ہیں کہ ایک سیدھا اور آسان رستہ چیستان بن گیا ہے۔ یہ بنیادی فکری المیہ ہے کہ ان پیچیدگیوں میں ہم تسلیم و رضا کھو بیٹھے ہیں۔ اللہ نے کتاب عطا فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں پڑھایا۔ جس جماعت نے پڑھا اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ کیا اصحابِ رسولؐ کا راستہ کھو گیا ہے کہ ہم پگڈنڈیوں میں سرگرداں ہیں؟ کیا اس راستے کی تلاش میں فکری مغالطوں سے نجات پانے کا طریقہ واپس پلٹنا نہیں؟

یہ کوشش بھی اسی شاہراہ کی تلاش کے لیے ہے جو علاماتِ حقیقتِ اُولیٰ کو آسان کر دیتی ہے۔

نگارِ تسلسل

سب سے جدا سب کا رفیق 7

دیباچہ 17

رات حاضر تھا درِ سیدِ ہجویرؒ پہ مَیں

لیکچر 19

سوالات وجوابات 34

تصوف: حقیقت اور مروّجہ نظریات

لیکچر 50

سوالات وجوابات 89

علاماتِ حقیقتِ اُولیٰ

لیکچر 122

سوالات وجوابات 142

توبہ

لیکچر 165

سوالات وجوابات 187

زمان ومکاں کی حقیقت
لیکچر 202
سوالات وجوابات 220
جدید دنیا میں خدا کا تصور
لیکچر 231
سوالات وجوابات 251

سب سے جدا سب کا رفیق

حیرت کا ایک جہان ہے' بے حد و بے کنار۔ زر و جواہر کی ایک کان' جگمگاتی اور ششدر کرتی ہوئی۔ اپنی نہیں' درویش اللہ کی طرف بلاتا ہے...... اور اللہ کے جہان کی کوئی آخری حد کیسے ہو سکتی ہے؟

الجبرا کے بانی الخوارزمی نے انسان کے بارے میں یہ کہا تھا: اگر وہ صاحبِ اخلاق ہے تو اسے 1 نمبر دے دو۔ جمال ہے تو ساتھ ایک صفر لگاؤ' 10 ہو جائے گا۔ دولت بھی ہو تو ایک صفر اور' یعنی 100۔ حسب و نسب بھی ہو تو مزید ایک صفر' 1000۔ اخلاق سے محروم ہو جائے تو صفر ہی باقی رہ جائیں گے۔

پروفیسر احمد رفیق اختر ایک صوفی' دوسروں سے کس طرح مختلف ہیں؟ وہ حسنِ اخلاق کی دولت' جمال اور حسب و نسب رکھتے ہیں۔ نگاہ بلند' سخن دل نواز' جاں پرسوز' اقبالؒ نے کہا تھا اور دمِ آخر کہا تھا: ایک دانائے راز اور آئے گا۔ میرا خیال غالبؔ کی طرح' ان کا زمانہ ابھی پوری طرح طلوع نہیں ہوا' جس کا ایک شعر انہیں بہت پسند ہے ؎

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

کتاب ان کی باقی رہے گی۔ اقبالؒ کے برعکس' جن کے عہد میں یہ اہتمام ممکن نہ تھا' آواز بھی اور پوری کی پوری۔ قرآنِ کریم ارشاد کرتا ہے کہ آدم زاد کے لیے نفع بخش ہو' باقی رہتی ہے۔

پروفیسر صاحب کے حسنِ اخلاق کی اساس وہ ہے' جسے زوال نہیں۔ اس کی جڑیں ہمیشہ باقی رہ سکتی ہیں۔ فرمایا: پاکیزہ اور سچا کلمہ ایک شجر ہے، جڑیں جس کی گہری اور ٹہنیاں آسمان تک پھیل جاتی ہیں۔ انہوں نے یہ سبق اللہ کی کتاب سے سیکھا اور اس کے سچے رسول' رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے۔ان کی کوئی گفتگو کوئی مجلس ان کے ذکر سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔موضوع کوئی بھی ہو لوٹ کر وہیں آتی ہے۔میر تقی میرؔ نے کہا تھا ؎

گفتگو کسی سے ہو دھیان اسی کا رہتا ہے
ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے سلسلہ تکلم کا

تکلم کا سلسلہ یہاں نہیں ٹوٹتا۔ایک ندی ہے آہستہ خرام جس میں طوفان نہیں اٹھتے۔ کشتیاں جس پر رسان سے بہتی اور ساحلوں کو سفر کرتی ہیں کرتی چلی جاتی ہیں۔محفل ہو کہ ہجوم یہ آواز کبھی زیادہ بلند نہیں ہوتی کبھی نہیں۔ ہچکچاہٹ نہ تامل بھید بھاؤ اور نہ افسانہ طرازی۔واعظوں کے بارے میں امام مسلمؒ کا یہ قول ہم نے پروفیسر صاحب ہی سے سنا کہ اہلِ خیر جھوٹ بہت بولتے ہیں۔اثر پذیری کے لیے وہ مبالغہ کرتے چیختے اور خواب گھڑتے ہیں۔ پروفیسر واعظ نہیں قول و عمل ایک۔مبالغہ کرتے ہیں نہ خواب سناتے ہیں۔تنہائی ہو کہ ہزاروں کا مجمع ہمیشہ ایک ہی موقف ایک ہی لہجہ اور وہی ایک انداز۔ایک بار مجھ سے کہا؛ جس روز اپنی بات کہتے ہوئے اٹک گیا اسی روز خطاب آرائی سے کنارہ کشی اختیار کرلوں گا۔

کچھ بھی وہ نہیں چھپاتے۔ یہ الگ بات کہ راز جس بات کو رکھنا ہو وہ ہمیشہ راز رہتی ہے۔قرآن کریم کہتا ہے کہ علم حکمت اور حسنِ کلام تین اوصاف اس آدمی میں ہونے چاہئیں اللہ کی طرف انسانوں کو جو بلانا چاہے۔ایسی اپنائیت ہم نے دیکھی نہ سنی۔مختلف زمانوں کے منفرد فقیروں کی شناخت کا ذکر تھا۔کہا: مجھ پہ اللہ کا کرم یہ ہے کہ میرے ساتھ آپ لوگ اس قدر آسودہ ہیں۔حکمت کا ایک پہلو یہ ہے کہ جس جملے یا تبصرے پر ردعمل ظاہر نہ کرنا ہو ماتھے پہ شکن ڈالے بغیر شہد کے گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں۔کبھی چند ماہ اور کبھی برسوں بعد اس کا حوالہ دیتے ہیں جب مطلوب ہو۔جب مخاطب اسے قبول کرنے پر آمادہ نظر آئے۔ایک بار دس سال کے بعد مجھ سے کہا فلاں دوست کی تم جان ہی کو اٹک گئے تھے۔اصل الفاظ یہ نہ تھے۔شائستگی ہر حال میں وہ روا رکھتے ہیں۔وہ صاحب بالآخر میرے بہترین دوستوں میں شامل ہو گئے۔سرکاری افسر ہیں۔ دور کہیں رہتے ہیں۔کبھی خاص طور پر میں ان سے ملنے جاتا ہوں۔ایک کالم کبھی ان پر لکھا تھا۔ آنجناب نے رسید تک نہ دی۔جس بات پر ڈٹ گئے بس ڈٹ گئے۔نہیں زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد کی طرح نہیں۔دلیل رکھتے ہیں اور تلوار کی طرح آبدار۔پروفیسر صاحب کے شاگردوں میں

ایک سے ایک عجیب آدمی ہے۔ ان کہانیوں کو اگر کوئی لکھ سکے تو ایسی ایک طلسمِ ہوشربا وجود میں آئے کہ سینکڑوں برس تک سنی اور پڑھی جاتی رہے۔ اس لنکا میں بہت سے باون گز کے ہیں۔

اپنے حلم کے بارے میں کبھی وہ کہتے ہیں کہ یہ ان کی والدہ مرحومہ کا فیض ہے۔ ادھوری بات ہے۔ گہرا اور باقی رہنے والا اخلاق' خودترسی کا جس میں شائبہ تک نہ ہو' سب سے بڑی کتاب اور سب سے بڑے معلمؐ کی سیرت میں جی لگائے بغیر ممکن نہیں۔ ان کا اپنا قول یہ ہے: صوفی وہ ہوتا ہے' دوسروں کو جو ہمیشہ رعایت دے سکتا ہو' اپنے آپ کو کبھی نہیں۔ راولپنڈی سے ہم گوجرخان جا رہے تھے' محوِ گفتگو۔ سوال کیا تو جواب نہ ملا۔ پلٹ کر دیکھا' وہ سو رہے تھے۔ چند منٹ میں جاگ اٹھے' چہرے پہ تکان کے اثرات۔ میں نے کہا' اپنے ساتھ آپ زیادتی نہیں کر رہے؟ بولے: اب یہی طرزِ زندگی ہے اور میں اسی میں شاد ہوں۔ واقعی شاد ہیں۔

ادراک کی یہ سطح اس علم کے وفور سے پھوٹتی ہے' جس کے بارے میں ارشاد یہ ہے: درجات علم کے ساتھ ہیں' ہر جاننے والے کے اوپر ایک اور جاننے والا ہے۔ نہیں' صرف علم سے نہیں' علم اور کردار کے ہم آہنگ ہو جانے سے۔ تب وہ گیت بُنا جاتا ہے' جسے ہم صوفی کہتے ہیں۔ صدیوں تک' ہزاروں برس تک' جس کی یاد باقی رہتی ہے۔ لوک داستانوں سے زیادہ دل آویز' لہو گرمانے اور گداز اُگانے والی شاعری سے بھی زیادہ۔ نواب زادہ نصر اللہ خان مرحوم شاعر بھی تھے۔

اپنی شادابیٔ غم کا مجھے اندازہ ہے
روح کا زخم پرانا ہے مگر تازہ ہے

خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے کہا تھا: کتنے بادشاہ ہو گزرے ہیں۔ نام بھی کسی کو یاد نہیں۔ جنیدؒ و بایزیدؒ' یوں لگتا ہے کہ ابھی کل کی بات ہے۔ خواجہ مہر علی شاہؒ سے کسی نے پوچھا: اس آیت کا مفہوم کیا ہے کہ اللہ کو یاد کرو' وہ تمہیں یاد کرے گا۔ فرمایا: کیا آپ دیکھتے نہیں کہ دنیا سے اہلِ ذکر چلے جاتے ہیں' مخلوق پھر بھی انہیں یاد رکھتی ہے۔ مٹی کے ان ڈھیروں تک چلی آتی ہے' جسے اوڑھ کر وہ سو رہے ہوتے ہیں۔ خواجہؒ کو پروفیسر صاحب عظیم ترین صوفیاء میں سے آخری کہتے ہیں۔ کشمیر سے ہجرت کرنے والے ان کے اجداد مہر علی شاہؒ کے سائے میں رہے۔ ان سے محبت کی۔ خود اپنے بارے میں پروفیسر صاحب کیا کہتے ہیں؟ ایک سادہ سا جملہ ''مسلمان ہوں اور مومن بننے کی جدوجہد میں لگا ہوں۔''

انکسار اور ایسا انکسار۔ کل شب میرے دوست رانا محبوب اختر نے گفتگو کا اس طرح آغاز کیا، ہارون کا میں مرید ہوں اور وہ آپ کے مرید ہیں'' بات کرنے والے کو وہ ٹوکتے نہیں، جملے کے اختتام پر راجپوت کور کنے کا اشارہ کیا اور یہ کہا: میرا کوئی مرید نہیں، یہ لفظ مجھے پسند نہیں۔ ایک دوسرے سے ہم سب سیکھتے ہیں۔

اگر کوئی بات میں جانتا ہوں تو فرض ہے کہ دوسروں کو بتاؤں۔ فاروق انصاری گوجرانوالہ سے آئے تو ان کے تیور بہت تیکھے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پیری مریدی کا یہ ایک روایتی ڈھونگ ہے، چلیے ڈھونگ نہیں، سلسلہ سہی۔ چپ چاپ پروفیسر صاحب انہیں سنتے رہے۔ ایک ذرا سی فکر مجھے 30,25 ان نوجوانوں کے بارے میں تھی جن میں سے اکثر دور دراز کے شہروں سے آئے تھے کہ ان میں سے کوئی مضطرب نہ ہو۔ شکایت کا ایک لفظ کسی کی زبان سے بالکل نہ نکلا۔ اس وقت نہ بعد میں۔ خاموش وہ سنتے رہے۔ پروفیسر صاحب نے تب یہ کہا: یہاں کوئی پیر ہے نہ مرید۔ خوش اخلاقی اور میزبانی کے ایک کلچر کو ہم فروغ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ مجھے ان کا استاد کہہ سکتے ہیں۔ تین منزلوں کی سیڑھیاں اتر کر کھلے میدان میں ہم پہنچے تو علامہ بولے'' شاید میری وہابیت تھی، شاید'' اس کے بعد کبھی اس موضوع پر بات نہ کی۔ کبھی کبھار ان کی خیریت پوچھ لیتے ہیں۔ ابھی تک اس حیرت سے شاید نجات نہیں پا سکے کہ آدمی ایسا بھی ہوتا ہے۔ میر صاحب نے کہا تھا

حیرتِ گل سے آبِ جو ٹھٹھکا
بہے بہتیرا مگر بہا بھی جائے

نوجوان شاگرد اپنے استاد سے محبت بہت کرتے ہیں۔ کم یا زیادہ، فیض سبھی نے پایا ہے۔ غیبت اور بغض وعناد سے بچ نکلتے ہیں۔ خوش دل اور خوش کلام ہو جاتے ہیں۔ مباحثہ مگر جاری رہتا ہے۔ برسوں شفقت فرمانے، برسوں مدد کرنے کے بعد کپتان سے پروفیسر صاحب مایوس ہو گئے۔ ان کے شاگردوں میں لاتعداد ہیں، جن کا جھکاؤ' خان کی طرف ہے۔ بہت سے شاید ووٹ بھی دیں۔ انہیں وہ منع نہیں کرتے۔ تبادلہ دلائل کا ہوتا ہے۔ احکامات وہاں جاری نہیں ہوتے۔ خود ایک مباحثے میں، جب بہت تلخی مجھ پر غالب آ گئی۔ احتجاج کی لے کچھ زیادہ ہی بلند کر دی تو یہ کہا: مجھے سوچنے دیجئے، اپنے تعصبات سے مکمل رہائی آدمی کو نصیب نہیں ہوتی۔ یہ فکر انہیں لاحق

نہیں ہوتی کہ کوئی ان کی بات مانتا ہے یا نہیں بس یہ کہ دلیل مضبوط ہونی چاہیے غور و فکر کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ دوسرے کی بات پوری توجہ سے سنی جائے۔ کپتان کا سا تجربہ کسی دوسرے کو ہوتا تو وہ کیا کرتا؟ ایک شب میں نے عرض کیا: میں تو خیر کم علم تھا آپ اتنی بڑی غلطی کے مرتکب کیسے ہوئے؟ آدمی کو آپ پہچانتے ہیں اور ایسا پہچانتے ہیں کہ خود وہ دنگ رہ جاتا ہے...... اور اس کے جاننے والے بھی۔ کہا: ہم اللہ سے ہار گئے اور اس سے ہار جانے میں کیا خرابی ہے؟

چند ماہ بعد بلال الرشید نے یہ ذکر چھیڑا تو کہا: یہ سب آپ کے والد کا کیا دھرا ہے۔ حسِ مزاح ان کی بہت اچھی ہے۔ محفل کو گلزار کیے رکھتے ہیں مگر حدود کے ساتھ۔ دل کسی کا نہیں دکھاتے۔ اس کا بھی نہیں، جو بدتمیزی پہ ادھار کھائے بیٹھا ہو۔ ایسا اگرچہ بہت کم ہوتا ہے۔

فلسفہ اِن کا بہت واضح ہے۔ ایک واقعے سے گاہے، اسے بیان کرتے ہیں۔ امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں زیر تعلیم ان کی ایک شاگرد کو بہت اصرار تھا کہ ان کی جامعہ کے ڈین سے ملیں۔ وہ بھی مشتاق تھا۔ ان کے پاس چلا آیا: بولا چودہ سال اللہ کو میں تلاش کرتا رہا مگر لا حاصل۔ آپ نے کس طرح اسے پا لیا۔ کہا۔ Professor! God is not the by product of Mathematical calculations. it should be the top priority of intellectual curosity.

(پروفیسر صاحب: اللہ تعالیٰ ریاضی میں عرق ریزی کی ضمنی پیداوار نہیں ہوسکتا۔ علمی تجسس کی اعلیٰ ترین ترجیح جب تک نہ ہو، آدمی اسے پا نہیں سکتا۔)

یہ نکتہ شاید وہ سب سے زیادہ وہ دہرایا کرتے ہیں۔ وہ راہ میں گری پڑی کوئی چیز نہیں۔ اس کے ہو جاؤ، تو بس اسی کے ہو جاؤ۔ صبغۃ اللہ و من احسن مِن اللہ صبغتہ۔ اللہ کا رنگ اور کون سا رنگ ہے، جو اس کے رنگ سے بہتر ہو۔ ایک قوال کو کبھی وہ یاد کرتے ہیں "مجھے رنگ دو پیا" اور کبھی اپنا ایک شعر سناتے ہیں۔

جلتے ہر شب ہیں آسمان پہ چراغ
جانے یزداں ہے منتظر کس کا

ایک بار مجھ سے کہا یہ شعر میں بھول گیا تھا۔ آپ نے یاد دلایا۔ جی ہاں ایک زمانے میں وہ شاعری کیا کرتے۔ ایک دوسرا شعر یہ ہے

کتنے اڈے ہوئے دریاؤں کی شورش کا امیں
کتنا خاموش ہوں پُر ہول سمندر کی طرح
ہائے وہ لمحۂ عرفانِ غمِ حسنِ ازل
ڈوبتا جائے ہے دل پانی میں پتھر کی طرح

انگریزی ادب گھول کر پی لیا ہے؛ کچھ زیادہ اگرچہ اس کے قائل نہیں۔ جان ملٹن کے کسی قدر۔ کہتے ہیں صدیوں تک اس کے بعد کوئی بڑا سخنور نہ اٹھا۔ اقبالؔ کے بعد نمودار ہونے والے بھی اکثر بھلا دیئے جائیں گے۔ بہت سے اشعار از بر ہیں، کبھی سفر میں سنایا کرتے ہیں، طبیعت جب مائل ہو۔ زیادہ مائل ہو تو لحن کے ساتھ۔ موسیقی کے اسرار و رموز سے آشنائی ہے۔ کتنی ہے؟ کہہ نہیں سکتا۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی طرح وہ قائل ہیں کہ موسیقی بجائے خود ممنوع نہیں، انحصار اس کے اچھا یا برا ہونے پر ہوگا۔

ایک شام نمازِ مغرب کے بعد نعت سن رہے تھے۔ چند منٹ کے بعد پلٹ کر آیا تو بے تاب، دراز کھولتے اور بند کرتے تھے کہ اس نعت خواں کا کیسٹ منگوا کر سنیں۔ کہا کہ ظالم نے سارا سکر برباد کر دیا۔ روزانہ بارہ گھنٹے جو آدمی تسبیحات پڑھے، کس کیف کے عالم میں وہ رہتا ہوگا؟ ہوتے ہوتے 256 تسبیحات ہو گئیں۔ قرآن کریم کی آیات اور سرکارؐ کی احادیث۔ 75 برس کی عمر میں حافظہ ایسا ہے کہ باید و شاید۔ از راہِ مزاح کبھی یہ کہتے ہیں: میری عمر مت بتایا کرو۔ چند سال سے ان کے شاگرد سالگرہ منانے لگے ہیں۔ شور شرابے کے بغیر' ایک خوشگوار سی شام' چند درجن طالب علم۔

اپنے سارے کام خود نمٹاتے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی۔ رشتہ داروں سے ملتے ہیں۔ دوسروں پر عنایات کرتے ہیں۔ گھر کے لیے خریداری' مہمانوں کی تواضع۔ تقریبات میں، جہاں تعداد اکثر درجنوں کبھی سینکڑوں اور کبھی ہزاروں تک پہنچی ہے، انتظامات کی نگرانی خود کرتے ہیں۔ ایک ایک چیز نک سک سے درست۔ ترتیب کے ساتھ، موزوں اور شایانِ شان۔ سادگی مگر اہتمام۔ خود پریشان ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہیجان اور Obsession کے بغیر کام کی تکمیل' بلکہ حسنِ تکمیل سات آٹھ برس ہوتے ہیں۔ سالانہ لیکچر پہ پندرہ سو کا مجمع تھا۔ کھانا شروع ہوئے کچھ دیر ہوئی تھی کہ بھگدڑ سی مچی۔ کچھ ایسی خرابی تو نہیں، جیسی

ہمارے ہاں ہوتی ہے' مگر گنوار پن کے چند مناظر دیکھنے میں آئے۔شام ڈھلے میں نے عرض کیا۔ یہ کیا ہوا؟ کہا' تقریر کے اختتام پر میں نے کہہ دیا کہ کام و دہن کی تواضع ابھی ہوتی ہے۔کیبل کے توسط سے شہر بھر کے لوگ سن رہے تھے۔لپک کر وہ آپہنچے، درجنوں یا شاید سینکڑوں۔پھر کہا، آپ نے دیکھا ہوگا، کچھ ہی دیر میں ترتیب پھر سے پیدا ہوگئی۔برا بھلا کسی کو نہ کہا۔کوئی نکالا گیا اور نہ کسی کو طعنہ دیا گیا۔سبھی نے سیر ہو کر کھایا۔بن بلائے، جو چلا آئے، وہ بھی مہمان ہے۔کئی بار کہا' یہ انبیاء کی سنت ہے۔

کہیں بھی لیکچر کا اہتمام ہو، کسی بھی شہر میں۔تقریب کے تمام شرکاء کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ان ملاقاتیوں کے لیے بھی، میزبان کے ہاں جو ملنے آتے ہیں۔تقریر اور تحریر کے باب میں، ان کا قول یہ ہے کہ دوسروں کو بور کرنے کا حق کسی کو نہیں۔اسی طرح مہمان کے بارے میں شعار یہ ہے کہ ڈھنگ کا کھانا اسے پیش کیا جائے۔احترام اور محبت کے ساتھ۔ روزانہ جو لوگ شریکِ طعام ہوتے ہیں، ان کے لیے بھی قرینہ یہی ہے۔دودھ میں پکی ماش کی دال، میرے خالہ زاد بھائی، میاں محمد خالد حسین کو پسند ہے۔حیرت سے ایک بار انہوں نے کہا جب بھی جانا ہوا، دسترخوان پہ لازماً موجود تھی۔

چار عدد جنرلوں کی موجودگی میں سید مشاہد حسین سے، جنرل اشفاق پرویز کیانی سے کہا، پروفیسر صاحب سے ملئے۔کم از کم 92 فیصد تجزیے ان کے درست ہوتے ہیں، ہر موضوع پر۔امریکی اکابر، سوات اور وزیرستان کی جنگوں کے علاوہ، خطے کے امور، عالمی شخصیات اور پیچیدہ مسائل پر بارہا طویل گفتگوئیں ان کی ہو چکی تھیں۔چند ایک میں ناچیز بھی شریک رہا۔ایک چیز جنرل کیانی اور پروفیسر صاحب میں مشترک ہے۔دونوں ہی شب کو تین گھنٹے سویا کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جنرل صاحب کچھ دیر شام میں آرام کرتے ہیں' پروفیسر صاحب نہیں۔جنرل ورزش کا عادی ہے اور کم خوراک۔پروفیسر صاحب ان سے بھی کم کھاتے ہیں۔ایک زمانے میں صبح سویرے دوڑ لگایا کرتے گھٹنا خراب ہوا اور انیس برس خراب رہا تو ظاہر ہے یہ سلسلہ باقی نہ رہا۔ اس کے باوجود وہ تازہ دم کیسے رہتے ہیں۔

چودھری شجاعت کو ساتھ لے کر مشاہد حسین ملنے آئے تو ناشتے پر زیادہ اہتمام کرنے سے انہوں نے منع کیا۔ڈبل روٹی اور فرائی انڈے۔آنکھوں ہی آنکھوں میں پروفیسر ہنسے۔ناشتے

کی میز پر اس کے سوا بھی سب کچھ موجود تھا' لاہوریوں کے ہاں جو ہوا کرتا ہے۔ چودھری نے دو عدد پراٹھے رغبت کے ساتھ کھائے، یاد نہیں کہ پائے یا نہاری سے۔ لحہ بھر کو رکے تو پروفیسر کے عم زاد غلام جیلانی نے ہاتھ بڑھایا۔ چودھری صاحب نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا: کھانے دے یار!

استاد نے ان سے کہا: آپ کے سامنے دو راستے ہیں۔ عمران خان سے اتحاد کر کے ولیمے میں شریک ہوں یا زرداری صاحب سے سمجھوتہ کر کے جنازے کا قصد کریں۔ چودھری شجاعت کپتان کی طرف مائل تھے، مگر جناب پرویز الٰہی مصر ہو گئے۔ مشاہد حسین مدتوں اس پر ناشاد رہے۔

پروفیسر صاحب کے پاس کون سی گدڑ سنگھی ہے کہ سیاستدان اور جنرل، جج اور دانشور ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں' کسان زادے' دہقان' ترکھان' مستری اور مزدور بھی۔ اخلاص بجا مگر یہ دانش اور خیر خواہی ہے' اپنائیت میں گندھی ہوئی۔ سبھی ان کے اپنے ہیں اور وہ سب کے۔ ہاں مگر بے نیاز بھی۔ اقبال نے کہا تھا: شمعِ محفل کی طرح' سب سے جدا سب کا رفیق۔ علم کی کوئی تھاہ نہیں۔ دروازہ سب پہ کھلا ہے۔ فیض کا انحصار طالب علم اور مسافر کے ذوق اور ظرف پہ ہے۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے انداز بدل جاتے ہیں

چند ہی آدمیوں سے گریزاں دیکھا۔ قرآن میں عمق کا دعویٰ کرنے والے ایک دانشور اور ایک تہجد گزار سیاستدان سے کہا: بڈھے طوطوں پہ صرف ہونے والا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کا ہاتھ تھام کر، اگر میں لے جاتا تو انکار نہ کرتے۔ ایک بار یہ تجربہ میں کر بھی چکا تھا۔ بندگانِ خدا سے فقیر کی الفت کا کنارہ کوئی نہیں ہوتا۔ اس کا دل بادشاہ کے دسترخوان سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اپنے دکھوں کی گٹھڑیاں اٹھائے لوگ آتے ہیں اور قرار کا وعدہ لے کر لوٹتے ہیں۔ پورا ہونے والا وعدہ! ہماری جاسمین منظور کی جان جب خطرے میں تھی تو اسے تسلی دی' دعا تعلیم کی۔ چند ماہ میں معمول کی زندگی پر وہ لوٹ آئی۔ ایک آدھ نہیں، ہزاروں ایسے ہیں، جنرل حمید گل اور عمران خان سے لے کر جنرل کیانی تک۔ ان میں سے عمران کم نصیب نکلا۔ شاید

اس لیے کہ خود کو وہ برگزیدہ سمجھتا ہے۔ نصیبا ان کا جاگا جن کا انداز طالب علمانہ تھا۔ اختلاف خواہ ڈٹ کے کریں۔ ان کی بلکہ زیادہ پذیرائی ہوتی ہے۔ اس دیار کی روش یہی ہے۔ سینکڑوں تو میرے توسط سے ملے ہوں گے۔ ایک بار کہا: ہر وہ تیسرا آدمی، اس گھر کی جو سیڑھیاں چڑھتا ہے، تمہاری وجہ سے۔

دو بار محترمہ فریال تالپور کو بھی دیکھا۔ دو مشورے انہیں دیئے۔ کچھ صاف ستھرے لوگوں کو آگے بڑھایئے۔ ان کی خواہش پر ایک صاحب کا نام بھی تجویز کیا۔ دوسرا یہ کہ بلاول بھٹو کو چیخ کر بات نہ کرنی چاہیے۔ کچھ دن جواں سال سیاستدان نے مشق بھی کی۔ ''صحبتِ سعید'' کا مگر کیا علاج صوفیوں کے ہاں، سیاستدانوں کا مقدر شاذ ہی یاور ہوتا ہے۔ ہو جائے تو معجزہ برپا ہونے لگتا ہے۔ پیپلز پارٹی کے زمرد خان ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یکسر بدل گئے۔ زندگی اب یتیم اور بے نوا بچوں کے لیے وقف کر دی ہے۔ تشہیر سے گریزاں، اب وہ ایک اور ہی راستے کے مسافر ہیں۔ کبھی ان کے لہجے میں ایک روشنی سی لپک اٹھتی ہے۔

نون لیگ کے ایک لیڈر آیا کرتے۔ خود کہا کہ ان کی دعاؤں کے طفیل راستے کشادہ ہو گئے۔ پھر بگڑے اور اس ناچیز کے ذکر سے۔ اپنے شہر کے لوگوں سے اب یہ کہتے ہیں کہ انہیں مدعو نہ کرو۔ پروفیسر وہاں جاتے رہتے ہیں۔ ان سے محبت کرنے والے بہت ہیں۔ شکایت نہیں پالتے۔ بدقسمت لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔

میاں محمد نواز شریف برسوں ملاقات کی استدعا کرتے رہے، مگر اپنے ہاں۔ یہ صوفیوں کا شعار نہیں ہوتا۔ خلیل ملک مرحوم شدت سے استدعا کرتے رہے۔ ان کا موقف یہ ہوتا ہے کہ: جو تھوڑا سا علم اللہ نے مجھے بخشا ہے، اسے میں رسوا نہیں کر سکتا۔ خود ان کے ایک قریبی ساتھی نے مجھ سے کہا تھا۔ بار بار میاں صاحب نے فون کیا وہ سنتے ہی نہیں۔ خود ایک بار میں نے ان کی بات اپنے فون پر کرائی تھی، جب وہ لندن میں تھے اور وہ مردِ باکباز احسن رشید مرحوم ان کے سفارشی۔ پروفیسر صاحب سے ذکر کیا تو کہا: فون پر پہلے پیغام دیا ہوتا۔ آپ جانتے ہیں، دن بھر میں پانچ سات سو کالیں آتی ہیں۔ کیسے میں سن سکتا ہوں۔

معاف کر دیئے گئے۔ الیکشن 2013ء سے قبل کہہ دیا کہ تجربہ کار لوگ آئیں گے۔ کبھی ان کا ذکر تلخی سے نہیں کیا۔ مباحثہ آنجناب کے بارے میں جاری رہتا ہے۔ مجھ سے لوگ اپنے

دلائل دیتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ ابھی کچھ مہلت باقی ہے۔ ایک دن وہ چلے جائیں گے اور ان کے ہم نفس اور ہم عصر بھی۔ پاکستان کے لیے نئی سویر' کچھ اور لوگوں کے جلو میں نمودار ہوگی۔

یادیں ہیں کہ امڈی چلی آتی ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا خیال پھوٹتا ہے' بہار جیسے کونپلیں۔ لکھتا چلا جاؤں مگر کتنا لکھوں۔ اقبالؔ نے کہا تھا: تعجب اس پر نہیں کہ ایک محل میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے۔ حیرت اس پر ہے کہ ایک فقیر دو عالم میں کیسے سما جاتا ہے۔

حیرت کا ایک جہان ہے' بے حد و بے کنار۔ زر و جواہر کی ایک کان' جگمگاتی اور ششدر کرتی ہوئی۔ اپنی نہیں' درویش اللہ کی طرف بلاتا ہے...... اور اللہ کے جہان کی کوئی آخری حد کیسے ہو سکتی ہے؟

ہارون الرشید

16 جنوری 2017

دیباچہ

ماہرینِ آثارِ قدیمہ کو کچھ ایسے شواہد ملے ہیں جو اِس بات کی نشاندہی کرتے
ہیں کہ homo heidelbergensis اپنے مُردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے۔ یہی
حال homo neanderthal کا تھا۔ جو 98000 bce میں اپنے مُردوں کو
excarnate کرتے تھے۔ 9831 bce میں جب neolithic revolution آیا،
آبادی بڑھی، تو جو سلطنتیں قائم ہوئیں اُن کا سیاسی تفاخر اُنکی مذہبی شناخت سے ہی سیراب ہوتا تھا۔
یہ کہنا شائد صحیح ہوگا کہ انسان کو اپنے ہونے کا شعور، اپنے ہونے کی وجوہ تلاش کرنے
پر مجبور کرتا رہا۔ ان وجوہ کی جستجو اُسے سوچنے پر مجبور کرتی تھی کہ وہ اپنے سے بالا کسی صاحبِ
قدرت کا سوچے اور اُسے جب بھی کسی ایسے تجربے یا مشاہدے سے واسطہ پڑتا جو اسکی فہم میں نہ
آتا تو وہ اُسے ان مافوق الفطرت قوتوں سے منسوب کر دیتا تھا۔ جیسے جدید انسان اُن چیزوں کو جو
اُسکی scientific enquiry answer نہیں کرسکتی، nature اور natural
selection سے منسوب کر دیتا ہے۔ اِس اعتبار سے بحیثیت ایک مخلوق کے انسان کے رویے
میں صرف ایک تبدیلی آئی ہے کہ اس مافوق الفطرت کا نام natural select , law of
nature and environmental factors رکھ دیا جاتا ہے۔

لیکن یہ کرۂ ارض ان لوگوں سے خالی نہیں رہا جو اُس چھپے ہوئے خزانے یعنی حقیقت
اولیٰ کی تلاش میں رہے اور اپنی فہم اور علم کے مطابق حصہّ پاتے رہے۔ کچھ پر وہ خود مہربان ہوا اور
اپنی راہ دکھائی کہ وہ باوجوہ اسکے محبوب بندے تھے اور کچھ کی کوششیں اُسے پسند آئیں اور وہ
مہربان ہوا۔ لیکن کامیابیوں کی داستان مختصر اور ناکامیوں کے قصے زیادہ ہیں۔ الٰہیات کے نام پر
اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے لیکن یہ زیادہ تر تبصرے ہیں Karen Armstrong

کے تبصروں جیسے۔

اِس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ نسلِ انسانی میں وہ واحد ہستی ﷺ جن کے غیر معمولی ہونے سے انکار ناممکن ہے اور تاریخِ مذہب میں وہ واحد شخص جن کے بارے میں یقینی طور پر محفوظ کلامِ الٰہی یعنی قرآن گواہی دیتا ہے کہ خدا نے اُن ﷺ کو بلایا اور جو چاہا دکھایا۔ان پر اُترنے والی کتاب کے ہوتے ہوئے الٰہیات پر کیا نئی بات ممکن ہے؟

میرے اُستاد و مرشد اپنی نئی کتاب "رموزِ الٰہیات" میں ایک بار پھر آپ کو اس قرآن کی طرف متوجہ کر رہے ہیں جو الٰہیات پر سند ہے اور رہے گا۔جو خیال اور طریقہ اپنے آپ کو قرآن وسنت سے align نہیں کرے گا وہ اور کہیں بھی جا سکتا ہے لیکن خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ بقولِ استاد خدا اپنے وجود سے نہیں بلکہ اپنے افعال سے پہچانا جاتا ہے۔خدا اُسے کبھی نہیں ملے گا جو خدا کو اپنی فکری جستجو کا اعلیٰ ترین مقصد نہیں بنائے گا اور جو بھی خدا کے رستے میں خلوص کے ساتھ قدم اُٹھائے گا اللہ اُسے اپنا رستہ دکھائے گا۔لیکن دعا کرنی چاہئے کہ علم اور مشاہدہ دونوں ساتھ ساتھ ترقی کریں تا کہ اعتدال مجروح نہ ہو۔

خدا ہمارا حامی وناصر ہو۔

ڈاکٹر عبدالجلیل خواجہ
(یو۔کے)

رات حاضر تھا درِ سید ہجویرؒ پہ مَیں

الشیخ علی بن عثمان الہجویریؒ کے ۹۷۳ویں عرس کے موقع
پر احاطۂ دربار میں خصوصی لیکچر

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (الاسراء:80)
سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الصٰفّٰت:83-180)

خواتین وحضرات! شیخؒ کی علمی فضیلت کا احاطہ کرنا اور جو اس وقت موضوع ہے سید ہجویرؒ کی علمی فضیلت اور اُن کے مقامات کو عصرِ حاضر میں سمیٹنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ عصرِ حاضر کی جو رجعتِ وقت جاری ہے اور جو اخلاقی اور ذہنی پسماندگی ہے، اس رجعت کا اثر میں بہت ہی resently یورپ میں بھی دیکھ کے آیا اور یہاں اپنے گھر بھی دیکھتا ہوں۔ اُس کی وجہ ایک بہت بڑی بدگمانی جو پیدا ہو گئی ہے کہ شاید خدا کا تمام تصور ذہنِ انسان کی تخلیق ہے۔ شاید خدا وہ ضرورت کی شے ہے جسے ہم اپنی تمام بے بسی اور بیچارگی میں استعمال کرتے ہیں۔ شاید خدا ایک ایسا مفروضہ ہے جو ہماری اُن غیر معمولی حسرتوں کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے کہ جن کو ہم کبھی

satisfy نہیں کر سکتے۔ دورِ حاضر کے کسی عالم اور فضیلت مآب کے پاس اُن سوالوں کا جواب نہیں ہے جو تنقید میں اور اُس عجلت میں اُٹھتے ہیں، جیسے جو یورپی ذہن ہے یا ایسا کوئی ذہن جو تشکیک کا مارا ہوا ہے۔

میں 1960`s میں اپنی پوسٹ گریجویشن میں تھا تو میرا سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ مسلمان اپنے اعمال کے مطابق اور تعلیم کے مطابق نہیں تھا۔ ایک تصور جب کوئی مسلمان اپنے عمل اپنے اخلاق اپنے حکم کے مطابق نہیں ہوگا اُس کا سب سے پہلا تاثر یہ ہوتا ہے کہ مسلمان اُس میسج کو نہیں مانتا، اُس میسج پہ یقین نہیں رکھتا جس پہ اُسے کرنا چاہیے۔ کیا یہ صرف حجتِ ظاہرہ ہے کہ ہم اللہ کو ہر اُس جگہ استعمال کریں جہاں ہم اپنی failure ریکارڈ کریں؟ اور اگر پھر بھی اللہ اُس وقت ہمارے کام نہ آئے تو ایک جملہ commonly بولا جاتا ہے کہ اللہ بھی دیکھ لیا ہے۔ کیا اِس قسم کا ایمان ہمارے ہاں بہت عام نہیں ہے؟ کیا ماں باپ، بیٹا، بہن، ماں کسی بھی معاشرے کے ہر طرزِ عمل میں اپنی خواہش کی تکمیل کے مطابق خدا کا behaviour نہیں چاہتے؟ ہم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ وہ کرے جو میری مرضی ہے؟ ہم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ اُسی طرح چاہے جس طرح میں چاہتا ہوں؟ مگر بدقسمتی دیکھئے کہ اُدھر کا قانون ہی اُلٹا ہے: "وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى" {النازعات: 40} جب تک اپنے ظاہر و باطن میں ہوا و ہوس میں نفسیاتِ ذات میں، اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کرو گے تم خدا کے خلاف کھڑے ہو۔ 60`s کی بات ہے دنیا پہ سات فلسفے تھے اور ساتوں خدا کے خلاف تھے۔ ساتوں آپ پہ دباؤ ڈال رہے تھے کہ خدا وغیرہ کوئی نہیں ہے۔

یہ ایک انتھروپالوجیکل کانسیپٹ ہے ایک تصور ہے عمرانیات کا کہ جب انسان کو کسی ضابطہ کار کی ضرورت پڑی اور درونِ خانہ وہ ضابطہ کار نہ بن سکا اور خوف کی اصلیت نہ قائم ہو سکی اور انسان از خود کسی قانون کے اثبات کا اہتمام نہ کر سکا تو اُس نے ایک فارن اتھارٹی گھڑ لی۔ انتھروپالوجسٹ آپ کو یہی کہہ رہا تھا کہ میاں تم نے اپنا اللہ خود تخلیق کیا ہے، skeptic یا تشکیک پسند یہ کہہ رہا تھا کہ میاں اندھا دھند کوئی چیز قابلِ تسلیم نہیں ہوتی۔ خدا کو ماننا ہے تو خدا کے لیے دلیل لاؤ۔ اور پھر logical positivist بڑی ضد سے یہ کہہ رہا تھا کہ بھئی ڈیٹا لاؤ، اتنے بڑے دعویدار ہو، اللہ کے ہونے کا ڈیٹا لاؤ۔ اور اگر کسی چیز کا ڈیٹا نہیں ہے، کوئی سنس ڈیٹا نہیں

ہےتو وہ نان سنس ہے۔ اِس لیے ہم نہیں اللہ کو مانتے۔ مگر وہ لڑ جھگڑ کے نہیں کہہ رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ دلیل لاؤ ڈیٹا لاؤ پھر ہم مانیں گے۔ کچھ اور صاحبان اُٹھے جن کو semantics کہتے تھے۔ ''یار یہ کیا تم نے اللہ اللہ لگا رکھی ہے؟ پیاز کے چھلکے ہی تو ہیں۔ ایک چھلکا اُتارو آخر میں کچھ نکلے گا؟ سب چھلکے تم اُتار دو آخر میں خلا ہی نکلے گا۔'' اُس وقت ایک بڑی شدید طلب میرے دل میں پیدا ہوئی یہ کہ یا خدا دیکھوں یا خدا کا بندہ دیکھوں۔ یہ ایک بڑی شدید آرزو میرے دل میں پیدا ہوئی۔ مگر ایک بات یاد رکھیے اسے میں آپ کے لیے علمی طور پر بیان کرتا ہوں، اگر آج دنیا کا سات ارب انسان کہے خدا نہیں ہے تو لازم نہیں ہے کہ وہ نہ ہو اور اگر سات ارب انسان کہے کہ خدا ہے تو لازم نہیں ہے کہ خدا ہو۔ یہ آپ کو دریافت کرنا پڑتا ہے۔ ڈھونڈنا پڑتا ہے کوشش کر کے۔ اپنے پروردگار کو چیک کر کے دیکھو۔ کمال کی بات ہے کہ اُس کا دعویٰ ہے: ہر لحاظ سے علم اور بحث اور تشکیک کی طرف آؤ۔ کہتا ہے شک کرو۔ میں یہ ساری معلومات لے کے قرآن کی طرف آیا اور جب یہ آیت پڑھی تو سچی بات ہے میرے جسم پہ خوف سے لرزہ طاری ہو گیا: "الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ" میں بڑا پریشان ہوا۔ مجھے لگا کہا جا رہا ہے پروفیسر صاحب! بہت علم والے ہو بہت شک والے ہو بہت کچھ پڑھا ہوا ہے ناں تو پھر شک کر کے دیکھو۔ یہ پوری کتاب کھلی پڑی ہے اِس کی کسی آیت پہ شبہ کر کے دیکھو لو۔ صاحبِ کتاب کا دعویٰ تھا اس میں کوئی شک نہیں۔ آپ کوئی شک لاؤ۔ حسرت یہ ہے جب لوگوں سے پوچھا جائے بھئی آپ قرآن پڑھ سکتے ہو؟ کیا اُس کو واضح کر سکتے ہو؟ کیا اُس کو theoretically prove کر سکتے ہو؟ کیا قرآن کے مطالب کو دورِ حاضر میں آپ ایکسچینج کر سکتے ہو؟ تو جواب آئے گا نہیں۔ اب آپ دیکھئے کیا ہوا۔ میں آپ کو اِن کی مثالوں سے نہیں بتا سکتا۔ میں آپ کو غیر کی مثالوں سے بتا سکتا ہوں۔

ایک امریکن پی ایچ ڈی پروفیسر ہیں۔ وہ قرآن پہ لکھ رہے تھے اور ان کا موضوع یہ تھا کہ Quran is not against science اتفاق کی بات ہے کہ حرمین شریفین کے سب سے بڑے عالم اُس وقت کہہ رہے تھے جس نے بطلیموس کے نظریے سے اتفاق نہیں کیا وہ کافر ہے۔ طویلمی کے نظریے سے اگر کسی نے اتفاق نہیں کیا تو وہ کافر ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ایک اور صاحب اُٹھے انہوں نے کہا کہ میں نے جہاز پہ چڑھ کے دیکھا ہے زمین چپٹی ہے۔ کتنے افسوس

کی بات ہے اُن لوگوں نے جنہیں قرآن کا ڈیفنس دینا ہوتا ہے، جنہوں نے بلوغتِ علم کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے جن پہ ہم ناز کر کے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پیچھے وہ لوگ ہیں جو صاحب قرآن ہیں جو صاحبِ حدیث ہیں جو جملہ علومِ قرآن و حدیث کی معرفت رکھتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ اُن کو زیر و لیول مدافعت کا پتا نہیں ہوتا۔ میں بتا رہا تھا کہ امریکن پروفیسر نے مجھ سے سوال پوچھا کہ پروفیسر صاحب میں چھ ملکوں میں جا چکا ہوں۔ میں جامعۃ الازھر میں گیا ہو۔

بڑا نام ہے، مجھے بھی بڑا احترام تھا۔ میں نے کہا ایسا کون سا سوال تھا کہ وہاں سے تجھے جواب نہیں ملا؟ پھر اُس نے کہا میں انگریز کے پاس بھی گیا ہوں، میں Italian clergy کے پاس بھی گیا ہوں۔ وہاں سے بھی مجھے جواب نہیں ملا۔ پھر میں ہندوؤں کے پاس بھی گیا ہوں، ویدانتا کے عالموں کے پاس، وہاں بھی جواب نہیں ملا۔ میں پاکستان آیا ہوں تو مجھے کسی نے بتایا ہے کہ you are also one of the fundamental scholar of religion تو آپ میرا مسئلہ حل کریں۔ میں نے کہا دیکھو کوئی بندہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ہر سوال کا جواب جانتا ہوں۔ مگر وہ سوال سننا تو میں ضرور پسند کروں گا کہ جس نے تم کو اتنی دور تک بھگایا ہے۔ وہ کہنے لگا میں کرسچن سکالر کے پاس گیا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ دنیا کب تک کی ہے؟ تو کرسچن تھیالوجی میں دنیا آٹھ ہزار سال کی ہے۔ پھر اُس نے کہا میں وہاں سے اُٹھ کے ہندوؤں کے پاس گیا ہوں تو انہوں نے کہا کہ کرما کا جو دور ہے چھتیس ہزار سال کا ہے but I am very much interested what Islam says about universe and about life? میں نے کہا بھئی اتنے بڑے مسئلے کو میں بھی نہیں جانتا۔ مگر خدا نے اِس کا ایک جگہ جواب دیا ہوا ہے۔ دو آیات ہیں مسلسل، بس صرف دو آیات۔ ایک جگہ کہتا ہے: "أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنَاهُمَا" عجیب انداز ہے خدا کا: اور تم کیسے میرا انکار کر سکتے ہو اُو جاہلانِ مطلق؟ بھلا اُس دور کے عرب کو پوچھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اُس دور کا عرب تو یہ تھا کہ نہ کوئی سکول نہ کوئی یونیورسٹی نہ کوئی مدرسہ پرانا اور نیا نہ وہاں کسی علم کی بات ہوتی تھی نہ کلچر کی بات ہوتی تھی۔ ایک انگریزی قول کے مطابق پورے عرب پہ صرف ایک جملہ لاگو تھا all Arabs were against all Arabs. بس۔ وہ عرب جس زمانے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اس کے بارے میں ایک مورخ نے لکھا ہے کہ اُس عرب کی

حالت یہ تھی تھا all Arabs were against all arab خون لڑائی جھگڑا فساد۔ تو میں نے اسے کہا کہ دیکھو یہ کتاب والا کہتا ہے کہ میرے ڈیٹا پر شک کرنا ہے تو کرو، تمہیں شرمندگی ہو گی۔ یہ تو ہو نہیں سکتا تا دیر تم شک پر قائم رہ سکو: "أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا" {الأنبياء: 30} شروع میں زمین وآسمان دونوں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے جبراً پھاڑ کے ان کو جدا کر دیا۔ "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" {الأنبياء: 30} then I created all life out of water اور تمام حیات کو میں نے پانی سے پیدا کیا۔ تو اِس بات پہ اچھل پڑا' کہتا Oh my God isn't it big bang? the most confirmed idea in sciences about the existence of universe and earth. میں نے کہا دیکھو یہ آیت کم از کم اربوں مسلمان پڑھتے ہوں گے کروڑوں مسلمان پڑھتے ہوں گے اس آیت کو پڑھ کے کسی مسلمان کو بگ بینگ کا خیال نہیں آیا۔ قرآن بہت آگے ہے' سائنس دانوں سے بہت ہی آگے ہے تھوڑا سا آگے نہیں ہے۔ وہ کائنات ختم کر بیٹھا ہے۔ وہ حساب کتاب لگا بیٹھا ہے۔ مگر یہ کیا مسلمان ہر چیز سے کیوں پیچھے ہے؟ یہ سوال پیدا ہوتا ہے جو کہ لمحۂ فکر یہ ہے۔

میں اپنے شیخ کی طرف آتا ہوں۔ sixties میں جب اتنا بڑا بحران تھا فتنوں کا تو میرے دل میں خیال آیا ایک دفعہ پھر میں اِدھر ہی آیا۔ مجھے تو اب وہ جگہ بھی یاد نہیں رہی جہاں میں کھڑا تھا۔ تو میں نے شیخ سے ایک سوال کیا کہ کیا تو اپنے دور میں اکیلا تھا؟ کیا خدا کے بندے اتنے معدوم ہو جاتے ہیں؟ کیا اتنے کم ہوتے ہیں؟ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے کیسے کیا کہ دو چار کو نہیں ایک اُمت کو اللہ کے قریب پہنچا دیا۔ زمانے میں یہ سرٹیفیکیٹ کبھی کسی اُمت کو نہیں ملا: "رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ" {توبہ: 100} ہماری بدقسمتی دیکھو ہم اُن لوگوں پہ بھی اختلاف کرتے ہیں جن پہ حکمِ خداوند موجود ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کون مانتا ہے؟ کسی صحابی کی ذاتِ گرامی کے بارے میں کوئی شبہ کرنا۔ کیا یہ خدا کی بات نہیں ہے: "رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ" {توبہ: 100} اللہ اِن سے راضی ہوا یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اِس کے بعد کون سا سرٹیفیکیٹ کسی بھی طبقے کے مسلمان کو جاری ہوا۔ پھر بھی مسلمان ان کی ذات پہ شبہ کر سکتا ہے؟ کیا آپ کو یہ اعزاز مل گیا؟ کیا کسی اور اُمت کے کسی اور پیغمبر کے اُمتی کو یہ اعزاز کبھی مل سکا ہے کہ خود

اللہ نے قرآن میں لکھ کے دے دیا ہے۔ ان سارے بندوں کے بارے میں کسی قسم کا اشتباہ کسی قسم کا اعتراض آپ کو دین سے فارغ کر دے گا۔ کسی بھی صحابی کے بارے میں خدا کی ججمنٹ کے انکار سے آپ سوچ لو آپ خدا کو کتنا مانتے ہو اور کتنا جانتے ہو؟

تو میں اپنے شیخ کے پاس گیا۔ میں کھڑا تھا میں نے کہا کیا مذاق ہے یہ، صبح شام اِسی اُدھیڑ بُن میں گزر جاتی ہے کہ سچ کیا ہے؟ خدا ہے کہ نہیں ہے؟ ہے تو کہاں ہے؟ اپروچ کیا ہے؟ واسطہ کیا ہے؟ طریقِ ملاقات کیا ہے؟ چلو دور دور سے اشارہ کیا ہے؟ گناہ کیا ہے؟ کوئی جواب نہیں آیا۔ میں نے کہا چلو چھوڑو تم بھی ایسے ہی ہو۔ حسرت و یاس میں کون سی پوزیٹو سٹیٹمنٹ نکلتی ہے؟ اب بہت ساری چیزیں اتفاق اور حادثوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ اب سائنس کا کمال یہ ہے کہ ہم سے زیادہ چانسز کی قائل ہے۔ بگ بینگ بائی چانس ہو گیا' کلاوڈز بائی چانس آ گئے' جمنے بائی چانس شروع ہو گئے۔ زمین و آسمان اور سیارگان بننے شروع ہو گئے بائی چانس۔ پھر ایک زمین کا ٹکڑا بائی چانس علیحدہ ہو گیا' پھر زندگی بائی چانس پیدا ہو گئی۔ اس میں درخت پرند و چرند بائی چانس پیدا ہو گئے۔ اگر آپ سائنس کی طرف جاؤ تو ملین آف چانسز کے بعد آپ یقین تک پہنچتے ہو۔ اگر خدا نہ ہو تو سب چیزیں بائی چانس ہیں۔ آج صبح ہی ایک سٹیٹمنٹ پڑھ کے آیا ہوں۔ دنیا کا ایک محکم ترین سب سے بڑا آسٹروفزیسٹ کہہ رہا ہے کہ یار میرا خیال یہ ہے کہ ہزار سال کے بعد زندگی بالکل ختم ہو جائے گی۔ کوشش کرو کہ کوئی کائناتی آفاقی بستیوں میں کوئی بستی ڈھونڈ لو' اگلے وقت کا تھوڑا سا آسرا کر لو۔ ایک ہزار سال کے بعد یہ دنیا نہیں جی سکتی۔ یہ دنیا بالکل ختم ہونے والی ہے۔ کتنا خوف آتا ہے سائنس کی باتیں پڑھ کر۔ مگر جو خبر وہ دے رہا ہو قرآن حکیم میں' جب اللہ یہ کہہ رہا ہو کہ دیکھو یہ سارے لوگ وقت کی infinity پہ کیوں جیتے ہیں۔ یہ ساری دنیا کے فلاسفر ٹائم کو infinite کہتے ہیں اور ہم؟ ہم اپنی تخلیق کو کیسے infinite کہہ سکتے ہیں؟ اِس کائنات کو کیسے ہم infinite کہہ سکتے ہیں؟ وقت کو کیسے؟ اس لیے کہ ہم نے تو حکم دیا ہوا ہے کہ ساری کائنات بلکہ ساری کائناتوں کی مدت تھوڑی سی ہے۔ ہمارے نزدیک اِن کا قیام تھوڑا سا ہے اور جہاں بھی وقت کا ذکر کیا فرمایا: "كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى" {فاطر:13} یہ نہیں کہا کہ وقت لا انتہا ہے۔ جہاں بھی ذکر کیا ایک ہی بات کا ذکر کیا: "كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى" {فاطر:13} کہ ساری کائنات چل رہی ہے وقتِ مقررہ تک۔ اگر یہ وقتِ مقررہ تک چل رہی ہے تو وقتِ مقررہ لافنا کیسے ہو سکتا ہے؟ لا انتہا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور یہ واحد

سائنس دان ہے تخلیق کار ہے کائنات کا کہ جس نے ایک مقام پر...... مجھے حیرت ہوئی کہ آخر مسلمان فلسفیوں نے اِس بات پہ نگاہ کیوں نہیں کی؟ آخر سائنس پڑھنے والے سائنٹسٹ نے اس بات پہ نگاہ کیوں نہیں ڈالی کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک چھوٹے سے کمرے کے برابر جگہ میں' اللہ کہتا ہے ایک شے کو میں نے سو برس مارا، زندہ رکھا، سلایا اور کھانا بھی ویسا ہی تھا "قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِئَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ" کھانا دیکھا اُس پہ ایک لمحہ نہیں گزرا۔ اور پوچھا: "ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ" اے عزیرؑ کتنا عرصہ تم سوئے رہے؟ کہا: "قَالَ لَبِثْتُ يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" ایک دن اور رات "وَانظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى العِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا" {البقرہ:259} ذرا گدھے کو تو دیکھ، گدھا سو برس سے مرا پڑا ہے۔ پیغمبرؑ سو برس سویا پڑا ہے۔ کھانے پہ ایک لمحہ نہیں گزرا۔ کیا سائنس دان اس کرشماتی سائنس کو پہنچ سکتے ہیں؟ وہ اللہ ہے جو ٹائم کو مکمل ضبط کر دیتا ہے۔ وہ اللہ ہے جو دن اور رات کے وقفہ تک اُسے سو برس کے لیے relax کر دیتا ہے۔ نارمل گزرے تو جانور سو سال میں مر کھپ گیا ہوتا۔

خواتین وحضرات! اللہ کے ساتھ زیادہ بحث نہیں کرنی چاہیے۔ آپ پوچھ سکتے ہو اللہ سے کوئی سوال اُٹھے تو پوچھ سکتے ہو۔ ہم بھی پوچھ لیتے ہیں۔ تو میں نے شیخ سے کہا تو اکیلا ہی تھا؟ یہ کیا پرابلم ہے ہمیں؟ آج بھی تو قربتِ خداوند کے لیے بڑے دل دھڑکتے ہوں گے۔ آج بھی تو کوئی نہ کوئی اس کی ہمسائیگی کے لیے بے چین تو ہوگا، کوئی اس کی طلب میں تڑپتا تو ہوگا۔ ہو سکتا ہے کوئی ضرورت کے تحت ہو کوئی احتیاج ہو۔ مگر ایک بات تو کنفرمڈ ہے، پاکستان میں تو میں نے بہت دیکھے ہیں جو اللہ کی آرزو کرنے والے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے وہ حدیثِ مبارک کہ مجھے مشرق سے مجھے ہند سے خوشبو آتی ہے۔ یہ محبت میں نے کسی اور جگہ نہیں دیکھی۔ اِس پہ نوجوان کی محبت ہے جو پوری طرح ایکسپلائٹ ہوتی ہے۔ کبھی ایک پگڑی والا لے جاتا ہے کبھی دوسری پگڑی والا لے جاتا ہے۔ کوئی عذاب میں ڈال دیتا ہے۔ اور اِس مسلمان کو خدا کی محبت کی وجہ سے ایکسپلائٹ کیا جاتا ہے۔ بدلے میں کیا دیتے ہیں جی؟ کون سی ٹاپ ایسی ہے جس پہ خداشناس بیٹھا ہو، مذہب تو پیرامڈ کی طرح ہوتا ہے' اہرام کی طرح' کس کی چوٹی پہ بیٹھا ہوتا ہے خداشناس؟ کس کے مدرسے میں داخل ہو تو آپ کو دروازے سے خداشناس بنا کے نکال دیتے ہیں؟ حسن ابدال کے

قریب ایک دیوار بنی ہوتی تھی۔ اُس دیوار پر ایک عبارت کندہ تھی: ''ظلِ الٰہی عالم پناہ سلطانِ ہند جلال الدین محمد اکبر کے حکم سے اس جگہ دل آرام کنیز زندہ چنوائی گئی۔'' I was very young مجھے بڑا عجیب سا لگتا تھا کہ بادشاہِ ہند کے حکم سے ایک کنیز زندہ دیوار میں چنوائی گئی۔ بہت قریب ہو کے میں دیوار سے کان لگا کے سنتا I was very young کہ شاید ابھی چیخ رہی ہو۔ ابھی وہ کراہ رہی ہو، شاید وہ کسی کو مدد کے لیے بلا رہی ہو۔ حالانکہ کئی سو سال گزر چکے تھے۔ مگر آج مجھے اُس سے زیادہ چیخوں کی صدا سنائی دیتی ہے۔ اسلام مکتبوں میں ایسے قید ہے، ہر مکتبِ خیال میں بندش ہے، دیواروں میں چنا ہوا اسلام نظر آتا ہے۔ اُس کی ٹاپ پہ کہاں کوئی priority سلامت ہے؟ کسی مکتبِ فکر کے بندے سے پوچھو، تیری زندگی اور اسلام کا مقصد کیا ہے؟ کیا وہ یہ بتائے گا کہ my top priority is my God کیا وہ آپ کو بتائے گا کہ میں خدا کی تلاش میں دربدر پھرا؟ کیا وہ یہ بتائیں گے حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح اُس شخص کی تلاش میں ہوں جو خدا کی شناخت رکھتا ہو۔ پرانے اہلِ چشت کے پاس جب کوئی مرید آتے تھے تو اساتذہ کہتے تھے بال کٹوا کے آؤ۔ جی یہ کیا رسم ہوئی؟ ایسے ایسے خوبصورت بال ہوتے ہیں لوگوں کے، اور بالوں کی تو بڑی محبت آئی، حضرت جابر بن عبداللہؓ کے بال بڑے لمبے چوڑے خوب گھنے تھے۔ مگر رہتے پریشان حال تھے۔ حضور ﷺ کے پاس آئے' فرمایا کہ اِن کی عزت کیا کر۔ اللہ نے تجھے حسن بخشا ہے، اِن کی عزت کیا کر۔

اب دیکھئے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں اُن کو دو وقت دھویا کرتا تھا تیل لگایا کرتا تھا۔ اِدھر تو ویسے بالوں کے رُخ ہی عجیب و غریب ہو گئے ہیں۔ مگر شیخِ ہجویرؒ سے میں اِس گِلے کے بعد گھر واپس آیا تو کشف المحجوب کھلی ہوئی میز پر پڑی تھی۔ ہوسکتا ہے مجھ سے غلطی ہوئی ہو۔ کرامات میرے نزدیک low ranks رکھتی ہیں۔ تو میں نے دیکھا کتاب کھلی پڑی ہے اور اوپر دیکھا تو کہہ رہے تھے اے ابو سعید جب ہم زندہ تھے اور ہیں تو خراسان کی گھاٹیوں پہ تین سو ساٹھ اولیاء دیکھے۔ اور فرمایا کچھ صاحبِ حال تھے، کچھ صاحبِ نظر تھے، کچھ صاحبِ وقت تھے۔ میں نے سوچا شیخ کمال کا آدمی ہے۔ کیا یہ سب سے آگے تھا؟ سب کی حالتیں دیکھتے ہوئے گزر رہا ہے۔ پھر کہا ایک وقت آئے گا معاشرے میں شاید ایک خدا شناس بھی نظر نہ آئے۔ اتنا ڈائریکٹ جواب میں نے زندگی میں کسی سے نہیں پایا۔ تو پھر کیا خدا کی تلاش

چھوڑ دو گے؟ میری اتنی بات یاد رکھنا کہ جس اللہ نے پچھلوں کی حفاظت کی نگہبانی کی ہدایت دی وہ تمہیں بھی ضرور عطا کرے گا اور اپنی طلب سے پیچھے نہ ہٹنا۔ یہ وہ استاد ہے جس کے بارے میں سب لوگوں نے کہا کہ

ناقصاں را پیر کامل' کاملاں را رہنما

ایک الہامی سی فکر محسوس ہوتی ہے۔ اگر شیخ نہ کہے کہ جب میں اپنے اُستاد کے ساتھ گزر رہا تھا، میں ابوالفضل ختلیؒ کے ساتھ گزر رہا تھا...... مگر اس سے پہلے ایک بات یاد رکھیے شیخ نے اپنے آپ کو بیچ دیا' علم کے لیے۔ اپنی خطاؤں کو درج کر دیا۔ کوئی ہے ایسا بڑا اُستاد جو اپنی خطا سے آپ کو سبق دے؟ ایک اور جگہ شیخ فرماتے ہیں ہم ایسی مجالس میں حاضر ہوتے تھے جہاں چھتوں سے عورتیں لٹکی ہوتی تھیں اور بے ریش لونڈے مجلسوں میں ہوتے تھے اور قریب تھا کہ زہد و اِتقاء اُٹھ جاتا، میرے اللہ نے میرے ایمان کی حفاظت کی۔ کوئی استاد ہے ایسا جو اپنی کمزوری بتائے کہ میں نرالا نہیں تھا، میں بھی تمہاری طرح انسان تھا، میں بھی سب کمزوریوں کا شکار تھا۔ مگر مجھ پہ اللہ نے کرم فرمایا۔ کوئی استاد ہے جو یہ کہے کہ میں ایک پری چہرے کا نادیدہ عاشق ہوا قریب تھا کہ زُہد و اِتقاء اُٹھ جاتا کہ اللہ نے مجھ پر کرم کیا۔ آج کے اُستاد کیا کہتے ہیں؟ ہم لوحِ محفوظ دیکھ رہے ہیں، ہمارے نزدیک نہ آنا، ہم وہ پاک باز ہیں کہ اگر تم ہمارے قریب آؤ تو ہمیں فرشتوں سے کم نہ سمجھ کے آنا ورنہ خطا کھاؤ گے۔ مرشدوں کی تعریف میں وہ مبالغہ ہے کہ "لَّعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ" {آلِ عمران:61} یہ وہ مرشد ہیں جن کے بارے میں خدا کہتا ہے خبردار کبھی بھی اپنے آپ کو متقی نہ کہنا۔ کبھی بھی اپنے آپ کو متقی نہ سمجھنا، کیوں؟ کیونکہ میں جانتا ہوں خدا کہتا ہے: "فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ" {نجم :32} میں جانتا ہوں کتنے متقی ہو تم، تمہیں بچپن سے جانتا ہوں، تم خدا کو بتا رہے ہو کہ میں متقی ہوں "هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ" میں اچھی طرح جانتا ہوں تم کتنے متقی ہو۔ اِس لیے کوئی دعویٰ تقویٰ نہ کرو۔ میں تمہیں اُس وقت سے جانتا ہوں جس وقت تم biological existence میں آئے ہو۔ جب تمہیں میں نے زمین کے دامن میں رکھا ہے۔ ایک سنگل لائف سیل، میں اُس وقت سے جانتا ہوں جب تم پیرامیشیا اور امیبا کے سیل' جو انہضام کو تباہ کرنے والے سسٹم کا سیل' جو تمہارے اندر اب بھی پیدا ہوتا ہے' میں تمہیں اُس وقت سے جانتا ہوں۔ پھر کیا کیا؟ پھر ہم نے تمہارا نطفہ ڈبل کر دیا۔ پھر ڈبل کرنے کے بعد ہم نے اِس کو

ہدایت بخش دی۔مگر جب ہدایت بخشی تم کو ایک سبق دیا ایک ٹاسک دیا یہ ٹاسک یاد رکھنا چاہیے "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا "{الدھر :03} عقل تمہیں اِن جعل سازیوں کے لیے نہیں دی۔subsidy ان کاموں کے لیے نہیں دی تھی کیونکہ یہ بعد کے کام ہیں۔عقل تمہیں اِس لیے دی تھی تا کہ ترجیحات کا تعین کرو۔جس اُمت اور جس قوم کو top priority کا احساس نہیں ہوتا وہ کبھی بھی پراپر لی کمٹ نہیں کر سکتی۔یہ بات اچھی طرح یاد رکھو تمام عقل صرف ایک کام کے لیے دی گئی:"إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا "{الدھر :03} تو خدا کی سب سے پہلی priority یہ ہے کہ جو بندہ مسلمان ہے اسے مقدم رکھنا چاہیے کہ کم از کم اول و آخر پہلا مقصد خدا کو جاننا ہے۔ہاں ٹیچر کی محبت تو ہر دل میں ہوتی ہے،مگر یہ کیا مذاق ہے کہ ہم یہ نہیں ہو سکتے وہ نہیں ہو سکتے،ہم شیخِ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرح اللہ کے بندے نہیں ہو سکتے۔دیکھیں خدا کہتا ہے کہ ایک بات کا اُس نے فیصلہ کر لیا پھر آپ کرامت پہ جائیں گے؟ جب خدا نے ایک بات کا فیصلہ کر دیا کہ ہم نے تمام درجات علم پہ رکھے ہیں:"نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ" جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں۔مگر کس چیز پہ کرتے ہیں؟" وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ " {یوسف:76} ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔یہی شیخ ہجویرؒ کا رونا تھا۔کہتے ہیں کہ لا علموں کو کیسے خدا کے بندے مان سکتے ہو؟ جب خدا فیصلہ دے چکا ہے آپ کو:" نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّن نَّشَاءُ" جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں:" وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ " اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔اللہ بہت کرم فرمائے امام ابنِ سیرینؒ پر،فرمایا کرتے تھے خیال کرو مذہب آسان نہیں ہے،یہ سستا سودا نہیں ہے۔خوب اچھی طرح دیکھ لیا کرو کہ دین کہاں سے لیتے ہو۔آپ تو ہر ان پڑھ کے پیچھے اِس طرح پڑے ہوتے ہو۔قرآنِ حکیم صرف فلسفے کا جاننا ہوتا تو تمام فلسفی خدا پرست ہوتے۔قرآنِ حکیم کس چیز کا جاننا ہے؟ شیخ ہجویر کا ہی قول سُن لو"خدا کو جاننے کے لیے ہر علم کا اتنا حصہ درکار ہوتا ہے جو خدا کی شناخت کے لیے ضروری ہے۔"وہ تو آپ کو ایک ماسٹر لی علوم کی معرفت دینا چاہتے ہیں۔مگر کیا سچی باتیں ہیں،جو اتنی سچی باتیں کر سکتا ہے اپنے بارے میں تو وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہم اپنے استاد کے ساتھ چل رہے تھے۔رستے میں کیچڑ تھا۔سب کے کپڑے گندے ہو گئے۔میں اپنے استاد کا جو استعجاب ہے اُس پہ حیران ہوا آپ نہیں حیران ہوں گے؟ وہ میری طرح تھا آپ کی طرح تھا۔کہتے کہ ہم سب کے

کپڑے خراب ہو گئے مگر ہمارے شیخ کے لباس پہ ایک ذرہ کیچڑ نہیں لگا۔ میں حیران ہوا۔ آپ بھی حیران ہوں گے۔ اگر ایسا واقعہ ہو جائے۔ کیا انسانی کیفیت سے باہر ہے یہ استعجاب؟ یہ کیا ماجرا ہے کہ کیچڑ سے سب گزر رہے ہیں سب کے کپڑے گندے ہو گئے ہیں، شیخ کے لباس پہ کوئی دھبہ بھی نہیں۔ آپ اندازہ کیجیے، جو چیز آپ جاننا چاہتے ہیں وہ اس قول میں ہے۔ ''میرے شیخ نے میرے اِس خطرۂ قلب پہ آگاہی پالی اور فرمایا علی بن عثمان جب بندے کا معاملہ اللہ کے ساتھ اور اللہ کا معاملہ بندے کے ساتھ صاف ہو جائے تو دنیا کی کوئی غلاظت اُس کے دامن کو نہیں لگتی۔'' اب آپ بتائیں آپ نہیں کر سکتے ہو؟ معاملہ ہی صاف کرنا ہے ناں اللہ کے ساتھ۔ آپ کیوں نہیں کر سکتے ہو؟ ایک خیال کر لو ایک ویلیو کو اپنے دامن میں سمیٹ لو۔ اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک جھوٹ کم بول لو۔

رب کعبہ کی قسم ہے وہ آپ کی چھوٹی سے چھوٹی قربانی کا خیال رکھتا ہے: "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" {سورۃ آل عمران:92} ایک بات یہ ہے کہ محبت میں کمی نہیں دیکھ سکتا۔ priority سے نیچے نہیں آ سکتا۔ آپ کو خیال ہونا چاہیے، پیر سے وہ مقدم ہے، بادشاہ سے وہ تقدیم رکھتا ہے۔ وہ دنیا اور کائنات کی ہر ویلیو سے معزز ہے۔ ایک وزیر اعظم کیسے چپڑاسی کی کرسی پہ بیٹھ سکتا ہے؟ ہندو نے پوری زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا: پہلے پچیس سال تک بھرم شری آشرم، گھرست آشرم آگے پچیس سال، گھرب آشرم اگلے پچیس سال۔ جب یہ پچیس برس گزر جائیں پھر رشی منی آشرم آخر میں جا کے پچھتر سال کے بعد۔ عشق و عاشقی کر کے زور آزمائیاں کر و لڑائی جھگڑے کرو۔ گھرست آشرم۔ اگلے پچیس برس نوکری پیشہ ہو جاؤ۔ جب یہ پچیس برس گزر جائیں تو گھرست آشرم۔ پھر سیاست کے لیے جھگڑو سارا کچھ کرو۔ پھر گھرب آشرم۔ جب پچھتر برس گزر جائیں تو پھر اللہ کی فکر کرو رشی منی آشرم۔ دیکھو تو آپ کا تواتر ایسے ہی گزرتا ہے۔ کسی جوان کے ہاتھ میں تسبیح ہو تو بڑے بوڑھے کہتے ہیں تیری کوئی عمر ہے اللہ یاد کرنے کی۔ یعنی جوانی میں اللہ کو یاد کرنا عجب لگتا ہے۔ حادثہ لگتا ہے۔ psychological disturbance لگتی ہے۔ کیا کوئی خوش دل نوجوان اپنی اچھی نیت کے ساتھ اللہ کے سامنے اپنی عبودیت کا اظہار نہیں کر سکتا؟ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ جب ہمارے پاس بہت سارے رنگ ہیں اردگرد بکھرے ہوئے، قوالیوں کے رنگ ہیں، رنگوں کے رنگ ہیں، پینٹ کے رنگ ہیں، اتنے

اتنے بڑے اشتہار آ رہے ہوتے ہیں' تو کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ: " صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ" {البقرہ:138} اللہ کے رنگ سے کون سا رنگ بہتر ہے اور ہم اُسی عبادت کرتے ہیں۔کوئی جوان نہیں کہہ سکے گا؟ وقت بڑا نازک ہے۔لسٹنگ شروع ہوچکی ہے۔پلک جھپکنے میں لسٹنگ شروع ہو جائے گی۔اتنے زیادہ بچنے والے نہیں ہیں۔ پاکستان بڑا ملک ہے'وہ آپ کا ملک ہے اِس لیے نہیں ہے۔دیکھو یہ رنگ ہے۔پورا پاکستان ایک خاص رنگ ہے۔عجیب سی بات ہے۔

دیکھو یہ ایک اصول ہے۔اِس کو ہم objective correlative کہتے ہیں۔ کہ جب دماغ میں کوئی خیال پیدا ہو اور اُس کے مقابلے میں معاشرے میں جو situation پیدا ہو معاشرے میں خیال کا جو مظہر آئے وہ objective correlative کہلاتا ہے۔ پاکستان کیسے بنا؟ آپ نے بڑا زور لگایا' ملازمتیں کم ہونے پہ احتجاج کیے کچھ بھی نہیں بنا۔آپ نے کہا مسلمان کو انگریز ذلیل کر رہا ہے۔اب دیکھو سر سید احمد خان کی اگر اسبابِ بغاوتِ ہند پڑھو تو نظر آتا ہے مسلمان بہت ہی ذلیل کیا جا رہا تھا۔پھر بھی کوئی کاز نہیں بن رہی تھی۔اُدھر آپ کی زبان سے ایک خداداد جملہ نکلا پاکستان کا مطلب کیالا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ کا objective correlative کیا ہے؟ بھائی وہ آپ کے دین کا تیسرا حصہ ہے کہ جب آپ نے" لا الہ الا اللہ" کہا' اللہ نے فرمایا اِس کے نتیجے میں انہیں ملک دے دو۔اِس ملک پہ خدا کی عنایت ہے۔ظاہر ہے جہاں اللہ کی اتنی بڑی عنایت ہو وہاں شیطان کی بھی بڑی عنایت ہو گی۔آپ کو برا لگتا ہے کہ برائی ہے مگر مجھے نہیں لگتا۔مجھے لگتا ہے کہ ظاہر ہے اس ملک کے نصیب کو اللہ نے اتنا بلند کیا کہ شیطان اور اُس کے تمام ٹولے نے اِدھر ہی حملہ کرنا تھا ناں اور کدھر جانا تھا؟ سعودی عرب تو جائے گا نہیں۔اُدھر تو اُس کو پریکٹیکلی کنکریاں پڑتی ہیں۔تو اُس نے پاکستان کو دیکھا اِدھر کنکریاں بھی نہیں پڑتیں اور لوگ بھی بڑے ماشاء اللہ hospitable ہیں بڑا خیال رکھتے ہیں۔تو وہ اِس ملک میں آ گھسا۔آپ یقین کرو کہ جب بھی کوئی بڑا انسان پیدا ہوتا ہے اُس کی کمی صدیوں پوری نہیں ہوتی۔جان ملٹن ایک شاعر پیدا ہوا۔اس نے Paradise Lost لکھی۔وہ اتنا بڑا شاعر تھا کہ دو سو برس انگریزی میں کوئی شاعر ہی نہیں پیدا ہو سکا۔اقبالؒ پیدا ہوئے۔چھوٹے موٹے شاعر تو ہوتے رہتے ہیں مگر کوئی اقبالؒ کی heights تک پہنچتا نظر

آتا ہے؟ کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر واپس مڑنا پڑتا ہے۔ ادبِ عالیہ کی لمٹس دیکھنی پڑتی ہیں۔کوئی چھوٹا سا فیض آیا تھا، کھپ گیا کسی کو یاد ہی نہیں رہا۔کوئی قتیل شفائی آیا کسی کو یاد نہیں رہا۔کوئی زبر دستی ادب اردو پڑھے گا تو تب کہیں جا کے کسی کو فیض ملے گا۔ مگر اقبالؒ آج بھی گلی کوچے میں ہے۔ اب بھی آپ کے دلوں میں ہے۔اب بھی آپ اپنی اولاد کو نصیحت کرنی ہو تو کہتے ہیں

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

وہ اب بھی موجود ہے۔ یہ لوگ Lawgiver ہوتے ہیں۔ اتنا آسان نہیں اِن کے بعد بڑی شخصیتوں کا پیدا ہو جانا۔ مگر اقبالؒ مرتے وقت کیا کہہ گیا تھا؟ میں نہیں ہوں۔ جیسے ہر سمجھ دار آدمی گزرتے ہوئے کہتا ہے یار میں وہ نہیں ہوں۔

سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دیگر دانائے راز آید کہ ناآید

ارے میں تو مرنے والا ہوں۔ پتا نہیں کب وہ آئے گا دانائے راز، پھر اُس نے ایک مشورہ دیا۔ ہر استاد آنے والے استاد کو ایک مشورہ دیتا ہے۔

اگر می آید آں دانائے رازے
بدہ اُو را پیامِ جاں گدازے

وہ آپ کو مشورہ دے کے گیا اور یہ سیاست دان نہیں چاہئیں آپ کو

کہ ضمیرِ امتاں را پاک می کند
کلیمے یا حکیمے نے نوازے

اُمتوں کے ضمیر یہ لوگ نہیں صاف کر سکتے۔ یہاں کوئی کلیم چاہیے' معجزاتی شخصیت۔ایسا عالم جو خدا کا گیت گاتا ہو۔ بدقسمتی سے جب تک نہیں آتا آرام کرو، سوچو غور کرو مگر خدا کے اُن احکامات کی خلاف ورزی نہ کرو۔ آپ جذباتی اور مشتعل ہو چکے ہو you want your own solutions انگریز نے یہ کتنی معقول بات کہی کہ you can't bring that revolution the time of which is not come. کہتا ہے یار مقدر پرست ہو تم؟ تم کون سا اللہ کو مانتے ہو، میں مانتا ہوں you can't bring that revolution

the time of which is not come. کوئی شخص وہ انقلاب نہیں لاسکتا جس کا اِذن خدا نے نہ دیا ہو۔ آپ کیسے زبردستی انقلاب لاؤ گے؟ مگر ایک خبر سُن لو انقلاب ہے بہت زبردست۔ انقلاب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے چکے ہیں۔ امام بخاریؒ وہ حدیث لائے، مہدی پہ حدیث، فرمایا کہ ''زمانۂ آخر میں مسلمانوں کے گروہ کا سردار ایک نیک مسلمان ہوگا۔'' یہ ہے مہدی کی حدیث' ایک واحد حدیث۔ مسلم میں بہت ہیں۔ مگر جن کو آپ ''پیغمبر فی الحدیث'' کہتے ہو، اصح الصحیحین کہتے ہو اُس میں صرف ایک حدیث ہے کہ زمانۂ آخر میں میری اُمت کے گروہ کا سردار ایک نیک مسلمان ہوگا۔ کسی نے پوچھا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا جب زمین پہ ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ اب اِس کو اُلٹ کے دیکھو۔ جب تک ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا قیامت نہیں آئے گی۔ اِس انسانی فیکٹری کی wastage اتنی ہے۔ اس فیکٹری کی کتنی بڑی wastage ہے۔ ایک ارب مسلمانوں میں سے ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا ہوگا قیامت نہیں قائم ہوگی۔ آپ کو قرآن پڑھنا نہیں آتا یا مجھے نہیں آتا؟ مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔ وضاحت سے خدا کہہ رہا ہے اے مسلمانو تمہیں تکلیف آ ہی نہیں سکتی گردش آ ہی نہیں سکتی۔ ہاں چھوٹی موٹی آزمائش : "مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ " میں نے ویسے اتنی خوبصورت آیت نہیں پڑھی۔ آپ کہتے ہو میں پریشان ہوں۔ میرا حساب اُلٹا ہوگیا ہے، میرا کاروبار نہیں ہے، میرے بیوی بچے اُلٹے ہیں۔ اُو نیک بختو اُدھر بھی تو کوئی دھیان کرو۔ وہ کہتا ہے: "مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ " ارے مجھے کیا پڑی ہے تم کو عذاب میں ڈالتا رہوں اے میرے بندو؟: "مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ " تو طرزِ کلام ہی ڈیفرنٹ ہے قرآن کا" إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ " اگر تم ہماری یاد والے ہو، ہم پہ ایمان رکھتے ہو تو ہمیں کیا پڑی ہے تمہیں عذاب دیں۔ ذرا غور کر کے دیکھو کہ تم پراپرلی ایمان نہیں رکھتے ہو، تم پراپرلی مجھے یاد ہی نہیں کرتے۔ خدا اپنی کائنات میں اجنبی کی طرح ہے۔ کسی وقت نیٹشے نے ایک جملہ لکھا تھا God is dead and mankind has thrown Him out from the universe. نیٹشے بڑا تمرّد پسند قسم کا فلاسفر تھا مگر اُس کا حشر جرمنی میں کیا ہوا تھا؟ جب ایسی سٹیٹمنٹ دو گے اور اس کے correlative جرمنی پیدا ہوا۔ جو جرمنی کا حشر ہوا وہ دیکھ لیا۔ مگر پاکستان کے بارے میں کچھ اور خبر ہے۔ حضرتِ نعیمؓ کی حدیث ہے کہ اہلِ ہند کے مسلمان پہلے اہلِ ہند کے کفار کو شکست دیں گے اور اُن کے

امراءاور روٗسا کو گرفتار کریں گے اور پھر شام میں مریمؑ کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ غور تو کرو آپ کا منصب کیا ہے اور جا کدھر رہے ہو؟ اب ذرا غور تو کرو کہ حضرتِ نعیم بن حمادؒ کیا کہہ رہے ہیں۔ اہلِ ہند کے مسلمان پہلے اہلِ ہند کے کفار کا مقابلہ کریں گے پھر آپ کا کام یہیں نہیں ختم ہو جاتا پھر شام میں مریمؑ کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔

خواتین و حضرات! آپ کو دیکھنا ہے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ Let's try to get out of this flux of non-sense in which we are involved. گناہ و ثواب سے زندگی کو نہ دیکھو، کمٹمنٹ کے لحاظ سے دیکھو۔ ایک priority کی حفاظت کرو، گناہ و ثواب سے کیوں ڈرتے ہو؟ کیا تم غلطی کے لیے بنے نہیں ہو؟ کیا تمہیں پاک باز ہونا ہے یا تم اُن فقیروں کے دعوے سنتے ہو جو ہمہ وقت اپنی پاک بازی کے راگ الاپتے ہیں۔ کیا اُن لوگوں کے لیے قرآن کہے گا؟" قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" خدا کہتا ہے صلاحیت کس لیے دی تھی؟ جان پہچان کے لیے دی تھی، ملاقات کے لیے دی تھی، سلام اور دعا کے لیے دی تھی اور تم نے کیسے اُسے بیجا خرچا؟ وہ مسلمان ہی نہیں جو خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔ "إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا" تمہارا اللہ وہ ہے جو تمہارے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ گناہ و ثواب کے فلسفے میں نہ جاؤ۔ صرف اللہ کی priority اور ترجیحِ اول کے منصب کو سمجھو۔

وما علینا الا البلاغ

سوالات وجوابات

سوال: تصوف کیا ہے؟ صوفی یا ولی اللہ کی پہچان کیسے ہوسکتی ہے؟ کیا دیگر مذاہب میں بھی ولی اللہ ہوسکتے ہیں؟ تصوف کے مختلف سکول آف تھاٹ پر بھی روشنی ڈالیں؟

جواب: خواتین وحضرات! ایک مسابقت کی جنگ جاری ہوتی ہے جب لوگ خدا کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ بہت سارے سکولز آف تھاٹس ہیں اور ہر ایک کا معیار ایک نہیں ہوتا۔ کوئی سمپل جذباتیت سے چلتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات خدا اپنے دین کی موافقت کسی فاجر وفاسق سے بھی لے لیتا ہے۔ بعض اوقات کچھ لوگوں نے بہت اچھی باتیں اللہ کے بارے میں کہیں باوجود اِس کے کہ وہ مسلمان نہ تھے۔ بہت بڑی نعمتوں سے لوگ اِس لیے محروم ہوئے کہ اندازہ یہ کیا جاتا ہے کہ باوجود اِس کے کہ وہ بڑی اچھی فطرت والے تھے، اِس کے باوجود اُن کو وہ شناسائی نہ مل سکی۔ ایک دو غلط فہمیوں میں آپ کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی مذہب کسی خیال میں کوئی صوفی نہیں ہوسکتا۔ یہ صوفی ایک حرفِ زائد ہے۔ اصل میں یہ وہ لفظ نہیں ہے جس کو آپ جنرلی خداداد صلاحیتوں کے لیے استعمال کرتے ہو۔ ''مومن'' اور ''ولی'' کے جو دو لفظ قرآن میں استعمال کیے ہیں یہ اُن دو لفظوں کے متقابل انسان نے گھڑا ہے۔ فرض کرو مجھے آپ پوچھو کہ آپ کیا ہو؟ یہ تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں صوفی ہوں۔ کیونکہ اِس لفظِ صوفی میں اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی لفظِ ولایت میں ہے اور جتنی لفظِ مومن میں ہے۔ یہ تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں صوفی ہوں مگر آپ کو بھی بڑا لفظ نہیں لگے گا جو صوفی صافی بڑے پھرتے ہیں، الٹے بھی پھرتے ہیں سیدھے بھی پھرتے ہیں۔ مگر جب کوئی یہ دعویٰ کرے میں ولی ہوں یا مومن ہوں تو ایک بہت سیریس سوال بن جاتا ہے۔ کیونکہ مومن ہونے کی ججمنٹ ساری اللہ کے پاس ہوتی ہے اور ولایت کی ڈکلیریشن بھی خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ عالمِ اسلام میں تصوف کے اجرا کے بعد، کرسچن ورلڈ میں اور دوسری دنیاؤں میں بھی دعوے ہوتے رہے۔ سینٹ آگسٹین، اور جیسا کہ فلاسفرز کو سینٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ سینٹ سانتا ماریہ وغیرہ بے شمار ایسے کرسچن لوگ تھے جو ''سینٹ'' کہلائے یا ہم لوگوں نے بھی انہیں سینٹ ہونے کا ایڈوانٹیج دیا۔ یہ جواب میں گفتگو کر رہا ہوں، یہ اکیڈیمک گفتگو ہے کہ تصوف میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ہمارے پاس قرآن ہے حدیث ہے۔ جو بھی

روایت قرآن وحدیث سے ٹکرائے گی اُس کو صوفی ماننا تو بہت دور کی بات ہے' بلکہ یہ تو وہ حساب ہے کہ کوئی چور آ جائے اور منت کرے چلو مجھے چور نہ مانو چوکیدار مان لو۔ یہ بڑا فنی سا لگے۔ ولایت یا وہ امانت جو اللہ نے مسلمان فقراء کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد دی ہے it's very very different اب دیکھئے مثال کے طور پر عیسائیت میں دو بڑے مراقبے ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں مراقبے سمجھے جاتے ہیں۔ اُن میں سے چلۂ معکوس بھی ہے جیسے آپ نے سنا ہوگا ایک صوفی صرف اِس لیے مشہور ہیں کہ بارہ برس پانی میں چلّہ کیا۔ ان داستانوں میں اِتنی سچائی نہیں ہوتی۔ ریاضت کے اِن مقامات کو انسان صرف تاثر کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک اصل اہمیت اُس علم کی ہوتی ہے جو اللہ اپنے بندوں کو خصوصاً امانت کے طور پہ عطا کرتا ہے۔ آپ نے قرآن پڑھا تو دیکھا ہوگا کہ سب سے بڑی نشانی کسی صوفی کی جو خدا بتاتا ہے نہ کوئی miracle نہ کوئی معجزہ کچھ بھی نہیں بتاتا۔ یہ کہتا ہے: "أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" {سورة يونس: 62} خدا کا دعویٰ یہ ہے کہ میری ولایت کی نشانی یہ ہے بندوں پر کہ اُن پہ خوف وحزن زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ وہ اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے اندرونی اور بیرونی اپنے تمام inner complicities اور احساسِ کمتری سے آزاد ہوتے ہیں۔

سید ہجویرؒ نے جو سب سے بڑی تعریف کی ہے صوفیاء کی اس میں ایک تعریف ہے "التصوف الحریت" کہ تصوف آزادی کا نام ہے۔ دنیاوی تعلقات سے غم وغصہ جس وجہ سے، جس possession سے پیدا ہوتا ہے اور جن المیوں کی وجہ سے ہوتا ہے خدا رفتہ رفتہ اپنے کرم سے دلوں میں اصلی اہمیتیں بڑھاتا ہے اور کم تر اہمیتوں کو زائل کر دیتا ہے۔ مگر ایک عجیب وغریب بات دیکھیں یہ آیت اُن لوگوں کے لیے بہت بڑا تحفہ ہے جو خدا کی ولایت اور محبت چاہتے ہیں مگر شاید علم نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ میں کراچی ایک میمن سے ملا۔ میں نے کہا: میں بہت زور لگا چکا ہوں مجھے ابھی تک یقین نہیں آیا نہ ولایت کا نہ مومنیت کا مگر تمہارے پاس بڑا آسان طریقہ ہے۔ میرے پاس یہ کام بڑا مشکل تھا پچاس سال کی جدوجہد کے بعد خدا پر اعتبار تو بہت بڑھا مگر اپنی صلاحیت پہ نہیں۔ مگر دیکھو تمہارے لیے کتنا سادہ سا معاملہ ہے کہ خدا نے کہا "الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" {البقرہ: 274} کہ جن لوگوں کے پاس مال ہوا، انہوں نے دن

رات میں خرچا، چھپا کے خرچا بتا کے خرچا، دو چار ٹیلی وژن کیمرہ کے اندر خرچا، کوئی مسئلہ نہیں ہے ہمارے طرف سے اُن کو اجر دیا جائے گا" وَلاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُونَ "۔ قرآن بہت واضح ہوتا ہے ہمیں ایک چیز سے دوسری چیز کو explain کرنا پڑتا ہے۔ اِدھر وہ اولیاء اللہ کے بارے میں کہتا ہے:"أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ" {سورة یونس:62} اُدھر مال دار جو مال خرچتے ہیں اُن کے بارے میں کہتا ہے:"فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ" تو میں نے اسے کہا تھا کہ تھوڑے سے مجھے بھی ولایت کے اسباب دے دو، تھوڑے سے پیسے دے دو، تھوڑے سے پیسے خرچ کر کے میں آسانی سے ولی بن جاؤں۔ کیونکہ یہ علم کے رستے بڑے مشکل ہوتے ہیں۔ عالمِ اسلام میں جو بہت بڑے صوفیاء کے سلسلے بنے اور جن کو "گرینڈ ماسٹرز" کہا جا سکتا ہے۔ اُن کے دو بڑے سلسلے تھے اور چار بڑے امام تھے۔ اُن میں خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ امامِ مغرب انتہائی سادہ۔ تمام بڑے آئمہ کا ایک رُول، ایک طریقہ ہے۔ وہ ہے اعتدال۔ تمام بڑی سے بڑی ولایت جو ہے مڑتی ہے طریقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور اعتدال کو اور وہی فائنل ججمنٹ ہوتی ہے۔ کوئی غیر معمولی اکتساب اسلام میں ولایتِ عظمٰی کا باعث نہیں بنتا۔ سب سے بڑی ولایت اور پورے مغرب کے امام کو خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ کہتے ہیں۔

اُن کے بارے میں دو جملے آپ کو سنانا پسند کروں گا کہ چاہے کتنے بھی کڑے وظائف میں ہوتے اگر کوئی مہمان آ جاتا تو سارے وظائف چھوڑ دیتے اور مہمان کی خدمت میں پیش ہو جاتے۔ پھر ایک دفعہ کہا ولایت کے تابعداروں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ بازاروں میں نہیں چلتے۔ کہتے ہیں ولی اللہ اور خریداری؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اُن کا خیال یہ ہے کہ ولی کو کوئی خریداری کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا یہ حال ہے کہ مارکیٹوں سے نہیں نکلتے۔ اس کے ساتھ پھر فرمایا "لوگوں کو کیا ہو جاتا ہے کہ ایک ولی ہونے کا ڈھونگ رچانے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا سے ہٹ کے چلنا چاہیے اور کسی سے عام ملاقات نہیں کرنی چاہیے۔" اب دیکھو یہ صفات ہمارے معاشرے میں سمبل بن گئی ہیں۔ انہی پہ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں ہمارا مرشد کھاتا پیتا نہیں تھا، فلاں نہیں کرتا تھا، ایک ٹانگ پہ بارہ برس گزار دیے، دوسری ٹانگ پہ چوبیس برس گزار دیے۔ تو یہ ساری خرافات ہیں، اِن کا کوئی تعلق ولایت سے نہیں ہوتا۔ basically یہ خدا

کی دوستی اور محبت ہے۔ اِس کے بارے میں جو اُصولی بات خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے چلی آتی ہے کہ "خدا جسے اپنا علم دینا چاہتا ہے اُس کی آنکھ اُس کی ذات کے اوپر کھول دیتا ہے۔" جب میں دوسروں کا ناقد ہونے کی بجائے اپنا ناقد ہوجاتا ہوں۔ اپنے اعمال پہ نظر رکھتا ہوں، اپنے اچھے اور برے کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہوں تو میں ولایت کا آغاز کرتا ہوں۔ میں خدا کی دوستی میں جب یہ کام سرانجام دیتا ہوں (تو اللہ کے رستے پہ سفر کا آغاز کرتا ہوں)۔ ایک دفعہ مجھے اشفاق احمد خان صاحب نے پوچھا تھا آپ کیسے صوفی کی طرح ہیں؟ میرے ایک دوست نے پوچھا آپ صوفی اور تصوف کی کیا تعریف کرتے ہیں؟ تو یہ میں آپ کو ایک جملے میں بتادوں۔ یہی صوفیت کی تعریف ہے: اگر مناسب وقت اور مناسب عقل کے ساتھ اپنی زندگی میں ترجیحات کے انتخاب میں اگر آپ نے خدا کو ترجیحِ اول سمجھ لیا، قرار دے لیا تو آپ صوفی ہیں۔ اگر آپ نے اپنے اللہ کو دین کی، اخلاق کی، جذبات کی، احساسات کی برتری کو جان لیا تو سمجھ لو آپ نے خدا کے رستے پہ پہلا قدم رکھ دیا۔ بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ آپ ولایت کو اُس کی آخری منزل سے دیکھتے ہو۔ آپ عبدالقادر جیلانیؒ کو اُس وقت دیکھتے ہو جب وہ غوثِ اعظم بھی تھے اور قطب الاقطاب بھی تھے، جب وہ جنوں کے سرتاج بھی تھے اور جب علم کے امام بھی تھے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ وحشتِ خیال میں مَیں ایسا گم ہوا کہ چلتے چلتے میں بہت دور ایک گاؤں تک پہنچ گیا، تو وہاں ایک بڑھیا سے میں نے پوچھا جب مجھے ہوش آیا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ تو اُس نے کہا اگر تو عبدالقادرؒ ہو کے نہیں جانتا تو میں تمہیں کیا بتاؤں۔ یہ آگہی اور یہ نا آگہی یہ جوش و اخلاص، تمام اولیاء پہ یہ وقت آتا ہے۔ مگر دیوانگی ولایت کا شعور نہیں ہوتی۔ ہاں وہ حدیثِ مبارک ضرور ہوتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کو اتنا یاد کر کہ تجھے لوگ پاگل سمجھیں۔ پھر اتنا یاد کر کہ خدا تیرا بازو بن جائے، تیری زبان بن جائے، تیرے ہاتھ بن جائے، تیری وجہ سے بارش برسے، تیری وجہ سے لوگ حیات پائیں، تیری وجہ سے لوگ نمودِ زندگی پائیں۔ پھر آپ اللہ کے ہاں ایسے بنو، مشکل ہے؟ قطعاً مشکل نہیں ہے۔ ایک واسطہ ایک رابطہ ہے۔ دیکھو میں دنیا کی ہر چیز کرتا ہوں کھانا ریگولر لی کھاتا ہوں، نہاتا ہوں، بال بچے پالتا ہوں، بیوی کی ضرورت پوری کرتا ہوں، سارے دنیا کے کام کرتا ہوں مگر ایک چیز کو لازم قرار دیتا ہوں کہ اے اللہ ساری چیزیں تیرے ریفرنس سے ہیں۔ زندگی کا پہلا اور آخری سانس

تیری وجہ سے ہے۔ بیوی، بچے تیری وجہ سے ہیں، مال و اسباب تیری وجہ سے ہیں عزت و ذلت تیری وجہ سے ہے: "قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" {آلِ عمران:26} سارے تیری وجہ سے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تیری حیثیت میرے معاملات میں نہ ہو؟ پھر کیا وجہ ہے کہ تو سارا دن مجھے یاد نہ آئے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

خواتین و حضرات! مجھے غالب کا ایک شعر بہت پسند ہے۔ اتفاق سے یہ شعر میرے مقصد اور نیت کو ظاہر کرتا ہے۔ عقل دے کے اللہ نے بال میری کوٹ میں پھینک دیا بس، یوں سمجھو اُس نے کہا play with it my children کھیلو کودو، جو مرضی کرو۔ مگر ایک بات یاد رکھنا یہ ساری امانت ہے عقل، یہ تمہاری نہیں ہے، یہ تمہاری پراپرٹی نہیں ہے: "إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ" {الاحزاب:72} یہ امانت تمہیں کام کے لیے دی ہے۔ جسے تم مقدر سمجھتے ہوناں جس کے بارے میں کہتے ہو یہ ٹل نہیں سکتا۔ یہ غلط ہے کہ یہ ٹل نہیں سکتا' جو اللہ قرآن میں یہ کہتا ہے "إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ" {الحج:18} اُس کو آپ کہو گے وہ ٹال نہیں سکتا؟ وہ موت نہیں ٹال سکتا؟ وہ زندگی نہیں ٹال سکتا ؟ کچھ اُصول متغیر نہیں کر سکتا؟ جو اُس نے خود بنایا اُس کو نہیں بدل سکتا؟ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیثِ مبارک ہے اور بالکل مستند ترین احادیث میں سے ہے کہ لوگ جس کے اچھے افعال کی وجہ سے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اللہ اُس کی عمر بڑھا دیتا ہے۔ اور امام زین العابدینؒ کا قول سامنے رکھ لو اور کیا خوبصورت بات ہے۔ میں نے پوری زندگی ایسا خوبصورت قول بہت کم سنا ہے۔ فرمایا مہمان کے پاس بیٹھا کرو، اُس کے ساتھ شریک ہوا کرو، جب تک وہ بیٹھا رہے تم بھی ساتھ شریک رہا کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو خدا وہ سارا وقت تمہاری عمر سے نکال دے گا۔ یہ باتیں اللہ کے اُن بندوں نے بتائیں جو راز جاننے والے تھے۔ انہوں نے بتائیں کہ پروردگارِ عالم نے کتنی رعایتیں تمہارے مقدر میں رکھی ہیں۔ میں نے بتایا تمہیں وہ کہتا ہے: "أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ" اضطراب میں کون مضطرب کی دعا سنتا ہے؟ آپ کو کیا ہو سکتا ہے؟ پرابلم آپ کا کیا تھا؟ ایک چھوٹا سا' خدا یہ چاہتا ہے: "أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ"

{النمل:62} کون تمہاری برائی کی گرہیں کھولتا ہے؟ خدا ہی تو ہے مگر آپ اُس کو یاد بڑا کم کرتے ہو۔ اِس قسم کے عذاب سے شناسائی کے لیے کتنی آیات قرآن میں موجود ہیں۔ پھر آپ بلا میں کیوں رہتے ہو؟ کس چیز کو اُس کے غضب میں ڈھال دیتے ہو۔ ایک اس کی تسبیح۔ مَیں نے کہا ایک اُس کی پالیسی اپنالو کھاؤ پیو، عیش کرو مگر ایک کام اُس شاعر کی زبان میں کرلو کہ

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار

غالب نے کہا، یہ مگر غالب نے اللہ کے لیے نہیں کہا۔ اِس شعر کو میں نے اپنی مرضی سے اللہ کے لیے ڈھال لیا۔ میں تو اس چیز کا قائل ہوں میں اللہ کو کہوں کہ بڑی مصیبتوں میں رہا، بچے پالتا رہا، پڑھتا رہا، پڑھاتا رہا، بڑی مشقتیں تھیں، مقدر کی فکریں کرتا رہا۔ خدا کہتا ہے تو سارے جھوٹ بولتا رہا۔ ان سارے کاموں میں سے تیرا کوئی کام نہیں تھا۔ تیرا کام تو کچھ اور تھا۔ تجھے پروٹوکول دیا تھا۔ عقل دی تھی۔ تفاخر دیا تھا۔ سلوشنز دیے تھے۔ تجھے تو بہت بڑا پراجیکٹ بنا کے میں نے بھیجا تھا۔ تُو تو فخرِ مخلوقات بنا کے بھیجا گیا تھا۔ تجھے تو یہ سکھایا تھا کہ اِن چھوٹے چھوٹے ٹریپس میں نہ پڑنا۔ اپنا پراجیکٹ پورا کر کے آنا: "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" {الدھر:03} ساری عقل امانت کے طور پہ دی کہ جب واپس آؤ تو صرف ایک سوال پوچھوں گا، میرے بارے میں سوچا تھا؟ میں تھا کہ نہیں تھا؟ قبر کا سوالِ اول ہی یہ تھا میں تھا کہ نہیں تھا؟ مجھے پہچاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ کھاتے پیتے رہے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ تم تھوڑے سے چالاک بنو بحیثیتِ انسان کے، سب کچھ کرو کھاؤ پیو عیش کرو مگر ساتھ ساتھ بال اُس کی کورٹ میں پھینکتے رہو۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روز گار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

کاش میں اسے کہہ سکوں کہ اے اللہ میاں میں نے ساری خطائیں کیں، ہر خرافات میں الجھا رہا۔ میں نے کوئی نوٹنکی نہیں چھوڑی۔ کوئی ڈرامہ نہیں چھوڑا۔ ہر فلم دیکھی ہر فیشن شو دیکھا اُدھر بیچ میں بیٹھ کے گھس کے دیکھتا رہا۔ لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا۔ میں آج تک تیرے خیال سے غافل نہیں ہوا۔ میرا جاتا کیا تھا؟ یہ سوچو میرا جاتا کیا تھا؟ ایک زبان ہلانا ہے، ایک دل سے تسلیم کرنا ہے، ایک اللہ کو یاد کرنا ہے اور محبت سے یاد کرنا ہے۔ خدا نہیں ڈراتا۔ قسم لے لو جب سے قرآن پڑھا ہے۔ خدا ڈراتا نہیں ہے۔ ڈرائے تو کافروں کو تمہارے دشمنوں کو کسی مسلمان کو کیوں

ڈرائے؟

سب سے بڑی غلطی اسلام میں تب آئی جب مسلمانوں نے مسلمانوں کو اللہ سے ڈرانا شروع کر دیا۔ ایسا ڈرایا مسلمانوں کو کہ انہوں نے کہا بخشا تو جانا نہیں ویسے ہی بھاگ نکلے۔ اتنا ظلم کیا اِس اجارہ دار نے امتِ مسلمہ مرحومہ پر کہ اِسے خوف سے مار دیا۔ اس کی توقعات سے وہ کرم گستری نکل گئی جو اصل میں اس کی شانِ ربوبیت تھی: " فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ " جب سب سے بڑی عبادت کے دن آؤ جب حج کے موقعہ پہ آؤ اور جب نمازیں ختم ہوجائیں، مناسک ختم ہو جائیں، رسومات ختم ہو جائیں تو اپنے دل کو پلٹو: " فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ " مجھے ایسے یاد کرو جیسے ماں باپ کو کرتے ہو۔ ہاں تھوڑا سا زیادہ: " أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا "{البقرة :200} تھوڑا زیادہ یاد کرو کیونکہ مجھے پتا ہے کہ تمہارے ماں باپ مجھ سے کم تر ہیں۔ مجھے پتا ہے سو مرتبہ کی مہربان ماں بھی تمہیں مجھ سے زیادہ پیار نہیں کر سکتی۔ جب حضرت یونس بن متی ایک لاکھ کے شہر کو بددعا دے کے نکلے۔ آپ نے کبھی اس آیت پر غور کیا: " فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ " {انبیاء:87} آپ کو احساس ہوا کبھی کہ ہم کیسے آیتِ کریمہ پڑھتے ہیں؟ خوشبوئیں، اگر بتیاں، نازک سی پھونکیں لگائی ہوئیں۔ کیا نازنخرے، کوئی نہائے بغیر اندر نہ آجائے۔ اُدھر اس پیغمبرِ محترم کو دیکھو انہوں نے کس حال میں پڑھی؟ غلاظت، بدبو، ظلمات، جسے اللہ خود کہتا ہے "ظلمات" انتہائی بدترین حالت میں پڑھی مگر آپ کو انعام دے گئے۔ یہ ہوتا ہے پیغمبروں کا فائدہ۔ "نہ صرف ہم نے یونسؑ بن متی کو نجات دی۔" بلکہ آپؐ کے علاوہ بھی: " وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ "{انبیاء:88} "قیامت تک کوئی ہم سے اِس طرح دعا مانگے گا ہم اُسے نجات دیں گے۔" کس برے حال میں گئے جنابِ پیغمبر اور کیا بڑی سوغات آپ کو دے گئے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ بار بار کہتا ہے آپ کو دیکھو ڈرو نہیں۔

مجھے تو سمجھ نہیں آتی آج کل کمپیوٹر استخارے نکال رہے ہوتے ہیں۔ دیکھو کتنا واہیات ہو گیا ہے ہمارا مذہبی پس منظر۔ مولوی صاحب کیسے تمہارا استخارہ نکالیں گے؟ کیا تمہارا کرب تمہاری تکلیف، تمہاری پریشانی مولوی صاحب کو منتقل ہو جاتی ہے؟ کیا خدا اُن کی اُس صلاحیت کا جواب دیں گے یا تمہارے دکھ اور اذیت کا جواب دے گا؟ اگر خدا آپ کو استخارے کا جواب

دے گا تو آپ کی اذیت کا دے گا: "أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ" مضطرب کی صدا سنے گا تو جواب دے گا ناں۔ کمپیوٹر پہ آپ کو جواب ملے گا؟ یعنی آپ نے خدائی کا ایک حصہ ہی کمپیوٹر کو منتقل کر دیا۔ اے امتِ مسلمہ کے نوجوانو اے بوڑھو! بہت خرافات ہم میں آ گئی ہیں اور سنی سنائی ہیں۔ قرآنِ حکیم میں تو اللہ کہتا ہے لوگو جب تم کام کاج ختم کر لو تو مجھے پیار سے یاد کیا کرو جیسے تم ماں باپ کو کرتے ہو" أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا " تھوڑا زیادہ کر دو تو سارا mannerism کلیئر ہو جائے گا۔ اگر تھوڑا زیادہ کر دو میرے ذکر کو تو مجھے پتا لگ جائے گا تم نے دنیا و کائنات میں سب سے بڑھ کے مجھے چاہا۔ اب جوان بوڑھے پوچھتے ہیں کیسے چاہیں؟ بتا تو رہا ہے کہ ماں باپ سے بہن بھائی سے سب سے بڑھ کر میں اِن کی ضرورتیں پورا کرتا ہوں۔ اگر میں چاہوں تو یہ تمہاری ماں ایک گھونٹ دودھ کا نہیں دے سکتی۔ اُو بندے سارے ہی کام تمہارے میں نے کرنے ہیں تو پھر میں حقدار نہیں ہوں کہ تم سب سے زیادہ مجھ سے پیار کرو؟ یہ طلب ہے اللہ کی اور تم بھاگے پھرتے ہو گناہ و ثواب میں، مارے گا یہ کرے گا وہ کرے گا۔

تمہارا عجیب سا حال ہے۔ پھر خدا کی دوستی کہاں سے ملے گی؟ اور خدا نے ایک مرتبہ نہیں کہا بلکہ قرآن میں بار بار کہا دیکھو جب کام کاج پورے کر لو "فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ "{النساء:103} بھئی کھڑے یاد کر لو، بیٹھ کے کر لو، کسی پہلو پہ تمہارا دل میرے لیے دھڑکے، کسی طریقے سے اللہ کا نام لیتے ہوئے ایک بال برابر سہی ایک جنبشِ نگاہ سہی ایک خیال جو محض اضطراب کی صورت میں پھوٹے کہ میرا بھی کوئی رب ہے I love Him simply, I just like Him. میرا راز دار ہی کوئی نہیں ہے۔ ساری دنیا سے راز چھپاتا پھرتا ہوں۔ ایک اللہ کے سامنے ننگا ہوں، ایک اللہ کے سامنے۔ ایک شعر غالب کا بڑا مشہور ہے کہ

ڈھانپے کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

کوئی پرائیویٹ تھینکنگ جاننے کا طریقہ ہوناں، جیسے وکٹر ہیوگو نے کہا تھا...... وہ دو بہت بڑے بین الاقوامی ناولوں Les Miserables اور The Hunchback of Notre-Dame کا مصنف ہے۔ بہت بڑا آرٹسٹ ہے، کلاسکس میں بہت بڑا نام ہے۔ اُس نے ایک جملہ بہت اچھا بولا تھا کہ "اگر ہر آدمی کے باطنی خیال ظاہر کر دیے جائیں تو سارے لوگ

دن میں کم از کم دس مرتبہ پھانسی چڑھیں۔'' اگر لوگوں کے سیکرٹس لے لیے جائیں تو کم از کم ہر آدمی دن میں دس مرتبہ پھانسی چڑھنے کا حقدار ہو۔ مگر کیا پروردگار ہے! سارا کچھ جانتا ہے پھر بھی تم پہ کرم کرتا ہے۔ سارا کچھ جاننے کے باوجود تمہارا راز دار ہے۔ مجھے اُس کا قولِ کریم یاد آ گیا جو قیامت کے دن ایک گناہ گار کو دے گا۔ کہتا ہے بات سنو تم نے بہت بڑا گناہ کیا تھا' تم نے چھپایا میں نے بھی چھپایا، پھر کہے گا تم نے وہ گناہ کیا تھا' تم نے چھپایا میں نے چھپایا، لیکن اُس گناہ کا کیا کروں جس کے اشتہار تم خود دیتے پھرتے ہو، جس پہ گواہ تم نے خود اکٹھے کیے ہیں۔ شرع تب لاگو ہوتی ہے جب کوئی گواہ ہو گا۔ جب تم شرع کے خود قیدی بن جاؤ گے تو پھر اللہ میاں کہتا ہے بھئی معاف کرنا میں نے تو انصاف کرنا ہوتا ہے۔ ایسے ہونا چاہیے کہ خدا کی محبت اور تصوف کے لیے غیر معمولی کچھ بھی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ ساری رات کسی رنڈی کے برآمدے کے سائے تلے کھڑے رہتے۔ ایک دن ہوا یہ کہ انتظار میں اذان ہو گئی۔ عبداللہ بن مبارکؒ ایسے ماشاء اللہ محدث اور فقیہہ ہیں کہ جن کا نام آنے پر بھی اہلِ علم انگلیاں چومتے ہیں۔ مگر ساری رات ایک رنڈی کے دروازے کے نیچے کھڑے رہتے۔ ایک دن کھڑے کھڑے صبح ہو گئی۔ صبح جب ہوئی تو ایک آواز دل میں آئی ''اے ابنِ مبارکؒ ایک اِس خاتون کے لیے ساری رات ضائع کر دی اور دو نفلوں کے لیے اللہ کے سامنے نہیں کھڑے ہو سکتے؟'' تب سے وہ بدلے۔ فضیل بن ایازؒ تب سے بدلے جب ڈاکہ مارتے ہوئے آواز سنی کیا اللہ کے بندوں کو اب ہوش نہیں آئے گی؟ کیا حقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا نہیں کریں گے؟ کیا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس حدیث پہ پورے نہیں اُتریں گے؟ کیا ہم وہ مسلمان نہیں ہوں گے کہ جو اللہ کے برگزیدہ بندوں کی متابعت میں اور اُس کے رسولوں کی تسلیم میں اپنے آپ کو دوبارہ زندہ کریں؟ ہم بہت آہستہ موت مر رہے ہیں there is nobody around us کوئی دنیا میں طلب نہیں کر رہا۔ دو ہی تو ملک ہیں جن میں خدا کی خوشبو ہے' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو ہے۔ آپ کو بھی بگاڑا جا رہا ہے اس بارے اقبالؒ نے شیطان کا قول نقل کیا ہے کہ

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بدن سے نکال دو

اپنے دلوں کی حفاظت کرو۔ جو اِس صدی میں پاکستان کے مسلمان کو نصیب ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ اِس گروہ بندی کو ختم کرو۔ اِس فرقہ بازیوں کو ختم کرو۔ کسی فرقے میں رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں۔ یہ قرآن کہتا ہے: "إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ " جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کرلیا، "وَكَانُوا شِيَعًا" اور جو گروہ بن گئے لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ "{الانعام: 159} اے میرے پیغمبر تو اِن میں نہیں ہے۔ کس لیے فرقوں میں تقسیم ہو؟ جو چیز مشتبہ ہو اُس کو avoid کرو، اگر فرقہ بازی مشتبہ ہے تو avoid کیوں نہیں کرتے ہو اُس کو؟ کیا تمہارا ٹائٹل کم ہے؟ تمہارا ٹائٹل یہاں سے نہیں آیا۔ ہندو پاکستان سے نہیں آیا۔ تمہارا ٹائٹل قرآن پاک نے دیا: "مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ "{الحج: 78} تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہو۔ تمہارا نام اُس نے مسلمان رکھا ہے۔ پھر خدا کہتا ہے ہم نے بھی پسند کیا، پھر محمد رسول ﷺ نے بھی یہی نام بخشا۔ کمال ہے اگر میں مسلمان ہوں تو مسلمان نام کی بجائے کسی اور نام کی حرمت اپنے دل میں بساؤں؟ کم از کم as a teacher I can not accept it. استاد وہ بڑے تھے جن کا میں ذکر رہا تھا۔ اِن کا سب سے بڑا وصف ان کی priorities تھیں۔

ہمارے پاس دو قسم کے اولیاء اللہ ہیں۔ ایک جن کے کوئی پیر و مرشد نہیں تھے، جیسے اِسی طرح ہم خیالوں میں پسند کرتے ہیں۔ اُن کو صوفیائے الٰہیات کہتے ہیں۔ اُن میں بڑے بڑے صوفی گزرے بایزید بسطامؒ گزرے، خواجہ حسن بصریؒ گزرے، رابعہ بصریہؒ گزریں، خواجہ حبیب عجمیؒ گزرے۔ یہ پانچ ہیں۔ اِس کے بعد جنیدِ بغدادؒ کے سلسلے شروع ہوئے۔ اور جنیدِ بغدادؒ اپنے تمام تر تعقل اور اعلیٰ ترین مدارجِ علمیہ کی وجہ سے سید الطائفہ کہلاتے ہیں یعنی تمام اولیاء اللہ کے سردار۔ مگر یہ بڑے اُستاد جتنے بڑے ہوجاتے ہیں اُن کا کوئی تابعدار نہیں بن پاتا۔ علم اُس طرح ٹرانسفر نہیں ہوسکتا جیسے ایک بڑے اُستاد کا درجۂ علم ہوتا ہے۔ خدا خوب اچھی طرح دیکھ لیتا ہے کہ علم کہاں رکھنا ہے اور باوجود اِس کے تمام زمانہ چار بڑے استادوں کی افادیت مانتا ہے۔ ایک خواجہ ابوالحسن شاذلیؒ، ایک جنیدِ بغدادیؒ، ایک خواجہ علی بن عثمان ہجویریؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ ان میں سے تین ایک ہی سلسلے کے ہیں۔ جنیدؒ کے سلسلے سے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نویں نمبر کے استاد ہیں اور ساتویں نمبر پہ سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ ہیں۔ خواجہ علیؒ خواجہ ابو الفضل ختلیؒ کے سلسلے سے

ہیں۔ان کا مسلک یہ ہے خدا کو عقل سے پہچانو' یعنی ہر آگہی اپنی اور ان کی آگہی کو سلامت رکھنا' عقل و معرفت کے ذریعے خدا تک پہنچنا۔ جنابِ جنیدؒ کے الفاظ میں ''سکر'' کا ایک سمندر بھی ''صحو'' کے ایک قطرے کو نہیں پہنچ سکتا۔اور اِسی سلسلے میں یہ اتفاق دیکھو کہ آپ کے ملک کو یہ شرف نصیب ہے کہ خواجہ علی بن عثمان ہجویریؒ آج جن کے حضور ہم بیٹھے ہیں اِن کا مقام دنیائے تصوف میں سنگولر ہے۔ اِن کے علاوہ کسی اور کو eastern mysticism پہ سند نہیں سمجھا جاتا۔ شیخ ہجویر کو بتیس زبانوں میں ٹرانسلیٹ کیا گیا۔اُس کی ایک بڑی وجہ تھی کہ کسی نے باطنی حقائق اور واقعات کو اِس طرح explain نہیں کیا جیسے سید ہجویرؒ نے اکتشاف کیا۔ حالانکہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی عظمت بہت زیادہ ہے۔مگر سید ہجویرؒ سے بڑا mysticism پہ ایسٹ میں کوئی سکالر نہیں سمجھا جاتا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایسا عظیم ترین سنگولر اُستاد ہمارے پاس ہے اور لاہور میں ہے۔ شیخ کی سب سے بڑی صفات As a teacher یہ ہیں کہ He keeps himself in balances, he never let you think that he is too great. ان کے مناصب شاید آپ کے منظر پہ نہیں آتے۔ میں نے جب بھی اُستاد کو دیکھا' استاد نے جب بھی بہت مشکل بات explain کرنا ہوتی تو اپنی مثال دے رہے ہوتے۔ حالانکہ آپ کہتے ہو کہ خواجہ بھی یہ سوچتے تھے؟ آپ سوچتے ہو کہ وہ ہماری طرح سوچتے تھے؟ وہ واقعی آپ کی طرح سوچتے تھے۔آپ بھی اُن کی طرح سوچتے ہو۔آپ اللہ کو سوچنا شروع ہی نہیں کرتے ہو۔ آپ اللہ کا بندہ بننا شروع ہی نہیں کرتے ہو،آپ تو ٹاپ سے قطب الاقطاب کو دیکھتے ہو۔انہوں نے بھی تو کبھی اِسی طرح شروع کیا تھا۔ سچ بولنے سے شروع کیا ہوگا اور وہ اتنے بڑے ہو گئے۔کیا ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ ایک خوبی کو ہاتھ میں رکھ لیں، ایک صفتِ انسانیہ کو برت لیں ہم بھی بڑے ہو جائیں گے۔کیوں اتنا احساسِ کمتری ہے؟ خدا کے رستے میں نفس کو ذلیل نہ کرو۔ یہ بھی جھوٹوں کی داستانیں ہیں کہ نفس کو رسوا کرنے سے اللہ کی شناخت ملتی ہے۔نفس کو ذلیل نہیں کرنا ہوتا۔مہذب کرنا ہوتا ہے۔اسے شریف کرنا ہوتا ہے: "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي" {سورة الفجر} نفس جنگلی تھا وحشی تھا درندہ تھا، بے کار تھا، لالچی تھا، حاسد تھا، کینہ پرست تھا، خدا کی طرف آؤ کچھ تہذیب پاؤ۔ نہ تصوف محض نماز ہے نہ یہ کشت وخوں سے حاصل ہوتی ہے۔تصوف اخلاق سے ہے۔تمام بڑے

اولیاء اللہ کا قول ہے کہ تصوف نام ہے صرف اخلاق کا۔

آپ دیکھتے نہیں روز صبح ٹی وی پہ چلتا ہے' دو بہت بڑی صفات جو اللہ کو بہت پسند ہیں ایک ہے کھانا کھلانا۔ اُس پہ کون سا زور لگتا ہے؟ ایک مسکین کو پکڑ کے کھانا کھلا دو۔ اُن میں سے دوسری صفت ہے اچھا کلام کرنا۔ اِن دو صفات کو آپ purely religious نہیں کہہ سکتے۔ یہ خالصۃً اخلاقی صفات ہیں۔ اِس میں کیا برائی ہے کہ آپ تھوڑے سے زیادہ بااخلاق ہو جاؤ۔ اس میں کیا حرج ہے کہ ایک آدھ مہمان کو اپنی سعادت بنالو۔ مگر خواتین و حضرات ہم نے بہت ساری اپنی عادتیں ترک کر دیں۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ جب ٹی وی پہ کوئی جدت کی شے چل رہی ہو تو آپ ٹی وی کی خاطر مہمان کو ہی نہیں قبول کرتے۔ ایک پروگرام کی خاطر گھر آئے مہمانوں کو ہزار بہانے کر کے نکال دیتے ہیں۔ یہ جو بداخلاقیاں دورِ حاضر کی آئی ہیں اِن سے انسان کا وہ وقار اور مسلمان کی وہ شناخت چھن گئی ہے۔ ہم کھلے صحنوں والے لوگ ہیں۔ جب سے ہم اکیلے کمروں میں بند ہونے والے بنے ہیں تب سے اُن کے اندر ہی سارے واش روم بن گئے ہیں۔ کسی کو زحمت ہی نہیں ہوتی۔ اندر ہی چولھا لگا ہوا ہے' ادھر ہی دودھ گرم کیا پانی پیا کھانا کھایا۔ ہمیں شوق ہی نہیں پیدا ہوتا اُس صحن سے گزرنے کا جہاں مہمانوں سے ملاقات ہو جاتی تھی۔

یہ افسوس ناک امر ہے کہ ہم روایتِ مسلم کو پسِ پشت پھینک چکے ہیں۔ وہ جو مردانہ جُود و سخا تھی اُسے ہم بھلا بیٹھے ہیں۔ may Allah once again give us this courage and audacity to find ourselves. میں تو بڑا حیران ہوتا ہوں عربوں کو دیکھ کے۔ وہ جو صحابی کی مثال ہے۔ جس کے گھر مہمان تھا۔ ابوطلحہؓ کے گھر کھانا ایک آدمی کا تھا۔ انہوں نے چراغ بجھا دیا۔ خود منہ ہلاتے رہے اور مہمان کو کھانا کھلا دیا۔ کیا ادائے مسلم تھی جو اللہ کو پسند آئی کہ کتابِ حکیم میں ذکر ہوا۔ ہم اُن لوگوں کے ماننے والے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کرامت کہاں تھی؟ جب ایک گنوار آیا دربارِ رسالت میں' بو اُٹھتے ہوئے کپڑوں کے ساتھ۔ اُون کا لباس اور اونٹ کے چمڑے کے جوتے پہنے۔ اصحابؓ نے تھوڑا سا (معیوب سمجھا)، صاف ستھرے صحابی بھی ہوتے تھے' اچھے کپڑے پہنے ہوئے تو انہوں نے تھوڑا سا تعارض کیا کہ اِس وحشی کو اِس طرح آگے نہیں آنا چاہیے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا کچھ لوگ ایسے آتے ہیں جنہوں نے لباسِ صوف پہنا ہوتا ہے جن کے جوتے خراب چمڑے کے

ہوتے ہیں مگر خدا کی قسم اگر وہ ربِ کعبہ کی قسم کھالیں تو اللہ ہر حال میں اُن کی قسم پوری کرتا ہے۔ یہ حضرتِ براءؓ بن مالک تھے۔ پھر لوگوں نے پتا کیا کیا؟ جب کوئی مشکل ہوتی کہتے براءؓ قسم کھاؤ ناں تمہیں دعا ملی ہوئی ہے۔ آخر ایک دن انہوں نے کہا تم نے اللہ کے رسول ﷺ کی دعا کو میرے لیے مذاق ہی بنالیا۔ یمامہ کی جنگ میں آخری دن جب مسلمان حملہ کر رہے تھے اور بڑے زخم خوردہ تھے تو آپ سے درخواست کی گئی تو آپ نے کہا ''تم نہیں باز آؤ گے خدا کی قسم آج یمامہ کی جنگ تم جیت لو گے۔ تم اس باڑ کے پرے پہنچ جاؤ گے اور خدا کی قسم ہے کہ آج میں شہید بھی ہو جاؤں گا۔'' (یہ دونوں باتیں سچ ثابت ہوئیں)۔ یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی تو یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ رسول ﷺ کی کسی دعا کا بھی کوئی بال بیکا کرے۔ اُن میں سے ایک ایک صحابی صاحبِ کرامات تھا۔ بڑی دیر کی بات ہے عقبہ بن نافعؓ اُس وقت لیبیا میں لشکر کے ساتھ اترے۔ جنگل بیاباں میں درندے اور جنگلی جانور بہت تھے۔ انہوں نے جنگلی جانوروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے جنگل کے جانورو تمہیں پتا ہونا چاہیے کہ آج رسول اللہ ﷺ کے صحابی یہاں اُترے ہیں، بہتر ہے کہ تم صبح تک یہ جگہ چھوڑ دو۔ یہ historic record ہے کہ صبح بے شمار جانوروں کو بچے منہ میں دبائے جنگل چھوڑتے ہوئے دیکھا گیا۔ ہر صحابی ایسا ہی تھا۔ سب صحابہؓ ایسے تھے۔ خواہ وہ دُومتہ الجندل کی فتح ہو، خواہ وہ خالد بن ولیدؓ ہو جو عظیم جنگجو تھا۔ جب اُس کے پاس اسقفِ اعظم آیا اور کہا اے خالدؓ اگر آج تم ہمیں صلح نہ دیتے تو میں یہ زہرِ ہلاہل کی پڑیا کھالیتا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا دکھانا یہ کیا ہے؟ جواب دیا یہ سخت ترین زہر ہے۔ آپ نے زہر دیکھا اور کہا تیرا خیال ہے یہ زہر ہمیں زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے؟ پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور ساری فوج کے سامنے خالد بن ولیدؓ نے زہر پھانک لیا۔ خالدؓ کو کچھ نہیں ہوا۔ اُن کا خیال زیادہ سچا نکلا۔ یہ زہر نہیں مارتا، اللہ کی ذات زندگی اور موت پہ قادر ہے۔ اِدھر ہمارا حال دیکھو ہم کتنے بزدل ہو گئے ہیں۔

ذرا باپ دادا کی باتیں سن لو، ہمارا نسب بائیولوجیکل نہیں ہے۔ ہمارا نسب اخلاق و روایت کا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوں کو امہات المومنین کہا گیا ہے تو پھر آپ ﷺ ہمارے باپ ہوئے۔ مگر ایک لحاظ سے نہیں ہوتے اگر ہم مومنین نہ ہوں۔ اگر ہم مومنین نہیں تو ہمیں اپنے باپ کی یہ وراثت بھی نہیں ملے گی۔ اُن کی بیویاں ہماری مائیں بھی نہ ہوں گی۔ کیونکہ

وہ امہات المومنین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ شعور بخشے کہ ہم انہیں کہانیاں نہ سمجھیں۔ یہ اساطیر الاولین نہیں ہیں۔ یہ قصے کہانیاں نہیں ہیں۔ وہ ہماری طرح لوگ تھے۔ ہماری طرح کی زندگیاں تھیں۔ ہماری طرح بیماریاں لگتی تھیں۔ ہماری طرح غصے آتے تھے۔ یہ سارے قانون جو اب ہم پہ شرع کے لاگو ہیں پہلے بھی لاگو تھے، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ بھی لاگو تھے۔ بڑے بڑے غلط دعوے بھی ہوئے اور کچھ فیصلے مسلمانوں کے خلاف بھی ہوئے۔ ایک یہودی آ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور ایک انصاری پر دعویٰ کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعویٰ کا فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ربِ کعبہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں سچا تھا۔ فرمایا مجھے بھی پتا ہے کہ تو سچا تھا مگر جب ہم دنیا میں انصاف کریں گے تو شہادتوں کی بنیاد پہ کریں گے، شہادتیں اُس کی بہتر تھیں۔ وہ لوگ جانتے تھے اصولوں کے مطابق چلتے تھے۔ اُن کو اپنے خدا کے دیے ہوئے ہر احتساب کا علم تھا۔ خدا کے سوا کوئی ایسی سنٹرل ہستی نہیں تھی جس کو وہ جواب دیتے۔ ایسے خوبصورت لوگ' اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں ہزار پڑھنے لکھنے کے باوجود اُن کی کمٹمنٹ کے ہزارویں حصے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ they were so firmly committed ہم کیا ہیں؟ we are nobody اُن کو فیس کرنے والے نہیں۔ ہمیں اپنی اوقات بچانی ہے اور just imagine ہم نے کتنا حصہ بچانا ہے اور کتنا ضائع کرنا ہے؟ اصحابؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بہت بعد میں آنے والوں پر یہی قانون لاگو ہوں گے جو ہم پہ ہیں؟ فرمایا تم پر دس قانون لاگو ہوں گے ایک چھوڑو گے تو سزا ہوگی۔ پیچھے وہ لوگ آ رہے ہیں جو ایک پر عمل کریں گے تو ان کی نجات کا کام آسان ہے۔ اللہ آپ کو بھی توفیق دے۔

سوال: ایک سوال ہے کہ عقل کی مختصر تعریف کیا ہوگی؟ ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگوں کے پاس عقل زیادہ ہے اور کچھ کے پاس عقل کم ہے؟ کیا یہ تضاد نہیں ہے؟

جواب: خواتین وحضرات! درجاتِ زندگی تو اللہ نے بنائے ہیں۔ عقل کی تعریف یہ ہے کہ یہ علم ریسیو کرنے کا انسٹرومنٹ ہے۔ اگر آپ یہ کہو کے کسی کے انسٹرومنٹ میں کمی بیشی ہے تو unless somebody is below normalcy or above normalcy یہ انسٹرومنٹ سب کا ایک جیسا ہوتا ہے۔ let say کہ ہمارا کزن ہے chimpanzee۔ دماغ میں ڈارون تھیوری کو نہیں لے رہا otherwise بھی انسانی حیات کے سب سے قریب یہ

چمپینزی ہے ،اِس کا برین 350cc ہے۔ ہمارا دماغ اور ہمارے پاس جو ریسیور لگا ہوا ہےabove1900cc ہے۔ تو کسی کا دماغ نہیں تھوڑا۔ اگر reception کی بات کرو تو قریباً قریباً کہیں بے انصافی نظر نہیں آتی۔ مگر اگر ایٹی ٹیوٹ اور ماحول دیکھو اور بہت سارے عقل کے زیاں کو دیکھو تو پتا لگتا ہے کہ اُس کی تین reasons ہیں۔ پہلی genetic reason دوسری parental اور تیسری personal ہوتی ہے۔ کوئی آدمی آزاد پیدا نہیں ہوتا اور کبھی react کر کے غریب ترین اور کمزور ترین آدمی کا بچہ اعلیٰ ترین grades of wisdom پہ پہنچ جاتا ہے۔ قریباً قریباً اگر علماء اور بڑے بڑے دانشوروں کی آپ سنو تو پتا یہی لگے گا کہ زیادہ تر غربت تنگی اور عُسرت میں پیدا ہونے والے بچے زیادہ عقل مند ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہیں competitively match زیادہ پڑتا ہے اور جو برین زیادہ سٹیمولس اور زیادہ competitive نظریات دیکھے گا اُس کا ذہن وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ اس میں کسی امیر اور غریب کی تخصیص نہیں بلکہ ایک محاورہ بڑا مشہور ہے کہ adversity is the cradle of greatness کہ غربت ہی معیارِ عظمت ہے۔ مگر شاید ہمارا خیال یہ ہے کہ علم صرف انہیں مستند ترین انگریزی سکولوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ہم کلچر کو علم سمجھتے ہیں۔ to say hi bye, to speak English, to express the way they do. ایک دفعہ میں انگلینڈ گیا۔ وہاں ایک خاتون جو کہ ٹاؤن کی میئر تھی نے میری دعوت کی ہوئی تھی۔ میں نے ویسے اُس سے پوچھا تمہیں انگریزی آتی ہے؟ تو وہ غصہ کھا گئی اور غصے میں کہتی are you joking? تو کہتی ہے if i don`t know then you know that? میں نے کہا ہاں۔ تو میں نے کہا I am not insulting you. ویسے ہی پوچھ رہا ہوں تمہیں انگریزی ساری آتی ہے؟ تو کہتی ہاں۔ میں نے کہا ماڈرن انگلش آتی ہے؟ کہتی ہاں۔ بولی کیا تمہیں آتی ہے؟ آگے سے پھر طنز کیا۔ میں نے کہا میں تمہیں ماڈرن انگلش سناؤں گا اگر تمہیں آتی ہوئی تو تم مجھے بتا دینا۔ میں نے کہا جو سیرین ماڈرن انگلش ہے اُس کا پڑھنا بھی دشوار ہے۔ میں تمہیں چار مصرعے سنا دیتا ہوں۔ پھر میں نے اسے سنائے:

1, Whan that aprill with his shoures soote

2, The droghte of march hath perced to the roote

3, And bathed every veyne in swich licour

4, Of which vertu engendred is the flour

میں نے کہا پتا ہے یہ؟ ہنسنا شروع ہوگئی، کہتی یہ کون سی انگلش ہے؟ دیکھو یہ صورت حال ہوتی ہے جب آپ پڑھتے ہو۔ I don't know more English than anybody else. اگر آپ کہو کرنٹ محاورۃً انگریزی جو آج کل بولی جاتی ہے ہمیں اس کے بارے میں نہیں پتا' پرشین کا نہیں پتا۔ مگر جو پڑھنے والے ہیں' جو subjective study میں جاتے ہیں ان کو تو بحرحال دوسروں سے زیادہ علم ہوتا ہے۔ اب ہمارا سارے کا سارا علم اسلام کے بارے میں ذاتی نہیں ہوتا۔ کسی نہ کسی سے پڑھا ہوا، سنا ہوا ہوتا ہے۔ قصور آپ کا ہے۔ آپ اللہ کی اُس نعمت کا کس بے دردی سے استعمال کرتے ہو۔ علم خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ تھوڑا دو چار لفظ اپنی آنکھ سے پڑھ لیا کرو' کیا حرج ہوتا ہے۔ پھر آپ کو خود ہی پتا لگ جائے گا کہ جو پڑھایا جارہا ہے وہ ٹھیک ہے یا جو پڑھا جارہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ جو آپ اپنی آنکھوں سے حدیث پڑھو گے' اپنی آنکھوں سے جو قرآن کی آیت پڑھو گے' آپ اندازہ نہیں کر سکتے مقامِ علم میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ یہ جو آپ نے قرآن اور زندگی کے بارے میں ہر بات ہی کسی دوسرے سے سنی ہے تو یقیناً کسی بہتر اور حتمی رائے تک پہنچنے میں دشواری ہوگی۔ ہمارے استاد کے تعلیمی درجات بہت بلند ہوتے ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ العزیز۔ جب ہم کہتے ہیں کہ intellectual level کہاں ختم ہوتے ہیں؟ تو جو الہام کے لیول ہیں وہاں اُن سائنس دانوں کا لیول آ کے رکتا ہے۔ intellect کے بعد وجدان تک آ کے رکتا ہے۔ مگر وجدان سے آگے جو علم اور عقل شروع ہوتی ہے وہ صرف اللہ نے اپنے خصوصی بندوں کو دی ہوتی ہے اور اُس لیول تک پہنچنا اولیاء اللہ کا کام ہوتا ہے۔ اِس لیے کہ اُن کے ہر جملے سے پھر (علم و دانش) ادا ہوگا۔ اُن کے ہر جملے سے ان کی ادا علیحدہ ہوگی۔ شیخ ہجویرؒ کا ہی قولِ مبارک ہے کہ "الصفاء صفت الاحباب وھم شموس بالاسحاب" شیخ ہجویرؒ کا قولِ مبارک ہے کہ صفائے قلب خدا کے دوستوں کی صفت ہے اور یہ وہ سورج ہیں جن پہ بادلوں کے سائے نہیں پڑتے۔ اُن کا لہجہ ڈیفرنٹ ہو جاتا ہے۔ اُن کی ادائیگی ڈیفرنٹ ہوتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

تصوف: حقیقت اور مروّجہ نظریات

اعوذ باﷲ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِيۡرًا (الاسراء:80)

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (الصّٰفّٰت:83-180)

خواتین وحضرات! آج کے دن مجھے آپ سے کچھ شرمندگی سی ہو رہی ہے۔ جس درجہ آپ نے ہمیں پذیرائی بخشی ہے، شاید اسی درجے پہ ہم آپ کی مہمان نوازی کا شرف لوٹا نہیں سکے۔ امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ العزیز آنے والے وقتوں میں ہم کشادہ دلوں اور کشادہ زمینوں کا انتخاب کریں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ العزیز ہم بہت ساری آسانیوں سے آپ کو بھی آراستہ کریں گے۔ اگر آپ کی دعائیں اور آپ کی یہ خوش فہمی ہمارے بارے میں جاری رہی تو مجھے امید ہے کہ اس سلسلے کو ہم اتنا دراز کر لیں گے کہ آپ کے حسنِ سلوک، ترجیحِ اول اور خدا سے اُنس ومحبت کی بڑی دور تک شہرت جائے گی، زمین وآسمان تک جائے گی۔۔ جب ایک کلمہ طیبہ کی بنیاد زمین پہ لگتی ہے تو پروردگارِ عالم کا کہنا یہ ہے کہ اس کی رسائی عرشِ معلی تک ہوتی ہے۔ اور جو دل خدا کی یاد سے آباد ہوتے ہیں ان پہ قبر کی ویرانیاں بھی اثر نہیں ڈالتیں۔ قطعِ نظر اس لیکچر کے ایک حدیث آپ کی

نذر کرتا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے یہ حدیث دیکھی تو میرا دل بالکل ایسے ہی دھڑک گیا جیسے شاید مجنوں کا لیلیٰ کو دیکھ کے دھڑکتا ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ ابنِ آدم بڑے گناہگار ہیں مگر سب سے بہترین گناہگار وہ ہے جو توبہ کرتا ہے ۔اب دیکھیں کہ ایک single individual کی بات نہیں کی ہے۔ پورے بنی نوعِ آدم کی بات کی ہے۔ ہمارے نصیب میں کوئی نہ کوئی خطا کرتے رہنا ہے: اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ" {النجم :32} اگر تم بڑی خطاؤں سے پرہیز کرو تو چھوٹوں پر تو تم رکو گے ہی۔ یہ حدیث اُس کی تفسیر ہے کہ ابنِ آدم کا نصیب ہے گناہ کرنا، بہت گناہ کریں گے۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا سب سے اچھا گناہگار وہ ہے جو توبہ کرتا ہے۔

یہ جو موضوع آج آپ لوگوں نے مجھے دیا میری اس پہ رائے کچھ مختلف سی تھی۔ بڑی دیر کی بات ہے جسے آپ tavern کہتے ہو ناں، آدھی رات کو لاہور میں ایک تہہ خانے کے قریب سے گزرا تو میں نے کسی کو قوالی کے رنگ میں گاتے ہوئے سنا۔ قوال بار بار repeat کر رہا تھا کہ

رنگ دے موہے پیا
رنگ دے نظام الدینؒ اولیا

میں اکثر سوچتا کہ یہ کس رنگ کی بات ہو رہی ہے؟ تو میرا دماغ بڑی دور تک چلا گیا۔ یہ انسان کا ذہن ہے جس پہ زمان و مکاں کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ جہاں چاہے چلا جائے پلک جھپکنے میں۔ کوئی دنیا کی رفتار ذہن کی سوچ کی رفتار کی متقابل نہیں ہوتی۔ چاہے اِدھر سے بیٹھ کے امریکہ کا سوچ لو۔ چاہے کائناتِ بالا کا سوچ لو۔ جہاں کا چاہے سوچ لو۔ ذہن کی رفتار پہ کوئی قابو نہیں۔ کوئی زمانہ نہیں کوئی مکاں نہیں ہوتا۔ تو میں بھی وہاں سے نکلا میں نے سوچا یہ کون سا رنگ ہے جس کی بار بار بات ہو رہی ہے۔ اور جو گا رہا تھا اس کو تو پتہ بھی نہیں ہوگا یہ رنگ کیا ہے۔ مجھے کوئی پانچ ہزار سال پہلے ایلیا کا ایک stoic بڑا یاد آیا اب غور کرو کہ Zeno the stoic of Elea کہاں کا باشندہ جب لگتا ہے کہ مذہبوں کا وجود نہ تھا۔ جب Olumpis کے دیوتاؤں کی حکمرانی تھی۔ اس وقت بھی ایک شخص اُن سے علیحدہ ہوگیا تھا اور اس کو ہم Zeno the stoic of Elea کہتے ہیں۔ Zeno کا ترجمہ ہے زاہدِ مرتاض، بڑا مشکل ترجمہ ہے۔ اردو کے پاس لفظ زیادہ ہیں۔

انگریزی کے پاس اتنے نہیں ہوتے۔ یہ یاد رکھیے گا کہ انگریزی کے پاس فلسفے کے بڑے لفظ ہیں۔ تصوف کا ایک بھی نہیں ہے۔ یہ بڑی بد قسمتی کی بات ہے۔ ویسے ہم اگر اپنی غلامی کا احترام کریں جو اتنے سال ہم نے گزاری ہے اور اگر ضرور آپ نے اپنی غلامی کا شکریہ ادا کرنا ہو تو پھر انگریزی کی جتنی چاہے مرضی تعریف کر لو مگر fact یہ ہے کہ انگریزی زبان کے پاس تصوف کے الفاظ موجود ہی نہیں ہیں۔ چلو جی تصوف تو چھوڑ و سورج کے کتنے لفظ ہیں؟ چاند کے کتنے لفظ ہیں؟ کبھی آپ نے غور کیا ایک moon آدھا لفظ لیونر، ایک sun آدھا لفظ سولر کوئی تیسرا لفظ تو نہیں ہے۔ اب اگر آپ اپنی زبان میں سورج اور چاند کے لفظ گِن کے دیکھو کتنے ہیں؟ ہر زبان میں نیا لفظ آئے گا سورج کے لیے اور نیا چاند ابھرے گا اس زبان سے اس روشنی کو بیان کرنے کے لیے۔ تو یہ جو ایلیا زاہدِ مرتاض تھا یہ اُس زمانے میں ایک نا شناخت خدا کی بات کرتا تھا۔ اس کی قربت کا حریص تھا۔ ایک بڑی عجیب بات ہے جو میں آپ کو بتاؤں کہ آخر دنیا کے سارے کے سارے بڑے سے بڑے ذہین لوگ خدا ہی کی بات کیوں کرتے ہیں؟ semi intellectual تو انکار کر جاتا ہے۔ دو چار لفظ پڑھا ہوا خدا کے خلاف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بہت بڑے بڑے عالم، جو زمانے میں آج تک بھی نمایاں ہیں، جن کا ذکر آج بھی ہم احترام سے کرتے ہیں۔ وہ آخر کیوں ہر وقت خدا کی بات کرتے ہیں؟ حقیقتِ کبریٰ کی بات کرتے ہیں؟ one of the major and the most certain proof of this metaphysical reality is that the best of the human brain are always interested in the ultimate truth and reality and that's God Himself. جب زینو ایک بات کہتا ہے..... اب اگر اس کے دو قول سنیں تو آپ سب کے لیے ان پہ سوچنے کی خاطر صدیاں باقی ہیں۔ پہلی بات وہ یہ کہتا ہے کہ مادہ جامد نہیں جاری ہے یعنی matter must be continuous not discrete. یہ اس کا فلسفہ ہے۔ بعد میں اس نے ایک عجیب و غریب فلسفہ دے کے دو چار سو سال تک لوگوں کو پریشان کیے رکھا۔ وہ کہتا ہے ''مومنٹ تو ہے ہی کوئی نہیں۔ کوئی حرکت نہیں ہے۔''

''ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں''

دوسرے لوگ تو یہ کہتے پھرتے تھے۔ مگر زینو یہ کہتا ہے کہ کوئی کسی قسم کی حرکت موجود ہی نہیں ہے۔

One can not pass through an infinite sanks of points in a finite amount of time. زمانہ موجود ہی نہیں ہے۔ یہ حرکت جو ہے یہ غیر متغیر ہے۔ وہ کہتا ہے ایک تیر جب آپ کسی فضا سے گزارتے ہو اُس کو کاٹ لو ایک جگہ ہے جس کو آپ زمانہ کہتے ہو اگر اس کا نصف کرلو پھر اس کا نصف کرلو پھر اس کا نصف کرلو تو پتہ لگے گا کہ تیر کہیں نہ کہیں کھڑا ہے۔ اس کی موومنٹ ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ عجیب و غریب ساتھیسز کافی عرصہ تک اہلِ فکر کو پریشان کرتا رہا ہے۔ ہم تو اِدھر اُدھر حرکات دیکھ رہے تھے۔ مگر وہ کہہ رہا تھا کہ حرکت ہے ہی کوئی نہیں۔ everything is stationary, in a vaster movement everything is stationary.

اُس سے نظر ہٹائیں تو ایک اور عجیب و غریب شخص نظر آتا ہے۔ یہ تو حقائقِ عالم پہ نظر ڈال رہا تھا۔ لیکن وہ ایک عجیب و غریب شخصیت کا حامل تھا۔ ہوا یہ کہ Alexander the great جسے آپ فاتحِ عالم کہتے ہو۔ وہ چلتے چلتے ایک درویش کے پاس پہنچا۔ لیکن وہ درویش اس کے استقبال کے لیے اُٹھا ہی نہیں۔ بھلا یہ کیسے authorities کو گوارا ہو سکتا ہے کہ ایک چھوٹا موٹا سا فقیر ہو اور وہ اتنے بڑے بادشاہ کے استقبال کے لیے لیے نہ اُٹھے۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا کس چیز نے تجھے اتنا گستاخ بنا دیا کہ شاہِ وقت کے سامنے تُو اس طرح گستاخی سے بیٹھا رہا؟ اس نے کہا کون سا بادشاہ؟ اب Alexander بھی چونکا۔ اس نے کہا کون سا بادشاہ، یہ تو میرے غلام کا غلام ہے۔ تب بادشاہ نے کہا یہ کیا عجیب سا آدمی ہے یہ تو اُلٹا مجھے اپنے غلام کا غلام بنا رہا ہے۔ اُس نے کہا اس کی وضاحت کرو گے یا جان جائے گی۔ تو درویش نے کہا دیکھو میں نے اپنے نفس کو اپنا غلام بنایا ہوا ہے جبکہ تُو اپنے نفس کا غلام ہے۔ یوں تُو میرے غلام کا غلام ہُوا۔ تو میں اس کی عزت کیسے کروں؟ ایک دم وہ سارے کا سارا sequence پلٹ گیا۔ بادشاہ نے جان لیا یہ مجھ سے بڑا ہے۔ بزرگ تر ہے، سیانا ہے۔ اس نے کہا میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟ تو اس درویش نے جس کا نام Diogenes تھا کہا جسے آپ دیوجانس کلبی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس نے کہا بادشاہ تُو میرے اور اللہ کی بہت بڑی نعمت کے بیچ میں ہے۔ سردی تھی۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ ''بہت مہربانی فرما تو سورج سے پیچھے ہٹ جا تا کہ جو اللہ کی نعمت مجھ تک آ رہی ہے وہ مجھ تک پہنچے۔'' یہ ایک دوسری مثال نکل آئی۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ کس قسم کا آدمی

ہے دیو جانس تو اپنے آپ کو بدترین حرکات میں ملوث کر رہا تھا بھلا پوچھو کیوں؟ جیسے ہمارے بہت بڑے شیخ، شیخِ تصوف حضرتِ بایزید بسطامؒ ایک دفعہ جب کسی شہر میں داخل ہوئے تو استقبال کے لیے بہت مخلوق آئی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ روزے کے دن تھے۔ اتنی مخلوقِ خدا دیکھ کر بایزیدؒ نے ایک ٹکڑا نکال کے کھانا شروع کر دیا۔ لوگوں نے بڑا بُرا منایا کہ کہاں کا صوفی ہے یہ کہاں کا خدا شناس ہے؟ یہ تو رمضان میں روزہ ہی نہیں رکھ رہا۔ لعن طعن سمیٹ کے چلتے بنے۔ تو بایزیدؒ نے کہا کہ یہ لعنت و ملامت میرے لیے بہتر ہے۔ اِس سے بہتر ہے کہ میں خلق کی محبت چاہوں اور توجہ چاہوں۔ بلکہ بایزیدؒ کی وجہ سے صوفیا میں ایک ملامتیہ فرقے کا اجرا ہوا۔ بعد میں ملامتیہ طرز نباہ نہیں سکے۔

جیسے اللہ نے قرآن میں کہا "لا رهبانية في الاسلام" کہ اللہ نے اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں دی۔ اس نے قرآن میں فرمایا کہ ہم نے نہیں ان کو کہا تھا یہی پہاڑوں پہ چڑھ گئے۔ یہی فاقہ زدگیاں کرنا شروع ہو گئے۔ انہوں نے ہی بڑے بڑے مجاہدات کا نام لیا۔ ہم نے نہیں کہا تھا۔ ہمارا پیٹرن خدا کی شناخت کا یہ نہیں ہے، یہ مجاہدہ نہیں ہے۔ اس قسم کی مشقتیں نہیں ہیں۔ اگر اس قسم کی مشقتوں سے خدا ملتا تو مہاتما سدھارتا بدھا تو پھر بہت بازی لے گئے۔ بارہ سال تپسیا میں رہے۔ پوری خوراک آٹھ دانے چاول اور ایک گھونٹ دودھ کا مگر جب بارہ سال کے بعد اُٹھے تو انہوں نے صاف صاف کہا کہ دل کو جسم کو بدن کو دکھ دینے میں کوئی کسی قسم کی آگاہی نہیں ہے۔ بلکہ وہاں سے نکل کے داوا میں بوڑھ کے درخت کے نیچے آئے۔ صرف سوچا کیے، صرف غور و فکر کیا، صرف چیزوں کی ماہیت کو جان کیے۔ جب کئی سال کے بعد اُٹھے تو کہا میں نے نروان پالیا۔ میں نے شناخت پالی۔ میں جس چیز کی تلاش میں تھا وہ میں نے پالی۔ ان کو پیغمبر کہنا ہمارے لیے بڑا مشکل ہے۔ ہمارے لیے بڑا مشکل ہے کرشن کو خدا کا پیغمبر کہنا۔ ہمارے لیے بہت مشکل ہے کہ ہم راما چندر کو پیغمبر مانیں، مگر ہمیں اللہ کی ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہم نے کسی قوم کو اس وقت تک تباہ نہیں کیا جب تک اس میں پیغمبر نہ بھیج دیے اور "وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ" {ابراھیم:4} اور اسی قوم کی زبان میں۔ تو یقین ہے کہ دنیا میں ہر قوم کی زبان میں کوئی نہ کوئی خدا شناس آیا ہوگا۔ کوئی نہ کوئی پیغمبر آیا ہوگا۔ اور سب سے زیادہ بڑھ کے مجھے مہاتما بدھا کے بارے میں یقین ہے he is very close to the

teachinng of our Prophet وہ اتنے قریب ہیں کہ نندا نے جب پوچھا کہ اے مہاتما اے تھری تھنکر کیا آپ کے بعد کوئی بھی نہیں آئے گا؟ کہا آئے گا۔ نندا نے کہا اے تھری تھنکر اے مہاتما سدھارتا کیا ہم اُسے جان پائیں گے؟ کیا میری زندگی میں آئے گا؟ تو مہاتما بدھ نے کہا مجھے نہیں پتہ کہ وہ تمہاری زندگی میں آئے گا یا نہیں مگر اتنا پتہ ہے کہ وہ آئے گا۔ تو نندا نے کہا اے استاد اس کی کوئی پہچان ہوگی؟ کیا میں اُسے پہچان سکوں گا؟ کہا ہاں وہ مترا ہے، مترا۔ سنسکرت کے اِس لفظ کا مطلب اُردو میں بالکل exclusively رحمت ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ مہاتما بدھ میں پیغمبرانہ فراست تھی۔ جس نے آنے والے آخری پیغمبر کی بشارت دی تھی۔ اور particularly یہ ظاہر ہے کہ وہ اس خاصیت کو بھی جانتے تھے۔ جس خاصیت سے ہمارے پیغمبر آخر زماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہچانے جائیں گے۔

مگر خواتین و حضرات یہ کوئی دو نہیں ہیں یہ چار نہیں ہیں۔ آگے بڑھتے ہیں۔ ہم چین میں کنفیوشس کو دیکھتے ہیں، تاؤ کو دیکھتے ہیں۔ یہ وقت کے بہت بڑے بڑے لوگ تھے۔ آپ نے دیکھا آج کنفیوشس کے اصول پہ چین پاکستان کے ساتھ ڈیل کر رہا ہے۔ کتنے ہزار سالوں کے بعد بھی چائنیز نے اپنے اُستاد کے اُصول کو زندہ رکھا ہے۔ کنفیوشس نے کہا تھا اگر تم سکون سے رہنا چاہتے ہو تو اپنے ہمسائے کی ضرور قدر کیا کرو۔ یہ اُصول quote کرتے ہوئے چائنیز نے سوچا ہمارا ایک ہی گیا گزرا ہمسایہ ہے وہ پاکستان ہے۔ وہ اپنے امن سے پہلے آپ کے امن کی فِکر کر رہے ہیں۔ اور چائنیز کے بارے میں مت بھولنا کہ اگر کوئی قوم آخری زمانے میں یاجوج و ماجوج کے قریب آتی ہے تو وہ چائنہ ہی ہے۔ آپ کو پتہ ہے یاجوج و ماجوج کی جو سب سے بڑی تعریف ہے وہ یہ ہے کہ یہ قوم کبھی اپنے گھروندوں سے باہر نہیں نکلے گی۔ البتہ حضور کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِرشادِ گرامی ہے کہ ایک دفعہ متوحش اُٹھے اور کہا میں نے اتنا سوراخ دیکھ لیا ہے کہ لگتا ہے کہ اب قومِ یاجوج نکلنے کے لیے تیار ہے۔ یہ ایک recorded fact of history ہے کہ Chinese has never come out of their country. سات ہزار سال کی تاریخ یہ کہتی ہے کہ چائنیز کبھی بھی اپنی سرحدوں سے باہر نہیں نکلے۔ نکلیں گے بس ایک ہی بار تب آپ جو چاہے ان کو لقب دے لینا۔

خواتین و حضرات! میں پھر ذرا آپ کو middle ages کو لے کے جا رہا ہوں۔

ایک عجیب وغریب شخص اس middle age میں ابھرا۔ یہ بھی صوفی جانا جاتا ہے، متصوف بھی جانا جاتا ہے۔ یہ almost پیغمبری qualify کر رہا تھا۔ آج اس زمانے میں نہ جانتے ہوئے بھی جو دورِ حاضر کا تصوف ہے وہ کم سے کم 60 percent اس شخص کے اقوال پہ based ہے۔ اس کو ہم Plotinus of Alexandria کہتے ہیں۔ اس کو آپ فلاطینوس کہتے ہو۔ یہ افلاطون نہیں ہے۔ فلاطینوس اس کا نام ہے۔ اتنا عجیب وغریب شخص تاریخِ عالم میں نہیں گزرا۔ جب قلوپطرہ مرگئی تو لوگوں نے Plotinus کو کہا کہ آپ کیوں نہیں جا کے دیکھتے؟ کہتا دیکھ آتا ہوں۔ تو گیا قلوپطرہ کو دیکھا مڑ کے آیا اور لوگوں نے پوچھا کیسی لگی؟ آپ کو تو پتہ ہی ہے قلوپطرہ قتالہ عالم تھی کس درجہ کی وہ queen تھی اس اکیلی نے تین سلطنتوں کا بیڑہ غرق کر دیا تھا۔ جب Plotinus کو انہوں نے بھیجا تو واپسی پہ سارے رستے میں اسی طرح کھڑے تھے۔ انہوں نے انٹرویو شروع کر دیا۔ انہوں نے Plotinus سے کہا حضرت آپ نے قلوپطرہ کو کیسے پایا؟ اُس نے ایک چھوٹا سا جواب دیا: life is beautiful اس نے قلوپطرہ کا نام نہیں لیا، اُس نے کہا life is beautiful اب اس میں کیا رہا جو میں دیکھنے جاتا۔ زندگی حُسن ہے، زندگی خوبصورت ہے۔ چاہے وہ کسی بکری کے بچے میں نظر آئے، چاہے قلوپطرہ میں نظر آئے۔ جب زندگی گئی تمام حُسن چلا گیا۔ اسی لیے ایک بڑا مشہور محاورہ ہے کہ beauty is only skin deep اگر کوئی بہت زیادہ مخلص ہو شاید مجنوں بھی لیلیٰ کے چہرے کی ہڈیاں دیکھ کے بھاگ نکلتا۔ یہ سکن اتار دو تو خوبصورتی کے سارے فلسفوں سے آپ محروم ہو جاؤ گے۔

Plotinus تھا بڑا موحد، اس کی ایک بڑی خوبصورت تھیوری ہے جسے ہم theory of nine inteligencies یعنی نو اشراق کہتے ہیں۔ اس کو animation کہتے ہیں کہ ایک حقیقتِ مطلقہ پردوں میں ڈھلتی رہی۔ ڈھلتے ڈھلتے آخری صورت اس کی جمادات تھی۔ جمادات سے پہلے اُس نے انسانوں کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ سوائے انسانوں کے کوئی صورت واپس خدا کو نہیں پلٹ سکتی۔ اللہ جو حقیقتِ مطلقہ ہے جس سے انوار کا ظہور ہوتا ہے، مختلف فارمز میں زندگیوں پہ اس کا نزول ہوتا ہے۔ کبھی تو ملائکہ میں اس کا نور طلوع ہوتا ہے کبھی جنات میں، کبھی انسانوں میں، کبھی رطب و یابس میں۔ مگر سوائے انسانوں کے کوئی صورت واپس نہیں پلٹ سکتی۔ یہ میں اس کے چند لفظ پڑھ دوں۔ آپ غور کیجیے گا کس رتبہ کا وہ بڑا عالم تھا۔ آج بھی اس کے ہمیں

سلسلہءِ تصوف کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔Plotinus کا basic نظریہ وہی ہے جو ہمارا ہے۔ یہ common messages ہوتے ہیں۔ ایک رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔تو جیسے ہمارے آقا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے خدا اپنا علم دینا چاہتا ہے سب سے پہلے اس کی آنکھ اس کے اوپر کھول دیتا ہے۔وہ اپنے محاسن اور اپنے نقائص کا جائزہ لینے کے لیے اپنا خود محتسب ٹھہرتا ہے۔

تصوف میں جو سلسلہ محاسبیہ تھا۔ابوالحارث محاسبیؒ کا سلسلہ، اس کا بھی یہی اصول تھا۔ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا گیا تھا۔Plotinus کہتا ہے جس نے خدا کو جاننا ہو پہلے وہ اپنے نفس کو جانے۔اس قول کے مطابق ہے جو حضرت علی سے منسوب ہے" وَمَن عَرَفَ نفسه فقد عرفَ ربّه "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔یہ اس کی definition ہے۔آپ سے صرف یہ پوچھنا ہے کہ ان پہ کون سے ایسے اثرات ہیں جو قرآن میں نہ تھے۔وہ کہتا ہے کہ طبعی علوم کی ترقی روح کی تسکین کا باعث نہیں بن سکتی۔کہ جتنی بھی میں نے میڈیکل سائنسز پڑھ لیں، جتنے بھی میں نے دنیا کے علوم حاصل کر لیے ان علوم سے باقی تو بہت کچھ ہوا، کچھ ایجادات بھی ہو گئیں۔کچھ طبیعت بھی سدھر گئی۔کچھ مال بھی آ گیا۔مگر سچ پوچھو تو یہ طبعی علوم کی ترقی روح کی تسکین کا باعث نہیں بن سکی۔یہ نہیں ہو سکا" أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"{الرعد:28} آپ تو بڑے سائنس دان ہو۔آپ سے کسی نے پوچھا نہ جانا، ایک طلسم کے کشادگی آپ کے پاس کلید آ گئی۔آپ نے بجائے علم حاصل کرنے کے اُن کو lessor priority پہ رکھا اور خدا کی یاد کو بڑھ گئے اور اس قرآنی اصول کی تسلی ہو گئی کہ " أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"{الرعد:28} سن لو یہ غور کر لو دنیا کی ہر چیز تمہیں مل سکتی ہے۔اطمینانِ قلب نہیں مل سکتا۔یہ صرف میری یاد میں ہے۔میں تھوڑا سا یہ بات آپ کو یاد کراتا چلوں کہ" خدا کو خدا کے لیے یاد کیا کرو۔" بس باقی اس کے سپرد کر دو۔وہ اپنے محبوب بندوں کو کبھی بیزاری سے نہیں دیکھتا۔وہ تو اتنا طاقتور رب ہے کہ اس نے اعلان یہ کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی میرے بندے سے لڑے گا تو میں خود اس کے خلاف لڑوں گا۔اتنے مضبوط حمایتی کے ہوتے ہوئے آپ کو اور کس کی حمایت چاہیے؟ اس نے کہا طبعی علوم کی ترقی روح کی تسکین کا باعث نہیں بن سکتی۔حقیقتِ اُولیٰ سے لے کر مادی کائنات تک ایک تسلسل پایا جاتا ہے۔اس کو animation کہتے ہیں۔جیسے

اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ طاقچے میں ایک چراغ، چراغ کے اوپر پھر ایک شیشہ، پھر اس شیشے سے اوپر پھیلتی بکھرتی ہوئی روشنی اور یہ سارا نور علیٰ نور۔ اسی طرح کائناتِ بالا کے اس واحد متکلم اور معزز پروردگار کے سامنے کوئی چیز عزت نہیں پا سکتی۔

ذرا آگے دیکھیے کیا قرآن نہیں کہہ رہا وہ ابتدا بھی ہے، وہ انتہا بھی ہے، وہ اول بھی ہے وہ آخر بھی ہے، وہ ظاہر بھی ہے، وہ باطن بھی ہے۔ "هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" {الحدید:3} یہ اس کا ترجمہ ہے۔ اور پھر فرمایا ہر شے کا انحصار اس پہ ہے۔ ہر شے اس کی طرف لوٹ جائے گی۔ جب بھی ہم اللہ کے بارے میں کچھ کہتے ہیں ہم اس کو محدود کر دیتے ہیں۔ ہماری رسائی نہیں اس تک، ہم اتنی بڑی ذاتِ کبریٰ کے ایک جزوی اصول کی تو شاید پیروی کر لیں یا اس کا اظہار کر لیں لیکن کبھی جز کُل پہ غالب نہیں آ سکتا۔ اتنی بڑی حقیقتِ مطلقہ زمین و آسمان میں جس کی پہچان ہی اس کی کبریائی اور بڑائی ہے۔ اس کو ہم چھوٹے چھوٹے لفظوں میں کیسے بیان کر سکتے ہیں۔ ہم اس کی کوئی تعریف ہی نہیں کر سکتے۔ ذرا ایک آخری لفظ سن لیں "وہ ہر شے سے بلند ہے۔" اس کا مطلب "اللہ اکبر" ہے۔ دیکھیں آخر میں آپ کو یہ بتا رہا ہے کہ ہماری تعریف بھی اسے محدود کرتی ہے۔ ہم جس لہجے، جس انداز، جس رنگ میں اس کو بیان کریں ہم اُس کو کُلی طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ وہ ہر شے سے بلند ہے، یہ مطلب ہے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کا مطلب شاید یہ نہیں ہے کہ وہ ہر شے سے بڑا ہے۔ اللہ اکبر کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بڑائی کے سوا کوئی بڑائی ہے ہی نہیں، ناپید ہے۔ ہم اس کے مقابلے میں کسی کو بزرگ تر سوچ بھی نہیں سکتے، کہہ بھی نہیں سکتے۔ اور یہ جو ہم translation کرتے ہیں یہ جو تھوڑی تھوڑی بڑائیاں create کر کے آخر میں کہہ دیا وہ سب سے بڑا ہے۔ یہ اللہ کو نہیں درست پڑتا۔ اللہ اکبر کا صحیح ترجمہ صرف یہی ہے کہ بس وہی بڑا ہے اور کوئی نہیں ہے۔

خواتین وحضرات! اس کے بعد اب کرسچن دور میں آتے ہیں۔ ایک کوفت ہوتی ہے کہ کرسچن دور میں کسی صوفی کو ہم testify نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر رسول اللہ ﷺ سے پہلے جیسے سینٹ نیکلس گزرے یا کوئی اور اشخاص گزرے تو ہم ان کو کہہ سکتے ہیں اللہ کے ولی تھے۔ حضرت عیسیٰ کے جو حواری تھے ہم ان کو بھی خدا کی ولایت کا درجہ دے سکتے ہیں۔ مگر بعد از بعثتِ رسول ﷺ ہم کسی بھی کرسچن کو ولی نہیں مان سکتے۔ یہ میرا تعصب یا decision نہیں ہے۔

بلکہ اللہ نے قرآن میں کہا جو مجھے اور میرے پیغمبروں کو یا جو مجھے اور میرے ملائکہ کو بانٹ دیتا ہے ......! یہودی کہا کرتے تھے کہ جبرائیل ہمارا دشمن ہے، میکائیل ہمارا دوست ہے۔ کبھی کہتے یہ ہمارے پیغمبر ہیں' اُن پیغمبروں کو ہم اپنا نہیں مانتے۔ تو اللہ قرآن حکیم میں کہتے ہیں کہ جو اس قسم کی تقسیم اپنے اوپر لاگو کرتا ہے یا جو میرے اور میرے پیغمبروں میں، یا میرے اور میرے اولیاء میں، یا میرے اور میرے ملائکہ میں فرق کرتا ہے اور انہیں جدا کرتا ہے وہ پکا کافر ہے۔ مشرک نہیں کہا، کہتا ہے وہ پکے کافر ہیں۔ اس کے بعد ہمیں بہت دشواری پڑتی ہے کہ ہم Saint Augustine کو مانیں یا نہ مانیں؟ سینٹ ایکواناس کو مانیں یا نہ مانیں؟ Saint Valentine کو مانیں یا نہ مانیں؟ ہے ناں ایک مسئلہ۔ آج بھی (14 فروری لیکچر کی تاریخ) Saint Valentine اور میرا خیال ہے مسلمانوں کے معتبر لوگوں کا میچ پھر پڑ گیا۔ پچھلی مرتبہ (سالانہ لیکچر کے دن انڈیا سے کرکٹ میچ تھا) انڈیا سے میچ پڑ گیا تھا اب Saint Valentine سے پڑ گیا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ آج کی شہادت اور تعداد بتا رہی ہے کہ ہم آج بھی میچ جیت گئے ہیں۔ الحمد للہ آج بھی ہم Saint Valentine سے میچ جیت گئے ہیں۔

صوفیا کی باتیں میں نے آپ کو صرف اس لیے بتائیں کہ اصولاً ہمیں صوفی اِزم کے بارے میں بتایا جاتا رہا کہ یہ Greek influence ہے۔ گریک influence کتنا ہے میں نے آپ کو بتا دیا۔ پھر کہا گیا ایران کا influence ہے۔ بھئی ایران کے پاس کون سا خدا تھا زرتشت کے پجاری تو زرتشت کو بھلا چکے تھے۔ ایران ہمیشہ سے بڑے پرانے ہنمامنشی خاندانوں سے تک زرتشت کو مانتے رہے۔ اہرمن کو مانتے رہے اہورامزدا کو مانتے رہے۔ لائٹ گاڈ اور fire God کو مانتے رہے۔ darkness کے خدا کو مانتے رہے۔ انہوں نے ہمیں کون سا تصوف کا اصول دینا تھا؟ سب سے بڑی غلط فہمی بہت سارے latest academic نے پیدا کی۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ they were just pseudo intelectuals ان کے پاس کوئی علم نہیں تھا۔ کوئی شناخت نہیں تھی۔ ایک بھی اصولِ تصوف' ایک بھی' کسی سولائیزیشن سے نہیں لیا گیا۔ اب آپ غور کیجیے یہ جو بھی مصرع پڑھا، مصرع تو قوال گا رہا تھا کہ

رنگ دے موہے پیا

نظام الدینؒ بھلا کون سا رنگ لے کے بیٹھے تھے۔مگر this was not exactly یہ اس آیت کا ترجمہ تھا۔کیا خوبصورت آیت ہے: "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ" {البقرہ:138} ہر عبادت کرنے والے کا ایک ہی رنگ ہوتا ہے۔اور وہ اللہ کا رنگ ہے۔اور اللہ کے رنگ سے کون سا رنگ بہتر ہے یہ غور کرنے کی بات ہے کہ آخر پیچھے خدا کو تلاش کرنے والوں میں کوئی نہ کوئی مشابہت کی بات تو ضرور ہوگی۔حضرت آدمؑ سے لے کر محمد رسول اللہ تک مذاہب کی شریعتوں میں اختلاف رہا۔مگر مقاصدِ مذہب میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ مذہب کی ایک ہی ترجیح تھی کہ خدا کی شناخت خدا کی محبت، چاہے وہ حضرت آدمؑ پیش کر رہے ہوں چاہے آقا و رسول ﷺ اس مسیج کا اختتام کر رہے ہوں۔تمام مذاہب صرف اور صرف خدا کی شناخت کے لیے آئے تھے۔اگر خدا کی شناخت کے لیے آئے تھے تو آپ کا کیا خیال تھا کہ خدا نے ہندو فلسفے کی تائید کرنی تھی؟ کیا اس نے انسانوں کو برہمن اور شودر میں بانٹنا تھا؟ کیا کشتری میں تقسیم کرنا تھا؟ کیا اللہ نے کچھ لوگ صرف اس لیے بنائے تھے کہ ان کے اذہان خدا تک نہ پہنچ سکیں؟ مگر ایک بات یاد رکھیے ہر انسان کا قبر میں ایک سوال ہے۔امیروں کے لیے وہ سوال بدل نہیں جاتا۔غریبوں کے لیے یا mediocre کے لیے نہیں بدل جاتا۔ "مَنْ رَّبُّكَ؟" میں تھوڑا سا پڑھا لکھا ہوں۔مجھ سے بہتر بھی پڑھے لکھے ہوں گے۔مجھ سے کم تر بھی پڑھے لکھے ہوں گے۔میں ریڑھی والے کو جانتا ہوں ایک لفظ نہیں پڑھا ہوا۔کیا عجیب بات ہے قبر میں عالم سے دانا سے احمق سے ایک ہی سوال پوچھا جائے گا؟ "من ربك؟" جو سوال پی ایچ ڈی والوں سے پوچھا جائے گا وہ پانچویں والے سے بھی پوچھا جائے۔ایک اور صورت بھی سمجھ آتی ہے کہ چاہے کسی انسان کو اس نے رنگ و روپ دیا ہو یا نہ دیا ہو، چاہے اسے رتبہ عالیہ بخشا ہو یا نہ بخشا ہو، چاہے اسے حکومت عطا کی ہو یا نہ کی ہو، ایک چیز سارے انسانوں کو بخشی ہے کہ وہ کسی نہ کسی پیمانے پہ اپنے رب کو پہچان سکتے ہیں۔اس کے علاوہ آپ کے پاس خدا کو justify کرنے کا کوئی rule نہیں ہوگا۔رُول یہ ہے کہ زمین و آسمان میں جتنے انسان ہیں جن کو اللہ نے عقل بخشی ہے۔ہاں تین آدمی اس رُول سے باہر ہیں۔پروردگارِ عالم نے بھی ان سے قلم اٹھایا ہے۔حدیثِ قدسی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے قلم اس پر سے اٹھا لیا جو مجنون ہے، پاگل ہے، یا بچہ ہے جو سویا ہوا ہے۔(زیرِ لب تبسم کے ساتھ) میری advise یہی ہے سب سے سستا

طریقہ خدا کے حساب و کتاب سے بچنے کا یہی ہے کہ لمبی لمبی تان کے سویا کرو۔

خواتین و حضرات! ایک اور بات جو دیو جانس کلبی کہتا ہے کہ جب تم اپنی شناخت کرو گے تو دکھ بڑا ہوگا' تکلیف بڑی ہوگی۔ اپنے خلاف چلتے ہوئے بڑی کوفت ہوتی ہے۔ اب آپ قرآن میں دیکھیے۔ قرآن کہتا ہے کہ تمام نجات کا ایک اصول ہے اگر تم لوگوں نے مسلمان بننا ہے یا مومن تو تمام اسباب کا ایک بڑا سبب یہ ہے: "وَأَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفۡسَ عَنِ ٱلۡهَوَىٰ "{سورۃ النازعات:40}اب بتاؤ کہ نفس کی کیا مخالفت کریں؟ کھانا بھی نفس نے کھانا ہے، کپڑے بھی نفس نے پہننے ہیں۔ محبتیں بھی اس نے کرنی ہیں۔ بچے بھی اس نے پالنے ہیں۔ اب اللہ کے اس کہنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ ایک اصول اس سے بنتا ہے کہ total denial of whatever you wish or desire احتیاط یہ کہتی ہے کہ میں اپنی اچھی بری ساری خواہشات اور سارے فیشنز کی نفی کروں۔ جب یہ ہو جائے تو ضروری والی چُن لوُ اس کا یہی ایک حل ہے۔ ورنہ ہمارے لیے سانس لینا بھی حرام و حلال میں بٹ جائے گا۔ سو بہتر یہ ہے کہ ہم ایک اصول بنالیں at the face of it all of us think wrong پھر سوچیں تھوڑی دیر غور کریں کوئی قرآنی اصول برتیں اور جو جائز چیز ہے وہ اپنالیں۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا آپ کو ایک واقعہ سناؤں۔ ایک دفعہ چار دن سے بھوکے تھے۔ ویسے تو وہ جب بڑے ہوئے، صاحبِ اختیار ہوئے تو میرا خیال ہے کیا سے کیا ہو گئے' تصرف فی الوجود کے مالک تھے، تصرف فی الارض کے بھی۔ مگر جب وہ تربیت کر رہے تھے تو ایک دفعہ چار دن کے بھوکے تھے۔ کہتے ہیں میں گرتا پڑتا بہت بیزار حالت میں ایک مسجد تک پہنچا۔ شیخ بقا ابن بتو کی روایت سے یہ واقعہ ہے۔ جب میں مسجد پہنچا میں نے دیکھا ایک شخص کھانا کھا رہا تھا۔ میں اتنا بھوکا تھا کہ وہ کھانا کھا رہا تھا میرا منہ ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے بھی کہیں حالتِ زار دیکھ لی ہوگی۔ اس نے کہا اے بھائی اِدھر آؤ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اب جب میں نہیں کر بیٹھا تو میں نے ملامت شروع کر دی۔ بے وقوف تجھے کس نے کہا تھا منع کر، تجھے تو ٹل رہا تھا۔ خود بلا کے کہہ رہا تھا۔ میں نے کہا نہیں جب اللہ چاہے گا میں کھالوں گا۔ میں نے دو مرتبہ انکار کر دیا۔ پھر اس عرصے میں اس کا پیٹ تھوڑا بھر گیا ہوگا۔ تھوڑا فالتو کھانا ہوگا۔ اس نے کہا صاحب آجاؤ اب کھالو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ جب تیسری مرتبہ آئی تو شیخ نے کہا کہ

میری حجت تمام ہوگئی۔ میرے اللہ کی حجت تمام ہوگئی چلو شریک ہی ہو جاؤ۔ کہتے جب میں کھا رہا تھا تو اس نے مجھے کہا بھائی تم کسی گیلان کے عبدالقادر کو جانتے ہو؟ کیوں، میں ڈرا پتہ نہیں کیا اس نے کرنا ہے۔ پوچھا کہ تم اس کا پوچھتے کیوں ہو؟ بھائی دیکھو میں گیلان سے آیا ہوں۔ جب میں چلا تھا تو عبدالقادر کی والدہ نے چھوٹا سا سونے کا ٹکڑا دیا تھا اور مجھے کہا تھا یہ میرے بیٹے کو پہنچا دینا۔ میں یہاں آیا تو میرے سارے مال واسباب ختم ہو گئے۔ اسی کے ٹکڑے کو بیچ کے اب کھانا لیا اور میں کھا رہا ہوں۔ تو شیخ نے کہا ٹھہر جا، شیخ نے کہا ٹھہر جا۔ پہلے اُٹھ کے سجدہ کیا کہ دل للچایا بھی تو اپنے ہی مال پہ۔

یہ جو شیوخ ہیں بڑے بڑے آپ ان کو انجام سے دیکھتے ہو۔ انجام سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ آپ ان حضراتِ مکرم کو ان کی اوائلِ عمری سے دیکھا کرو۔ دیکھو ہم بھی تو start لے رہے ہیں آپ بھی start لے رہے ہو۔ کوئی پہلا بھی تو قدم ہوتا ہے۔ اڑنے والے تو نہیں ہیں ہم کہ بالکل آخری منزل پہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ساتھ ''موڈھا'' (کندھا) جوڑ کے کھڑے ہو جائیں۔ جب شیخ کا آخری لحہ تھا اس سے پہلے ایک دفعہ کہتے ہیں میں گشت وگرد میں بغداد سے نکلا مجھے ہوش ہی نہیں رہی۔ ایسی کوئی کیفیت تھی کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہی' نکلتا چلا گیا۔ بہت دور جا کے میں نے ایک بڑھیا سے پوچھا کہ اماں یہ کون سی جگہ ہے؟ تو اس نے کہا بات سن تو عبدالقادر ہو کے نہیں جانتا تو میں تجھے کیا بتاؤں گی؟ تو وہ ایک مقام بھی ہے شیخ کا اور ایک یہ مقام بھی ہے کہ سکرات طاری ہے' موت کا مرحلہ بڑا قریب ہے تو فرماتے ہیں جگہ چھوڑ دو، تھوڑی تھوڑی جگہ چھوڑ دو۔ میرے پاس کچھ مہمان آ رہے ہیں اور میں نے ان کا استقبال کرنا ہے۔ مجھے وہ لینے آ رہے ہیں۔ ان کے بیٹے عبدالرزاق نے ان سے پوچھا اعلیٰ حضرت سکرات میں کیا عالم ہوتا ہے؟ تو فرمایا'' کچھ بھی نہیں یہ موت نہیں ہے۔ میں اللہ کے علم میں حالت بدل رہا ہوں۔'' فرمایا میں نے ایک فیز چھوڑی تھی جب میں کائناتِ بالا سے دنیا میں آیا تھا۔ یہ دوسری فیز میں نے چھوڑنی ہے۔ اب میں پھر اپنے مقامِ اصل کو واپس جا رہا ہوں۔ اتنی بے وقعت بے مقام اتنی مختصر million and trillion years of life میں ستر سال کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟ اور ہم اس کے لیے لٹے پٹے جا رہے ہیں۔ ہمارے دماغ مفتون ہو رہے ہیں۔ دیوانگی یہ ہے کہ زندگی اور دنیا کے بغیر ہمارا کوئی سانس خدا کی رغبت کو نہیں اُٹھتا، یہ ایک بدقسمتی ہے۔

اب آپ کو بتاتا ہوں کہ پرانے لوگوں سے تصوف یہاں کیسے آ گیا؟ اسلام میں کیسے آ گیا؟ بہت سارے لوگ کہتے ہیں کوئی صحابی تو صوفی نہیں تھا۔ کوئی کہتا ہے تابعین تو نہیں صوفی۔ کوئی کہتا ہے تبع تابعین تو نہیں صوفی۔ اب ایک چراغ کو زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے ٹائٹل میں دیا لکھوائے؟ آپ ہی بتائیں میں ایم ایس سی اور ایم اے کرنے کے بعد اپنی نیم پلیٹ پہ میٹرک کی ڈگری بھی لکھواؤں گا؟ یہ کبھی ہوا؟ کیا اصحابؓ کا درجہ اولیاء سے ہزاروں گنا زیادہ نہیں؟ تو اصحابؓ میں سے کون چاہے گا مجھے صحابی نہ کہو ولی کہو یا مجھے تم صوفی کہو؟ یہ دو لفظ جو ہیں اللہ کے ولی اور مومن یہی اسلامی تصوف کی basics ہیں۔ اللہ نے صوفی سے stronger لفظ استعمال کیے ہیں۔ اللہ نے لفظِ ولی استعمال کیا ہے۔ اللہ نے لفظ مومن استعمال کیا ہے۔ دونوں کے درجات علیحدہ علیحدہ کر دیے۔ جب حضرت سعدؓ نے اپنے ایک بھائی کے بارے میں اللہ کے رسول سے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اس کو تھوڑا سا مال زیادہ دیں۔ پوچھا کیوں؟ حضرت سعدؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گمان کرتا ہوں یہ مومن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "بل مسلم" مومن نہیں ہے یہ مسلمان ہے۔ پھر آپ نے اصرار کیا کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گمان کرتا ہوں کہ یہ مومن ہے۔ فرمایا "بل مسلم" جب تیسری مرتبہ کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم اُس معاملے میں مجھ سے بحث کر رہے ہو جو میں تم سے بہتر جانتا ہوں۔ یعنی مسلم سے مومن ہونے تک ایک عمر چاہیے۔ ہم یہ claim کر سکتے ہیں کہ ہم مسلم ہیں۔ مگر ہم میں سے اگر کوئی ایک یہ claim کرے کہ وہ مومن ہے تو وہ خطا کار ہے۔ کیونکہ یہ decision ہمارے پاس نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ ہم مومن ہیں یا نہیں ہیں۔

امام قشیریؒ کا analysis یہی ہے کہ لفظ "تصوف" عرب میں نہیں تھا۔ بلکہ حیرت کی بات ہے کہ زمانہء جاہلیت میں صوفہ بن تجہ ایک شخص کا نام تھا تو بعض نے کہا کہ تصوف اس سے نکلا ہے۔ حالانکہ وہ پرلے درجے کا احمق تھا۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ صوفی ازم دراصل ایک school of thought ہے جس کا آغاز Greek میں ہوا۔ Greek میں اساتذہ جو تھے Socrates, Plato, Aristotle سارے چلتے پھرتے سبق دیا کرتے تھے۔ تو چلتے پھرتے سبق دینے والوں کو وہ sophist کہتے تھے۔ بعض نے کہا یہ تو greek کے اس لفظ sophist سے نکلا ہے۔ آج البتہ

دو تین لفظ جو آپ کی لینگویج میں رائج ہیں وہ لفظِ سوفسٹ سے نکلے ہیں۔ مثلاً sophistication یا sophistry۔ نازک ترین خوبصورتی یا نفاست کو sophistry یا sophistication کہتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ تصوف بھی اسی سے نکلا ہے۔

بھیڑ کے پشمینہ کو "صوف" کہتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ تصوف کا لفظ اسی "صوف" سے نکلا ہے۔ اس لیے کہ فقراء نے نارملی اپنے اوپر چادریں چمڑے کی ڈالی ہوتی ہیں۔ کچھ لوگوں نے گمان کیا کہ شاید یہ چادریں پہننے والے ننگے منگے فقیر ہیں جو مختلف قسم کے فیشن کرتے ہیں۔ سب سے اچھا mosaic فقیروں کا ہوتا ہے۔ ایک اِدھر سے لی ہوئی رنگ کی شاخ، ایک اُدھر سے لی ہوئی ہوتی ہے، طرح طرح کے ٹکڑے جوڑے ہوتے ہیں۔ اگر سچ پوچھو تو میں نے کئی فقیروں کو دیکھا they should be presented to the world as important artists. انہوں نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اتنے شاندار بنائے ہوئے ہوتے ہیں تو اس کو ہم لباس کا mosaic کہہ سکتے ہیں مگر ان کی کوئی پرواہ ہی نہیں کرتا۔

یہ اصول ہے کہ جب اعلیٰ درجات آپ کو نصیب ہو جائیں تو پھر آپ چھوٹے لکھتے نہیں ہیں۔ جب اصحابؓ میں سے ہوں تو کوئی صحابی کیوں لکھے گا کہ میں صوفی ہوں۔ جب کوئی تابعین میں سے ہوں تو کیوں وہ نیچے گرے گا۔ جب کوئی تبع تابعین میں سے ہوں تب بھی کوئی نہیں آئے گا۔ جب تبع تابعین گزر گئے، تو پیچھے لوگ تھوڑے رہ گئے۔ کلاسیں محدود ہو گئیں، رش بہت بڑھ گیا، آنے والوں کو برآمدوں میں ٹھہرایا جاتا تھا۔ اب وہ عالم نہیں تھے جنہوں نے direct رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھا تھا یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ سے پڑھا۔ یہ ایک درجاتِ علم سے تبع تابعین کا low rank ہے مگر پھر بھی ولی سے زیادہ ہے۔ کیونکہ ان کے پاس direct education کا ایک لنک ہے اور وہ بھی اتنے متقی پرہیزگار اور مسلمان تھے۔ تابعین کا pride یہ تھا کہ ہم حضرت عمرؓ سے ملے ہوئے ہیں۔ تبع تابعین کا pride یہ تھا کہ ہم نے فلاں صحابیؓ سے یہ حدیث پائی ہے۔ صوفی کا یہ credit اور pride نہیں تھا۔ اس لیے تبع تابعین والے بھی لوگ صوفی نہیں کہلوانا چاہتے۔

جب آپ کسی کو ولی کہنا چاہو تو آپ کو حجاب آ جاتا ہے۔ بڑا رتبہ ہے ناں some how ہمارے ہاں unconcious میں ہے کہ ولی کوئی بہت منفرد، خوبصورت، اعلیٰ ترین ہستی

ہوتی ہے۔صوفی کے بارے میں یہ نہیں ہے' ہم ایک شخص جو اُلٹی سیدھی داڑھی لگا کے جا رہا ہو اس کو بھی کہتے ہیں ''اُوئے صوفی ایدھر آیں ناں۔'' تو صوفی کا لفظ چھوٹے درجے پہ ایک طنزیہ اور استہزائیہ جملہ بھی بن جاتا ہے۔ایسا ولی کے ٹائٹل کے بارے میں نہیں کہہ سکتے جو اللہ نے مسلمانوں کو دیا ہے۔جیسا کہ مومن کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا۔یہ پیدا کیوں ہوا؟ان دو لفظوں سے گریز کر کے ایک ایسا لفظ بولا جائے جس کی شدت کم ہو اور جسے نارملی اس سوسائٹی میں برداشت کر سکیں۔اس لیے بھی یہ صوفی کا لفظ replace کیا۔مگر سچ پوچھو تو مجھے اپنے شیخ کی روایت کردہ تصوف کی تعریف پسند ہے۔انہوں نے جو تصوف کی تعریف کی ہے۔وہ دو تین تعریفات ہیں۔فرمایا سید ہجویرؒ نے'' الصفاء صفت الاحباب وھم شموس بالاسحاب'' کہ صفائے قلب اللہ کے دوستوں کی صفت ہے۔یہ وہ آفتاب ہے جس پہ بادلوں کے سائے نہیں پڑتے۔یہ چمکتے رہتے ہیں۔ہمہ وقت ہمہ تن۔

خواتین وحضرات!اب ہم نے دیکھنا ہے کہ قرآن سے کون سے اصولِ تصوف لیے گئے ہیں۔کیا قرآن میں ایسے عجیب وغریب لوگوں کا ذکر ہے یا حدیث میں جنہیں ہم صوفی کہتے ہیں۔اس کی وضاحت کے لیے کچھ قرآن کی آیات میں پیش کروں گا۔جیسے آپ کو میں نے پہلے بتایا کہ اگر خواجہ نظام الدینؒ کا رنگ بھی پڑھا جا رہا ہو تو مراد رنگِ نظام الدینؒ نہیں ہوتا۔وہ آیتِ قرآن ہوتی ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ نظام الدینؒ نے رنگسازی کی جو تعلیم دی ہے وہ اس حضرت والا سے لی ہے کہ جس نے کہا:" صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ " {البقرۃ:138} اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہے۔خواتین وحضرات!یہ سارے لوگ جو گزرے پیچھے دراصل اسی رنگ کی تحصیل کرتے چلے آئے ہیں۔یہی رنگ انسانوں میں گھولتے چلے آئے ہیں۔مگر کیا اللہ نہیں ان کو مانتا؟کیا عجیب وغریب آیت ہے' اب دیکھئے اپنے آپ پہ تھوڑا سا غور کر لیجیے گا۔یہ بہت بڑی آیت ہے۔مجھے بڑی پسند ہے مگر میں اس کا اہل نہیں ہوں۔آپ سوچیے گا شاید اللہ آپ کو توفیق دے دے۔"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ" {البقرۃ:207} اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اپنی جان بھی اللہ کی رضا کے لیے بیچ دیتے ہیں' اللہ ان سے محبت رکھنے والا ہے۔اس سے زیادہ مبالغہ آمیز کلمہ تصوف میں اور کون سا ہوگا؟جو اللہ خود کہہ رہا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو رضائے پروردگار کے

لیے جان بیچ دیتے ہیں۔اب ان کے سوا کون ہوگا؟

تصوف کے تمام اصول قرآن سے لیے گئے ہیں۔ایک بھی قانون ایسا نہیں ہے جو کسی خارجی دنیا سے آیا ہو۔بھلا جب تھا ہی نہیں ایمان تو کوئی ایمان کے اصول کیسے دیتا؟ جب mythology سے بھری ہوئی دنیا تھی' چاہے وہ Greek تھی، چاہے وہ رشین تھی، چاہے وہ ایرانین تھی تو وہاں سے اللہ کی یاد کا قانون کہاں سے نکل سکتا تھا؟ بہت کم درجہ کے intellectuals, historians نے ایسے نظریات کو فروغ دیا۔علم کی جو درمیانی سطح ہے یہ بڑی خطرناک ہوتی ہے۔you almost consider that it's a finality آپ سمجھتے ہو کہ یہ فائنل بات کہہ گیا۔مگر اس کے اوپر بڑے بڑے جھول ہوتے ہیں۔اس کی مثال آپ کو دیتا ہوں کہ درمیانی سطح کتنی خطرناک ہے۔پرویز صاحب بڑے مشہور مفکر تھے' ادیب تھے۔ غامدی صاحب کی طرز کے استاد تھے۔بڑے معزز تھے۔انہوں نے علمِ حدیث پہ بڑی شدت سے اعتراضات کیے۔کیسے؟ particularly ایک حدیث quote کی جو حضرت ابوذرؓ کی حدیث تھی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذرؓ جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ تو کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ اور اللہ بہتر جانتے ہیں۔ہم تو نہیں جانتے کہاں جاتا ہے۔فرمایا یہ عرش کو جاتا ہے۔پھر اسے حکم دیا جاتا ہے کہ لوٹ جا پھر یہ لوٹ آتا ہے۔پھر ایک دن آئے گا کہ اس کو کہا جائے گا تو نے لوٹنا نہیں ہے۔یہ قیامت کا دن ہوگا۔پرویز صاحب کیا کہتے ہیں؟ پرویز صاحب اپنے زمانے میں گریجوایشن تک پڑھے ہوئے تھے۔سول سروسز میں چلے گئے۔کاسمالوجی محدود تھی۔قرآن کی آپ نے دو آیات سنیں کہ ہر وقت کائنات کی ادھیڑ بُن میں لگے رہو۔اس وقت انہوں نے کائنات کی سٹڈیز پہ غور نہیں کیا۔سائنس دانوں سے جو ہاتھ آیا اُلٹا سیدھا اس کو کاپی کر لیا۔ سائنس دانوں نے کہا ہوا تھا کہ سورج کی ایک گردش ہے وہ صبح و شام کی گردش ہے۔چوبیس گھنٹے کی وہی ایک گردش ہے اور اس گردش میں تو کہیں بھی عرش نہیں آتا۔لوگوں نے اس کو بڑی داد دی۔کچھ لوگ اس کے ساتھ اٹیچ بھی ہوئے۔ایک کام لوگوں نے نہیں کیا جو اصحابؓ کیا کرتے تھے۔اصحابؓ اتنے علم والے تھے کہ جب کوئی چیز سمجھ نہیں آتی تھی تو رک تے تھے۔یہ جملہ کہتے اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔خالی اللہ نہیں کہتے تھے۔اللہ کی انہیں خبر ہی نہیں ہوتی تھی۔اللہ ہر ایک مسلمان پہ تو وحی نہیں اتارتا تھا۔وہ تو یہ کہتے تھے اللہ بتائے گا' رسول اللہ ﷺ ہمیں

بتائیں گے۔ جب مڑنا ہوتا تھا، جب complement دینا ہوتا تھا تو کہتے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں تو کچھ پتہ نہیں۔ اب اتفاق سے انسانی تعلّی اور انا اس مقامِ افضل پہ چلی گئی ہے ہم کہتے ہیں چھوڑو یار سب دقیانوس تھے۔ مَیں بہتر جانتا ہوں۔ اب دعویٰ فرنگ کا ہو یا مشرق کا ہو آدھے پڑھے لکھے نیم استخوان یہ لوگ اپنی طرف سارے claim موڑ لیتے ہیں۔ ہم تو بہتر جانتے ہیں۔

کچھ عرصہ کے بعد سورج کی تین مومنٹس ڈسکور ہوئیں' ایک نہیں تین۔ ایک مومنٹ اس کی ہرکولین گلیکسی کی طرف تھی جس کو وہ چھتیس ہزار سال میں پورا کرتا تھا۔ اس مومنٹ میں جس عظیم ترین مقام پہ سورج پہنچتا تھا اس کو سائنس دانوں نے solar appex کا نام دیا۔ اگر آپ زبانوں کے استخراج کریں اور appex کا ترجمہ کرنا چاہیں تو اس کا ترجمہ ہے بلندی یا عرش۔ حیرت انگیز بات ہے کہ وہ عالم جو پندرہ سو برس کسی بھی لیبارٹری میں نہیں بیٹھے' وہ جو کسی بھی کائناتی اسطرلاب کو نہیں سمیٹے ہوئے' جنھوں نے کوئی نسخہ اپنے ہاتھوں میں جانچنے پرکھنے کا نہیں رکھا ان کو پتہ تھا کہ سورج ایک بلندی کو جاتا ہے اور وہ اس کو عرش کہتے ہیں۔ وہاں سے پلٹتا ہے اور جب ایک دن آئے گا تو کہا جائے گا اب تو نہ پلٹ اور وہ قیامت کا دن ہوگا۔ یہ جو نیم حکیم دانشور ہوتے ہیں اب ان کا قصور نظر بھی نہیں آتا۔ ایک صدی کے نصیب میں ایک علم ہوتا ہے۔ تین ہزار صدیوں میں کوئی سائنٹفک علم ایشو نہیں ہوا۔ ایک توپ خانہ آیا۔ ایک روغنِ زیتون آیا اور چھوٹی چھوٹی چیزیں آگئیں۔ مگر جب فرسٹ ورلڈ وار آئی تو اتنی بے شمار ایجادات آئیں۔ جب سیکنڈ ورلڈ وار آئی تو اس کے نتیجے میں آج آپ دیکھ لیں، اور تو اور پاکستان جیسا غریب ترین ملک بھی دنیا کے تین بہترین ایٹمی ایجادات کی لسٹ میں آگیا۔ ہمارا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر زمانے نے کتنی ترقی کی، اللہ نے کتنا علم بانٹا، حقائق کتنے زمین پہ نزول فرما گئے یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ یہ زمانوں کی اپنی استطاعت ہوتی ہے۔ ہر زمانہ اپنے دامن میں جتنا سمیٹ سکتا ہے اتنا سمیٹتا ہے۔ اب آج کے بعد اتنی جلدی زمان ومکاں کی ساعتیں گھومیں گی اور اتنا سارا علم ایشو کیا جائے گا کہ بہت ساری دنیا ویرانیوں کا شکار ہو جائے گی۔

خواتین وحضرات! سفر کا اگر مقصود ہو تو اس کی منزل کا تعین کیے بغیر سفر آوارگی ہوتا ہے۔ ایسے ہی جیسے فضائے بسیط میں بغیر منزل کے اگر کوئی سیارہ بکھر جائے تو فضائے بسیط میں

جلتا جلتا ختم ہو جاتا ہے۔مگر اگر منزل کا تعین ہو سفر کا کوئی مقام طے ہو تو پھر اس کی خوشی اس کی طلب اس کی محبت آپ کو ultimately اس منزل تک لے جاتی ہے۔ایک چھوٹا سا شعر ہے کہ

ناوکِ ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا
درد اُٹھ اُٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانہ دل کا

تو جب تک دل میں درد نہ اُٹھے اور ٹھکانے کا تشخص نہ ہو آپ کی ساری search بیکار ہوتی ہے۔ دیکھیئے بہت سارے مذاہب کے لوگ ہم پہ بڑی طنز کرتے ہیں۔سیکولر بڑی طنز کرتے ہیں۔یہ کیا جی دنیا میں اور بھی تو بڑے اچھے لوگ ہیں آپ ان کو کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ کافر جہنم میں جائیں گے۔اس قسم کے گلے ہم سے بہت کیے جاتے ہیں۔میں ان سے کہتا ہوں کہ فرض کرو ایک بڑا ہی محترم میرا عزیز سا بڑا مخیر ہندو قبر میں چلا گیا۔اب پوچھنے والوں کا پرچہ تو ایک ہی ہے۔وہ تو نہیں چینج ہوتا۔تو انہوں نے پوچھ لیا "من ربك؟" اب اس کے جواب میں اس شریف، نیک خصلت بڑے ہی ایماندار اور مخیر ہندو نے کیا جواب دینا ہے؟ کہے گا 1st trinity کہ میرا تو جواب بڑا تیز ہے بڑا لمبا ہے' چھ صفحوں پہ آئے گا 1st trinity اندرا، ورونا، متھرا 2nd trinity برھما، شیوا، وشنو تیسری trinity درگا، سسروتی اور کالی۔فرشتہ تو کہے گا یہ کیا خرافات ہے' میں پوچھ رہا ہوں "من ربك؟" اور اگر جس قوم کے ہر تیسرے شخص کے پاس اپنا دیوتا ہو گا اس نے جواب کیا دینا ہے؟ خدا کا ایک سوال بڑا سادہ ہے کہ اس نے ایک پرچہ دیا: "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا "{الدھر :03} عقل دے دی حالات دے دیے رزق دے دیا ماں باپ دے دیے۔تفریح بھی دے دی۔ڈرامے بھی دے دیے۔ سارے ٹی وی سٹیشن دے دیے۔سارا کچھ تو دے دیا۔بتاؤ تو سہی اللہ کو مانتے ہو کہ نہیں؟ اب اس کی تاویلیں نہیں آپ دے سکتے۔اب یہ نہیں کر سکتے۔ہاں سنا تو تھا' پہلوں نے بتایا تھا کہ ایک تو میرا بہت بڑا دیوتا "اندرا" ہے، دوسری اس کی بیوی "متھرا" ہے، تیسری "ورونا" ہے۔ہم نے تو اپنے خدا بیاہ بھی دیے۔تم کون سے جتی ستی اللہ کو پوج رہے ہو۔ہم نے اپنے دیوتا بیاہ بھی دیے، نسلیں نکال دی ہیں اور تم اسی ایک اللہ کو لیے بیٹھے ہو۔آپ کو پتہ ہے پہلے شرک کیوں شروع ہوا تھا؟ عرب "الہ" کو مانتے تھے۔پہلے بھی اللہ کو مانتے تھے۔ہوا یہ کہ رستے سے گزرتے ہوئے عمرو بن لحی نے دو غیر معمولی پتھر دیکھے۔جیسے آپ کوہِ سلیمان کے پتھر دیکھتے ہو جس کو آپ سلیمانی

نقش بھی کہتے ہیں۔ تو اس قسم کے بڑے خوبصورت رنگین سے۔ اس کا خیال تھا کہ پتھروں کا تو کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ یہ ضرور کوئی خدا ہوگا۔ وہ پتھر بڑے بڑے تھے۔ ایک کالا تھا ایک سفید تھا۔ وہ ان کو اٹھا کے کعبہ میں لے آیا۔ خیال یہ تھا کہ اللہ busy بڑا ہے as an executive اسے کام بڑے ہیں۔ سارے کام سمیٹنے کا اسے وقت نہیں ملتا۔ اس لیے یہ دو لیڈیز اسسٹنٹ اس کو دے دیں۔ اُدھر ذرا اللہ میاں کی سنو۔ وہ بہت کڑے ہیں He is like somebody who kows what he is: "لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" {الانبیاء:22} اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ کچھ اپنے ستاروں کو اِدھر لے کے جا رہے ہوتے ہو کبھی اپنے ستاروں کو اُدھر۔ تو خداوند کریم کے حضور میرا خیال یہ ہے کہ ایسی تاویلیں نہیں چلیں گی۔

تصوف کی ایک اور تعریف کی طرف بڑھتے ہیں۔ تصوف کمالِ ادب و فن ہے۔ اس میں تہذیب ہے۔ اس میں نئی تعریف آئی اور ایک بہت بڑے صوفی نے اس کو جب define کیا تو کہا کہ تصوف تہذیب ہے۔ تصوف اخلاقِ حسنہ ہے۔ تصوف حسنِ کلام ہے۔ تکبیر اور تحلیل ہے، تائید ہے۔ یہ تصدیقِ ربانی ہے۔ اس کے سوا تصوف کچھ نہیں ہے۔ یہ sophistication کا ایک درجہ ہے۔ everybody likes to be very sophisticated in the society, the more pattern of thoughts, we like to induce and pose in front of other people that we are only sophisticated people. خوشبو کا تاثر بدل دو۔ ایک نفاست کے اظہار میں نمایاں ہو جاؤ۔ میرے ماشاء اللہ ایک دوست ہیں ادھر، چار مرتبہ لندن سے میرے لیے ایک خوشبو لے آتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کیا پسند ہے۔ جب پسندیدہ لوگ اپنی خوشبو پہ قائم ہو جائیں' اپنے طرزِ لباس پہ قائم ہو جائیں' اپنے ہیئر سٹائل پہ قائم ہو جائیں تو آپ کو پتہ ہے وہ sophisticated ہیں' صوفی ہو جاتے ہیں۔ وہی لفظ ہے' sophisticated ہو جاتے ہیں اور sophisticated آدمی کا تناؤ جو ہے وہ اتنے آرام سے نیچے نظر نہیں ڈالتا۔ یہ چھوٹے چھوٹے ٹانکون سے ان کے میچ کہاں پڑتے ہیں۔ ان کو ہی پتا ہوتا ہے سب سے اچھی خوشبو کا۔ (زیرِلب تبسم کے ساتھ) دیکھو Macdonald ہے sophisticated لوگوں کے لیے۔

میں کئی دفعہ بور ہو کے کھا کے آیا ہوں۔ بیچ میں وہ ولایتی sophistication ہے ہی نہیں۔ میں تو ذرا سا مسالے دار چیز پسند کرتا ہوں۔ ہندوستان تو مسالوں کے لیے مشہور تھا۔ ہم تو طرح طرح کے جیلفریزی کھانے کے ماہر ہیں۔ اجوائن کے ماہر ہیں۔ مسالوں کے ماہر ہیں۔ ہمیں کیا لگے اس بوگس قسم کی mayonnaise سے جو اس میں لگاتے ہیں۔ مگر ان کو برا نہیں کہا جا سکتا it's part of sophiticated culture of food. یہ جو صوفی ہے یہ اس لیے جدا ہوتا ہے کہ اس کی sophistication اخلاق میں ہوتی ہے۔

اب ایک صوفی کا قول آپ کو سنا دوں۔ آپ اس sophistication کو جان جاؤ گے۔ محترم و بے مثال سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ مروّت کیا ہے؟ فرمایا مروّت یہ ہے کہ جب تو کسی گناہ گار کو دیکھے تو پہلے خدا کا شکر ادا کر کہ یہ خطا تجھ میں نہیں، یہ fault تجھ میں نہیں ہے۔ اور پھر اللہ کے حضور اپنے بھائی کے لیے دعا کر جس میں تو نے fault دیکھا ہے کہ اللہ اسے بھی اس خطا سے نجات دے۔ یہ صوفی کا اخلاق ہے۔ ایک دفعہ شیخ جنیدؒ کے پاس ایک بڑے استاد آئے اور انہوں نے پوچھا اے شیخ ہمیں یہ بتاؤ یہ جو صوفیاء فکر کرتے ہیں' جسے فتوت کہتے ہیں، فتوت کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ فتوت یہ ہے کہ جو تیرے ذمے خلق کا ہو اسے پورا پورا ادا کر اور جو خلق کے ذمے تیرا ہو اسے بھول جا۔ یہ پریکٹیکلی بڑا مشکل ہے کہ جو خلق کا تیرے ذمے ہے اسے پورا پورا ادا کر اور جو خلق کے ذمے تیرا ہو اسے فراموش کر اور بخش دے۔ یہ تھوڑے سے اصول اُلٹ جاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں تصوف کا اصول ہے کہ صوفی کہاں سے ہے۔ اللہ نے کہا کچھ لوگ ایسے ہیں، اور کچھ لوگوں کے بارے میں کہا کہ یہ آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہ ان سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ جب اس قسم کا ذکر ہو جیسے اللہ نے کہیں کہیں بعض کو بڑی چیز کہا ہے جیسے کہا: "اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" کہ قرآن کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔ یہ تو نارمل باتیں ہوئیں ناں: "وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ" {العنکبوت:45} مگر اللہ کی یاد تو بہت بڑی بات ہے۔ لوگ اکثر کہا کرتے تھے کہ نماز پڑھنا بھی تو ذکر ہے۔ ہاں جی ہے۔ جی قرآن پڑھنا بھی تو ذکر ہے۔ ہاں جی ہے۔ مگر اللہ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ دو تو ہیں مگر: " وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ " صوفی اس چکر میں ہوتا ہے کہ میں جماعت میں بھی خدا سے وابستہ رہوں اور ہٹ کے ذرا ذاتی طور پہ بھی میرا کوئی اس سے تعلق رہے۔ یہ

صوفیت ہے۔ یہ personal relationship اس انتہا میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچتا ہے۔

آپ غور کرو پیغمبروں کا کلمہ کیا ہے؟ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ {هود:90} بے شک میرا رب رحم کرنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ آپ کا خیال ہے پیغمبر اس وقت بھول جاتے ہیں کہ اللہ سب کا رب ہے؟ مگر یہ personal relationship ہے' "إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ " {هود: "90} " إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ " {هود:61}" إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ " {هود:57 } إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ " {يوسف:53 } "إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ "{هود:56} "إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ " {هود:41} تو پیغمبروں کے لہجے میں اتنی اپنائیت ہے' خدا کو اپنانے کی اپنائیت ہے۔ میرا رب، میرا رب، میرا رب۔ اب جس پیغمبر کو دیکھو گے جب وہ اس اپنائیت کے لہجے میں آتا ہے تو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے "وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي " نفس سے کون بری ہے؟ "إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ" نفس تو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے " إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي " ہاں اگر رب کرم فرمائے۔ اور کون سا رب؟ " إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ "{يوسف:53} یقیناً میرا رب، میرا پرسنل خدا' اگر وہ کرم فرما دے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ ہر انسان کے دو تعلق ہیں اللہ کے ساتھ۔ ایک جماعت ایک امت ایک گروہ' ہم بہت سے لوگ مل کر کچھ فرسودہ لوگوں کے تاثرات کے خلاف ایک رب کی پرستش کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر وہ رب نہ ہو' وہ موجود نہ ہو تو یہ ساری (کوشش بے معنی ہے)۔ جیسے پہلے قول میں بتایا اگر منزلِ مقصود نہ ہو تو تمام تلاش آوارگی ہے' تمام تلاش۔ مگر وہ حق میں موجود ہو اللہ موجود ہو تو منزل کا حصول یقینی ہو جاتا ہے۔ کیا عجیب رب ہے آپ کا؟ اس کے لیے صوفی بننا کیا ضروری ہے؟ اس کے لیے کوئی ضروری نہیں۔ ہر انسان کی حدود اللہ کے کرم سے ملتی ہیں۔ ہر انسان اپنے خدا کو چاہ سکتا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اللہ نے کوئی تخصیص براہمن کی نہیں کی، کوئی شودر کی نہیں کی۔ کوئی تقسیم نہیں کیا انسان کو کم و بیش اور رتبوں میں۔ البتہ انسان کو دو قسموں میں تقسیم کیا۔ اللہ نے انسانوں کے صرف دو طبقے گنے ہیں۔ " اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ"{البقرہ:257} تیسرا طبقہ نہیں گنا۔ دو طبقے' تمام نسلِ انسان کو دو حصوں میں اس نے تقسیم کیا۔ وہ جو اللہ کے دوست ہیں اللہ

جن کا ولی ہیں۔جن کا رخ اندھیروں سے نکل کے روشنی کو جا رہے ہیں۔اور وہ جو شیطان کے ولی ہیں، شیطان کے دوست ہیں وہ جو شیطان کے رسوخ کے قائل ہیں وہ روشنیوں سے اندھیروں کو نکل کے جا رہے ہیں۔اس کے علاوہ زمین پہ اللہ نے کوئی اور ولی نہیں گنا۔اس کے ہم سب حقدار ہیں۔ مگر we can only find guidance in some good teachers ولایت سے آپ خود گریز کر رہے ہیں۔یہ سب سے کم نفع بخش تجارت ہے جس میں آپ پڑے ہوئے ہیں۔آپ کیوں نہیں خدا کے دوست ہو سکتے؟ چھوٹا سا نسخہ بتاؤں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آپ جس طرح کا بھی گمان اللہ پہ کرو گے وہ لوٹا دے گا۔اس نے کہہ رکھا ہے تو پھر اس پہ ولی کا گمان کرو۔اللہ کا نام ولی بھی ہے۔کیوں نہیں آپ اسمِ ولی کی تلاوت کر لیتے۔ولایت واپس کر دے گا۔اگر آپ اس کو دوست کہو گے تو وہ دوستی لوٹا دے گا۔آپ نے سنا نہیں کیا کہا اس نے؟ اگر تم میرے ساتھ اسی قسم کے دجل وفریب اور جھوٹ سچ سے کام لیتے رہے تو مجھ پہ آسان ہے کہ میں ایسے لوگوں کو پیدا کروں جو مجھ سے محبت رکھیں گے اور میں جن سے محبت رکھوں گا۔سب سے بڑی سچائی قرآن میں یہ ہے کہ وہ لوگوں سے محبت کا آرزو مند ہے" يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یس:30} میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔میں رحم کرتا پھرتا ہوں۔میں مال و اسباب مہیا کرتا پھرتا ہوں۔میں بچے اور ماں باپ دیتا پھرتا ہوں۔میں آسانیاں دیتا پھرتا ہوں۔کاش کہ یہ پلٹ کے کہہ دیں "إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ "{ھود: 90} "إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ"{ھود:61} کس نے آپ کو روکا ہوا ہے؟

ان کی حریمِ ناز کہاں اور ہم کہاں
نقش و نگارِ پردۂ در دیکھتے رہے

دنیا کے محبوب کا یہ عالم ہے کہ شاعر فرما رہا ہے کہ ہم گئے تو تھے مگر نقش و نگارِ پردۂ در دیکھتے رہے۔در و دیوار کے نقشے دیکھ کے پلٹ آئے۔ایک وہ ہے جس کو تم Impossible سمجھتے ہو، Ultimate سمجھتے ہو جس کو Omnipotent, Omniscient, Omnipresent سمجھتے ہو۔وہ ہر وقت آپ کے لیے دروازے کھلے رکھتا ہے۔کچھ رجوع کرو گے تو آؤ گے ناں۔چلو گے تو آؤ گے ناں۔ایک آرزو تو پالو۔ایک ذرہ تو create کر لو۔ اس نے کہا آئے گا ٹھیک ہے بہکائے جاؤ گے ہم بھی تیار ہیں۔دشمن ذہین ہے۔اب اگر بھارت

چڑھا ہوا ہو تو ہم بھاگ جائیں گے؟ کچھ نہ کچھ تو لڑنا بھڑنا ہے۔ شیطان بھی تو دشمن ہے' کھلا دشمن:"إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُواْ عَلَى اللهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ "{البقرة:169} بہت ذہین ہے۔ بڑے بڑے نادر الوجود خیال رکھتا ہے۔ بڑے مکر و فریب کا مالک ہے۔ مجھ سے پہلے بھی زندہ تھا اور میرے باپ سے پہلے بھی۔ میرے دادا کو بھی سمیٹ کے ہٹا ہوا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک شیطان ہماری نسلوں کی ایک ایک رگ جانتا ہے۔ ماہرِ فن ہے۔ عالمِ شیطنت ہے۔ ذہین اور فطین ہے۔ دانشور ہے۔ ہم تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ قرآن میں اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ تمہیں دیکھ لیتا ہے' تم نہیں اسے دیکھ سکتے۔ تمہارا آسرا میں ہوں۔ مجھ سے تو نہیں چھپ سکتا۔ اس کی ساری چالاکیوں سے میں تمہیں آگاہ کر دوں گا۔ جب ایک وسوسہ شیطان تمہارے دل سے گزرے گا میں تمہیں چونکا دوں گا۔ ایک سسٹم مَیں تمہارے دل میں ایسا پیدا کر دوں گا کہ جونہی تمہارے دل سے گزرے گا میں تمہیں چونکا دوں گا۔ مگر اس چونکاہٹ کے سسٹم کے لیے ذکرِ خدا ضروری ہے۔ شیطان اگر سامنے ہوتا تو پھر اسے کبھی نہ ذہین سمجھتا۔ ہے تو گھٹیا سا' نسل پہ ناز کر بیٹھا' انداز پہ ناز کر بیٹھا۔ یہ جو صوفیاء ہیں یہ تو کسی اور چکر میں پڑے ہوتے ہیں۔ یہ ان کو چیلنج کر بیٹھا۔ اس کی انٹیلی جنس ہمیں نہیں ڈراتی۔ ہم نے وہ ٹیسٹ پاس کیا ہوا ہے۔ یہ ہم سے کمزور ہے عقل و معرفت میں۔ کوئی انسان کا بچہ اپنے نسب پہ غرور نہیں کر سکتا۔ شیطان نے کیا ہے۔ ہم اپنی making پہ نہیں غرور کر سکتے۔ ہم میں سب سے زیادہ جاہل ہی نسب کے غرور میں مبتلا ہوتے ہیں۔ عرب ہوئے تھے۔ ان کو جہلا کہا گیا ہے۔ ہم نہیں کرتے ہیں۔ ہم شیطان کی بہت ساری tricks جانتے ہیں۔ مگر مجھے چائینز کی ایک کہاوت بڑی پسند ہے all wars are not to be won ساری جنگیں جیتنے کے لیے تو نہیں ہوتیں' کچھ ہارنی بھی پڑتی ہیں۔ کچھ شیطان سے ہم ہار بھی جاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں ہے کہ ہم اسے اتنا بڑا سمجھ لیں کہ وہ ہماری زندگیوں پر اپنا حکم چلاتا پھرے۔ ہمارے خیال dictate کرتا پھرے۔ اس سے ہمیں اتنی کوئی گھبراہٹ نہیں۔

خواتین و حضرات! اللہ نے صوفیا کی پہچان عباد الرحمان کے نام سے کی ہے۔ اللہ نے جو پہچان دی اگر آپ غور کرو کسی بھی اچھے صوفی کی بات سنو گے تو اس میں یہی پہچان پائی جائے گی۔"وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا

سَلٰمًا " {الفرقان:63} بے مقصد بحثیں نہیں کرتے، کسی کو اذیت پہنچانے کے لیے نہیں باتیں کرتے۔ بڑے شریف لوگ ہیں۔ رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی اور نرمی سے چلتے ہیں۔ وہ کوئی تیزی اور فتنوں کا شکار نہیں ہوتے۔ اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ انہیں بس سلام کہہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ انہیں جاہلانہ باتوں کی ترغیب دیتے ہیں' جب وہ انہیں خوفناک جنگی باتیں بتاتے ہیں۔ جب طنز کرتے ہیں۔ جب وہ ان کو بیچارگی کے حصار میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ برا نہیں مانتے۔ ان کو پتہ ہے کہ شیطان کے ولی ایسے ہی کرتے ہیں۔ بس ان کو سلام کر کے چلتے بنتے ہیں۔ یہی اچھے بندوں کا، اولیاء اور اصحابِ صوفیاء کا طریقہ کار ہے۔

دوسری صفت سنیے۔ یہ قرآن کی باتیں ہیں۔ صوفیاء میں کوئی غیر معمولی صفت نہیں ہے۔ کوئی جاہلانہ رویہ نہیں ہے۔ "وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا" {الفرقان:64} ایک ولی، ایک صوفی کی صفت یہ ہے کہ رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے میں قیام میں' نہ ہوں تو یاد میں۔ یہ قیام و سجود بھی اللہ کی یاد کے لیے ہے۔ جب قرآن میں یہ آیت اتری "وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ " {طٰہٰ:14} تو اصحابؓ نے رسول اللہ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس کے مطالب کیا ہیں؟ فرمایا کہ جب بھی نماز ملے پڑھ لو۔ صلاۃ بھی ذکر ہے کہ نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے۔ تو پھر فضیلت ذکر کو چلی گئی۔ وہ ایسے کہ ہماری یاد important ہے۔ اگر چھوٹ جائے تو ذکر نہ چھوڑنا۔ جب ملے نماز پڑھ کے اس میں ہماری یاد تمہیں آجائے گی۔ پھر جب قرآن کا ذکر ہوا تو ذکر ہی اسے بھی فرمایا: "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" {الحجر:9} ہم نے یہ اپنی یاد نازل کی ہے۔ ہم نے اپنا ذکر نازل کیا ہے۔ نصائح نازل کی ہیں۔ ان کو پڑھا کرو۔ مگر جب personal meditation کا ذکر آیا، تسبیحات کا ذکر آیا تو لوگ بڑا کہتے ہیں جی اسمِ ذات کی تسبیح کرو۔ ہم لوگوں کا حکم نہیں مانیں گے بلکہ ہم تو اللہ کا حکم مانیں گے۔ اب اللہ کا حکم اسمِ صفات کی تسبیح پہ آتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اللہ اللہ کہنا برا ہے مگر بعض لوگ اس پہ دعویٰ رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس لیے معزز جانتے ہیں کہ وہ صرف اسمِ ذات کا ورد کرتے ہیں۔ مگر خدا تو ایسے نہیں کہتا "هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ O هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى "سب اچھے نام ہیں اللہ کے" يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "{سورۃ الحشر :24-22} زمینوں آسمانوں میں سب انہیں ناموں کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور ہم میں ایسے لوگ اٹھتے ہیں جو ہمیں اس یادِ خدا سے ان خوبصورت ناموں کی صفاتِ الٰہیہ کی تلاوت سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مانگتے کیا ہیں یہ صوفی زیادہ تر؟ وہ تو کہتے ہیں "وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا O إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا " {الفرقان:65-66} وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بے شک اس کا عذاب برا ہے اور بہت بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ locale اچھا نہیں ہے۔ residence اچھی نہیں ہے۔ fundamental اس میں کوئی اصلاحات موجود نہیں ہیں۔ ہم سب مل کے دعا کریں اور اسی آیت کے توسط سے کہ یا اللہ پاکستان کو جہنم بننے سے روک دے اور اس کے معاملات کو درست فرما۔ اور ہمیں آبِ شیریں کے چشمے مہیا فرما۔ اور ہر جگہ سے گیس مہیا ہو کہ چولھے جلیں ۔ ہمارے بچوں کا رونا موقوف ہو اور ہمارے بڑوں کے دل میں خوفِ خدا کی ایسی علامت پیدا ہو کہ رشوت لے کے واپس ہمیں کر دیں۔ اسی قسم کی دعائیں اس ملک میں مانگی جا سکتی ہیں۔

ایک اور بڑی عجیب سی صفت اللہ نے مومنین اور اولیاء کی گنا دی۔ بظاہر لگتا ہے کہ ولی کو مال سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ مگر اللہ کہتا ہے نہیں، ہے۔ "وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا" {الفرقان : 67} اور وہ جو خرچ میں نہ بخل کرتے ہیں نہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ بلکہ اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ نفس کے بخل سے متعلق قرآنِ حکیم کی یہ آیت توجہ طلب ہے: "وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ" {النساء:128} ہم نے تمام جانوں کو بخل پہ جمع کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی کنجوس کہے میں تو اللہ کا حکم مانتا ہوں، میں تو جمع ہی بخل پہ کیا گیا ہوں تو بخل ہی کروں گا ناں۔ مگر بچوں کو ترسانا، بیگمات کو خالی ہاتھ رکھنا۔ وہ ایک دن تنگ آ کے ابو سفیان کی بیوی ہندہ آ گئی۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے تو یہ سردارِ عرب مگر بخیل بڑا ہے، کنجوس ہے۔ یہ تو بچوں کے خرچ کے لیے بھی پیسے نہیں دیتا۔ پھر اگر میں تھوڑا سا اس کے پیسوں سے چوری کر لوں تو جائز ہے؟ پوچھا بچوں کے لیے؟ کہتی ہاں بچوں کے لیے۔ فرمایا ہاں لے لیا

کرو۔ میں آپ مردوں کو ضرور کہنا چاہوں گا کہ اتنے بخل سے کام نہ لو۔ اصل میں زندگی میں بخل کی basic وجہ insecurities ہیں۔ اصولاً insecurity تو عورت کو محسوس ہونی چاہیے۔ جب مردوں کو insecurity ہونی شروع ہو جائے گی تو معاشرہ بخلِ جان پہ مرتب ہوگا اور بالکل ناقابلِ برداشت ہو جائے گا۔ that`s what happening today in our society. مردوں کی تھوڑی سی ایسی قسمیں ہوتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ جو مردوں کی صفات ہیں عورتوں کے جرائم ہیں۔ پوچھا وہ کیسے؟ اگر مرد فراخ دل ہو تو سخی ہے۔ عورت اگر اسی حساب سے خرچے گی تو شوہر کا بڑا سخت نقصان کرے گی۔ (مسکراتے ہوئے) حضرت علیؓ ایک فائدہ تو عورتوں کو دے گئے۔ مگر اصول یہ ہے کہ مرد اپنی فراخ دستی سے جانے جاتے ہیں۔ آج بھی تاریخ میں بنو طے کے حاتم کا نام زندہ ہے۔ اپنی سخاوت کی وجہ سے اتنا عزت و وقار والا کہ جب اس کی بیٹی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اس کے لیے کھڑے ہو گئے، چادر بچھائی کہ ایک نیک نام مرد کی بیٹی ہے۔ یہ اس کی سخاوت کی وجہ سے (احترام دیا گیا)۔ ہوا یہ کہ حاتم ایک دفعہ صحرا میں تھا تو ایک بندے کو بادشاہِ وقت نے یہ حکم دے کر بھیجا کہ تو کسی طریقے سے حاتم سے یہ گھوڑا چھین لا۔ حاتم ہمیشہ نمبر وَن گھوڑے پر سواری کرتا تھا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ وہ گیا اس نے خیمے پہ دستک دی۔ حاتم نے کہا تم تو مسافر ہو بڑی دور سے آئے ہو تمہارے ساتھ یہ لوگ بھی ہیں تم میرے پاس ٹھہرو۔ اس کو ٹھہرایا، کھانا کھلایا، کھانا کھلانے کے بعد اس نے کہا اب آپ چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ تو اس نے کہا اے حاتم تُو تو اتنا سخی ہے مجھ سے ایک عذاب ٹال دے۔ بادشاہ تیرا گھوڑا حاصل کرنے پہ مصر ہے۔ حاتم نے کہا افسوس تُو شام کو آتے ہی کہہ دیتا تو میں دے دیتا۔ میرے پاس کچھ نہیں تھا' میں نے وہی گھوڑا ذبح کر کے تمہیں کھلا دیا۔ اس نے جب واپس جا کے بادشاہ کو سارا واقعہ سنایا تو بادشاہ نے کہا میں احمق ہوں جو اس مرد کے سامنے آتا ہوں۔ تو بہرحال مرد کا نام اس کی کشادگیٔ دل' سخاوت اور اس کے ہاتھوں کی فراخی سے ہے۔ اگر آپ ایسے بخیل ہو جائیں گے تو پھر تو خواتین ویسے ہی ہم پر حکمران ہو جائیں گی۔ وہ ویسے ہی فراخ دل ہیں۔ آج کل ان کے ہاتھ زیادہ کشادہ ہیں۔ ایک فیشن میں وہ اتنا خرچ کرتی ہیں جتنا ساری عمر آپ اپنی ضروریات پر نہیں خرچتے ہوں گے۔ وہ زیادہ شاہ خرچ ہیں۔

کچھ اور بھی صفات ہیں "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ

النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلَا یَزۡنُوۡنَ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا "{الفرقان:67}اور وہ جو اللہ کے علاوہ کسی معبود کو نہیں پکارتے۔ نہ ہی کسی جان کا بے گناہ خون کرتے ہیں۔ جو زیادہ مذہبی ہوتے ہیں وہ اسے کس طرح interpret کرتے ہیں؟ ان کا کیا یہ خیال ہوتا ہے کہ قرآن قتل و غارت پہ ہر وقت آمادہ ہوتا ہے؟ وہ معصوموں اور بچوں کی گردنیں اتارنے پہ لگا ہوتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں جب اپنے لیے قتل کرنے کا حکم دیا' اپنے لیے تو پھر بھی یہی کہا" وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ"{البقرہ:190} کہ اگر تمہیں میرے لیے بھی قتل کرنا پڑے تو کسی قسم کی زیادتی نہ کرنا، خدا کسی بھی زیادتی کرنے والے کے ساتھ نہیں ہے۔ ہمارا اللہ تو یہ سکھا رہا ہوتا ہے اور یہ بہانے بہانے سے خونِ انسان کو ارزاں کیے بیٹھے ہیں۔

اب دیکھیں جو بہت ساری داستانیں مشہور تھیں کہ صوفیا پہاڑوں پہ چڑھے ہوتے ہیں، صوفیا پانیوں میں کھڑے ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بعض اوقات ان داستانوں میں سچائی نہیں ہوتی۔ for example میں نے ایک واقعہ سنا کہ جی فلاں صاحب نے بارہ سال یہ ریاضت کی۔ ہمارے پاس اس قسم کی کوئی شہادت نہیں کہ جس شخص نے شہادت دی وہ بارہ سال اس کے ساتھ کھڑا رہا۔ یہ ساری ایسی باتیں ہیں کہ جو ہمیں داستانوں سے کسی کو معزز و مقرب کرنے کے لیے نصیب ہوتی ہیں۔ بہت ساری ایسی کراماتِ صوفیاء درج ہیں جن کا نام و نشان ہی عملاً تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کام نہیں ہے۔ ورنہ لوگ کہیں گے یہ ساری جادوگری ہے۔ اللہ تو علم اور شناخت کی طرف بلاتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اولیاء صاحبِ کرامت نہیں ہوتے۔ یہ بھی نہیں ہے کہ اولیاء صاحبِ کرامت ہو کر بھی کرامت کو طلب کریں۔ ان کے پاس اس قسم کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔ یہ ان کے مریدین کی لائن ہے جو انہیں شہرت یافتہ بنانے کی کوشش کر رہی ہوتی ہے۔ actually کوئی ولی ایسا نہیں ہے جو کسی قسم کا دعویٰ کر سکے۔ they know کہ ہمیں حساب کس کو دینا ہے؟ how would they dare بار بار اللہ ان لوگوں کی جو صفات گنا تا ہے وہ اگر آپ دیکھ لیں تو یہ common آدمیوں کی صفات ہی ہو سکتی ہیں۔ ساری نہ سہی۔ اگر میں دیکھوں اللہ میاں نے اس عادت کو بڑا پسند کیا ہے تو میں اس عادت کو اختیار کر لوں۔ آپ روزانہ تو ایک حدیث پڑھ ہی رہے ہوتے ہیں کہ جی خدا کو دو چیزیں بڑی پسند ہیں حسنِ کلام اور حسنِ طعام

کہ کھانا کھلانا بڑا پسند ہے۔ اچھی بات کہنا بڑا پسند ہے۔ تو اتنی مشکل تو نہیں، جبراً آپ کوئی اچھی بات کہنے کی پریکٹس کرلو۔ نکلتے ہوئے سلام دعا میں دو چار اچھے جملے تو اس سے بھی آپ کے خدا کی حُب کی sense میں آجاتے ہیں۔ خدا کہتا ہے اس دن کوئی مال نفع نہیں دے گا۔ "یَوۡمَ لَا یَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنۡ أَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيمٍ " {الشعراء: 89-88} یہ قلبِ سلیم بڑی important شے ہے۔ قلبِ سلیم فیصلہ کن ہے۔ ہر انسان نے خدا کی دوستی کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ خود انسان چاہے جتنی خرابی کا شکار ہو اسے ایک پکا فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ میں نے خدا کو تسلیم کیا وہ مجھے پسند ہے۔ میں نے اس کے ساتھ رہنا ہے۔ جتنا مرضی بھی میں گناہ گار رہوں گا میں نے خدا کی تسلیم سے منہ نہیں پھیرنا۔ یہ بہت بڑا فیصلہ ہے دلوں میں ٹیڑھ آتے ہی دلوں میں نفاق آتا ہے۔ دل ہی خدا کو ماننے پہ راضی نہیں ہوتے۔ اس لیے جس دل میں سلامتی ہے اس میں یہ سلامتی مستقل ہے کہ میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوئیں کتنے برے رستوں پر چلوں میں نے رہنا اپنے اللہ کے ساتھ ہے۔ اور یہ اصل میں قلبِ سلیم ہوتا ہے۔ who is very decisive, very clean very clear آپ نے کتنی مرتبہ یہ آیت پڑھی ہوگی؟ "لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ " {آلِ عمران: 92} ایک آدھ محبت چھوڑ دیجئے اللہ کے لیے بس۔ آپ خدا کی منزل اور برأت نہیں پا سکتے، آپ اللہ کا حضور نہیں پا سکتے۔ ایک آدھ عادت چھوڑ دو اللہ کے لیے بری سی۔ مجھے ایک دفعہ ایک صاحب ملے۔ انہوں نے کہا میرے دانت کا درد چلا گیا۔ میں نے کہا جی کیوں؟ کہتے میں نے ایک ٹونہ کیا تھا۔ کیا ٹونہ تھا؟ انہوں نے مجھے کہا ایک حلال چیز چھوڑ دو۔ دیکھو جی شیطان کے کام کتنے اچھے ہیں۔ اور ہمیں دیکھو خدا کہہ رہا ہے کہ "لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ " {آلِ عمران: 92} تم اس وقت تک مجھے پا نہیں سکتے جب تک میری خاطر وہ خرچ نہ کرو جس سے تمہیں بڑا پیار ہے۔ اب جب ہم اگر اپنی ایک خصلت قربان کر دیں اللہ کے لیے ایک بری عادت چھوڑ دیں تو یقیناً ہم محبتِ خداوند پا سکتے ہیں۔ ہم اللہ کے بندوں کے لیے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ کے لیے ایک حرام ترک کر دیتے۔ اُلٹا شیطان فائدہ اٹھا رہا ہے۔ کہتا ہے ایک حلال ترک کر دو۔ دانت کا درد چلا جائے گا۔ یہ نتیجہ ہے ٹونے ٹونکوں کا۔ یہ نتیجہ ہے جادوگروں اور نیم حکیم کے پاس جانے کا۔ اللہ نے آپ سے پہلی یہ کہا ہے کہ اے بندگانِ خدا مجھے تھوڑا سا تو قائل کر دو کہ تم مجھے چاہتے ہو "إِذَا قَضَيۡتُم مَّنَاسِكَكُمۡ " چلو کام کاج بھی

سارے کرلو ہر چیز پوری کرلو۔ "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ" مجھے ایسے یاد کرو جیسے ماں باپ کو یاد کرتے ہو۔ ڈر کے نہ یاد کرو۔ مَیں کوئی بادشاہِ وقت نہیں ہوں۔ میں کوئی قتل و غارت پہ نہیں تُلا ہوں۔ میں تمہارا مالک ہوں، بڑے پیار سے مَیں نے تمہیں بنایا ہے" يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یس:30} اے لوگو مجھے تم پہ حسرت ہے۔ تم مجھے ظالم سمجھتے ہو۔ مجھے حسرت ہے کہ تم مجھے بہت بڑا جابر حکمران سمجھتے ہو۔ میں ایسا نہیں ہوں۔ میں تم پہ سب سے زیادہ مہربان ہوں" فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ" مجھے ایسے یاد کرو جیسے ماں باپ کو کرتے ہو۔ اب دیکھو ہر چیز کے لیے manners ہیں مگر خدا کہتا ہے مجھے کوئی manner نہیں چاہیے۔ زمین پہ اُلٹے لٹکو۔ زمین پہ کیچڑ میں رہو۔ مچھلی کے پیٹ کی گندگی میں ہو جدھر بھی ہو:"فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ" جب تم نماز پوری کر لو"فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ "{النساء:103} کھڑے بیٹھے کروٹوں کے بل جس حال میں ہو مجھے یاد کرو۔ اللہ نے ہمیں عقل، اور اپنی یاد دے کے اپنی بال ہماری کورٹ میں پھینک دی۔

اب اگر ہم اسے یاد کریں گے، Saint Valentine کی بجائے اس کا دھیان رکھیں گے۔ ہم سمجھیں گے اگر یہ یومِ محبت ہے کوئی اختلاف تو اتنا بڑا نہیں ہے اس سے مگر وہ کوئی صوفی صافی نہیں تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی صوفی ہو نہیں سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ تم میرے پیغمبر کو نہ مان کے صوفی بننے کے دعویٰ کرتے ہو تم saint کا ہے کے ہو؟ تم میرے محبوب ترین دوست کو نہ مان کے saint بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ اس قسم کی جہالت مذہب میں نہیں آتی۔ خدا تو یہ کہتا ہے اگر کوئی یومِ محبت ہے تو جو سب سے بڑا حق ہے وہ میرا ہے۔ اس لیے کہ ماں باپ میں نے دیے، تم نے نہیں لیے۔ ایک بے چارے آزردہ بے سرو پا بے ہمت لوتھڑے کو میں نے ماں باپ دیے۔ باقی جانوروں کو ایسے کیوں نہیں دیے؟ سانپ سے نکلا بچہ یہ جاوہ جا۔ کل پرسوں میں بکری کے بچے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوا کہ اپنی ٹانگوں پہ کھڑا ہو رہا تھا اور آدھا پونا گھنٹے میں چلا جاتا ہے۔ آدمی کا بچہ نہیں survive کرسکتا۔ آدمی کے بچے کے لیے اس نے تہذیب کو مرتب کیا، معاشرت اور معیشت کو سنوارا۔ یہ گھروں کی چار دیواریاں بنائیں۔ آج سے تیس ہزار سال پہلے' پہلا معاشرتی قانون خاوند اور بیوی، مرد اور عورت کے درمیان ٹھہرا کہ اردگرد کی متحارب دنیا سے بچنے کے لیے انہیں بچے کی حفاظت چاہیے تھی۔ پھر ان

میں ایک معاہدہ ہوا جو کبھی لکھا نہیں گیا۔عورت نے کہا کہ میں گھر میں بیٹھوں گی۔اس کو بچے سے زیادہ محبت تھی۔تو اس نے کہا میں بچے کو پالوں گی۔ مجھے چار دیواری بنادو اور یہ کہ کچھ لے کے آؤ تو میں بچے کو کھلاؤں۔ یہ پہلا معاہدہ تھا جو مرد و عورت میں تیس ہزار سال پہلے neolithic age میں لکھا گیا۔اب وہ معاہدہ ذرا اُلٹ رہا ہے۔اب بیگمات کہہ رہی ہیں کہ ہم نے جانا ہے، تم ذرا بچہ کھلا دو۔اصل میں جو بھی مہذب ہوتا ہے کسی نہ کسی قوم کے لیے طعنہ کا سبب بن جاتا ہے۔ خدا کہہ رہا ہے "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ "اب پوچھو کسی سے کہ ماں باپ کو نفرت سے یاد کرتے ہو؟ billion of humans ہیں کیا ماں باپ کو نفرت سے یاد کرتے ہیں یا محبت سے؟ خدا تو کہتا ہے مجھے محبت سے یاد کرو" أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا "ذرا زیادہ کرو۔اگر عقل کام کرے گی تو تمہیں بتادے گی ہر چیز سے بڑھ کر۔ ہمارے ساتھ کسی کا سلوک، کسی کا کرم اتنا نہیں جتنی اللہ نے ہم پہ مہربانی کر رکھی ہے۔تو لازمی بات ہے کہ ہم اپنے ماں باپ سے بڑھ کر اپنے اللہ کو چاہیں گے۔اسی لیے کہتا ہے " أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا "{البقرة :200} place me at proper place, I am top priorty of human existance, intellectualism and thinking. اور سب سے بڑھ کر ان کی شکر گزاری کی اعلیٰ ترین priority میں ہوں اور کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر کہتا ہے صبح، دوپہر شام حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں گندگی میں غلاظت میں آواز دی"فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" {انبیاء: 87} وہاں سے آواز دی۔ پتہ ہے خدا نے کیا ارشا فرمایا؟ کہ مجھے اپنی ذات کی قسم ہے اگر یونس تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ہم قیامت کے روز اسے اُسی مچھلی کے پیٹ سے اُٹھاتے۔

تسبیح بہت بڑی شے ہے۔اس کے بارے میں ایک اور کمال کی بات ہے۔اگر آپ تسبیح کر رہے ہیں ایک حلقے میں کوئی دس چار، پانچ بندے ویسے ہی بیٹھے ہیں اور آپ کو سُن رہے ہیں۔تو ملائکہ نے عرض کی اے پروردگار ہم ایسی جگہ سے گزرے کہ جہاں لوگ تیرا ذکر کر رہے تھے۔اللہ نے کہا اچھا وہ تو میرے بڑے اچھے دوست ہیں۔فرشتوں نے پھر کہا کہ ان کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی بیٹھے تھے جو تسبیح نہیں کر رہے تھے۔فرمایا دیکھو میرے بندوں کے ساتھ جو ایسے بیٹھے تھے ان کو بھی بخش دو۔نہیں تسبیح کر رہے تو نہ کریں۔وہ میرے دوستوں کے دوست

ہیں۔اس لیے ان کو بھی بخش دو۔تسبیح والے اصولاً دلیر ہوتے ہیں۔اس لیے کہ اللہ نے فرمایا ہے دیکھو جو میرا ذکر کر رہا ہے مجھے یاد کر رہا ہے اگر اس کو کسی نے چھیڑا تو میں already حکم پاس کر بیٹھا ہوں اے میرے ملائکہ خبردار زمین کی ہر شے کو ہر مخلوق کو بتا دو اگر کوئی شخص میرے اس بندے کے خلاف لڑے گا تو اس کے خلاف میں خود لڑوں گا۔تسبیح کا یہ بہت عجیب و غریب وصف ہے کہ تسبیح گزار کے ساتھ لڑ کوئی نہیں سکتا۔جو لڑے گا خطا کرے گا اور انجام کو پہنچے گا۔وہ کیا بندگانِ خدا ہوں گے جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا رات میں جن کے پہلو بچھونوں سے جدا ہوتے ہیں۔ایسے کون لوگ ہیں؟ کبھی غور کرو تو ہمارے بڑے بوڑھوں میں ایک آدھا ایسا نظر آجاتا ہے۔گھر اس لیے ویران ہو گئے ہیں کہ راتوں کو اُٹھنے والے خدا سے ڈرنے والے جن کے پہلو بچھونوں سے جدا رہتے تھے ایسے اب نہیں رہے۔رات بارہ ایک بجے تو ہم hardly پاکستان کرکٹ لیگ ختم کر کے سوتے ہیں۔پھر کیا اُٹھ سکتے ہیں؟ پسلیاں ٹوٹی ہوتی ہیں۔ ہائپرٹینشن شروع ہوتی ہے۔اس لیے ہم اُٹھ نہیں پاتے۔مگر اللہ تعالیٰ ان کی کتنی تعریف کر رہا ہے۔ ان اصحاب کا ذکر قرآن میں آ رہا ہے "تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ "{السجدہ:16} کہ خوف اور طمع سے آرزو طلب کرتے ہیں تو اللہ سے طلب کرتے ہیں۔اور اس کے ڈر اور اس کے خیال سے جڑے رہتے ہیں۔ اس کی عظمت کو ہم چھو نہیں سکتے۔ہم تو چھوٹے سے 'بڑے' سے ڈرتے رہتے ہیں۔وہ تو بہت بڑا ہے۔obviously اس کے آثار اگر ہمیں عذاب دے دیں تو پھر ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ مگر خدا اس قسم کی حرکتیں ہمیں کرنے نہیں دیتا۔

ہمارے بہت سارے مسائل ہیں' سائیڈ پہ Godly attitude create کرنا۔یہ اولیاء اللہ بڑے سخت ہوتے ہیں۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کے ستر ہزار لوگ بے حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے' اُڑتے ہوئے۔پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ فرمایا جو فال نہیں لیں گے۔جو چھوٹی چھوٹی باتوں پہ گمان نہیں بدلیں گے۔وہ جادو ٹونے کو نہیں جائیں گے۔جو لوگوں کی باتوں میں نہیں جائیں گے۔اگر آپ نے گھر بیٹھے ولایت لینی ہو..... میں آپ کو نسخے بتا رہا ہوں۔ولی ڈھونڈنے ہی نہ جاؤ۔گھر بیٹھے ہی ولایت ہے۔اگر آپ صرف یہ ٹونہ ٹوٹکا بند کر دو۔یہ جادوگروں سے مشاورت بند کر دو اور سوائے اللہ کے کسی کو

اپنی تقدیر کا اور عسرت و نصرت کا مالک نہ سمجھو تو یقین کرو آپ گھر بیٹھے ولی ہو سکتے ہو۔ دیکھو عجیب سی آپ کو لسٹ سناتا ہوں کہ اللہ کے بندے اس میں اولیاء کا ذکر نہیں ہے سارے کا سارا' مسلمان مردوں اور عورتوں کا ذکر ہے۔ آپ ذرا وہ لسٹ سنو۔ آپ کو خیال ہوگا یہ تو ہم ہی ہیں۔ یہ تو ہمارے جیسے سارے لوگ ہیں۔ یہ ولیوں کی لسٹ نہیں ہے' پیغمبروں کی لسٹ نہیں ہے۔ "إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ " {الاحزاب:35} قرآنِ حکیم کا اصول یہ ہے کہ جو آخر میں بیان ہو وہ صفت پہلے سب پہ بھاری ہے۔ آخری پیغمبری سب پہ بھاری ہے۔ یہ اللہ کا قرآن ہے پیچھے آنے والا کلام کو مکمل کرتا ہے، سب اگلوں پہ بھاری ہوتا ہے۔ یہ کسی ولی کا ذکر تو نہیں ہے۔ آپ کا ہو رہا ہے، میرا ہو رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ آپ کو پتہ ہے اللہ نے ذکر کیوں بانٹ دیا؟ کہ ساری صفات تو نہیں آئیں گی۔ ہم میں ایک سہی چلو جی کوئی قانع ہو جائیں۔ صبر کرنے والا اپنی برداشت پہ قناعت کر لے۔ اگر وہ نہیں تو اس کی بیوی ہو جائے۔ ''وَالْقَانِتَاتِ'' ہو جائیں۔ ''وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ'' ان تمام گروہوں میں سے آپ کسی گروہ کی ایک جزوی صفت کے مالک ہو جائیں۔ but at the top یہ جو آخری صفت ہے ''وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ'' اس میں تھوڑی سی جیلسی بھی مردوں میں پائی جاتی ہے کہ ذاکرات آخر میں آ گئیں۔ اگر کوئی صوفیاء میں عورت اُٹھے گی تو تمام مردوں سے بڑھ جائے گی۔ یہ فرضی بات نہیں ہے۔ سیدہ رابعہؒ جب جیتی تھیں تو اس وقت پانچ صوفیائے الٰہیات زندہ تھے۔ سری سقطیؒ، خواجہ حبیب عجمیؒ، حسن بصریؒ اور ذالنون مصریؒ زندہ تھے۔ اور وہ سارے ایک ہی بات کہتے تھے کہ رابعہؒ ہماری سردار ہے۔ اِدھر ذرا انڈیا کا تماشا دیکھنا۔ انڈیا والوں نے ڈھائی قلندر بنائے۔ انڈیا کے مسلمانوں نے ڈھائی قلندر بنا کے ایک قلندر ایک مسافر کو بنا دیا' جن کا تصوف سے زیادہ تعلق نہیں تھا' تذکرۂ غوثیہ کے مصنف ہیں' غوث علی شاہ قلندر۔ ایک قلندر جینوئن تھے بوعلی شاہ قلندر مگر رابعہؒ کو ڈھائی واں قلندر ڈکلیئر کر دیا۔ کیا ظلم ہے اس عورت کے ساتھ کیا بے انصافی ہے کہ ادھر بڑے سے بڑے مڈل ایسٹ کے جو مقتدر

ترین اولیاء ہیں وہ رابعہؒ کو اپنا استاد مانتے ہیں اور انہوں نے اُن کو آدھا قلندر بنا دیا۔

خواتین و حضرات! میں نے برے صوفیوں کی صفات نہیں گنائیں۔ اس لیے نہیں گنائی ہیں کہ آپ کو اگر اچھے صوفیوں کا پتہ لگ جائے تو آپ کو پہچان ہونی چاہیے۔ ابھی پچھلے دنوں میں مچھلی خریدنے گیا۔ انہوں نے مجھے دو قسم کی مچھلیاں بتائیں۔ اس کے بعد مجھے بتایا یہ بھی ہے وہ بھی ہے۔ مجھے پہچان تھی، میں نے کہا یار اب اتنا بے وقوف تو نہ بناؤ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے اگر اچھی چیز کی شناخت اور پہچان ہو تو بری چیز automatically فنا ہو جاتی ہے۔ میری آرزو یہ ہے کہ آپ اچھی شے کو پہچاننا سیکھیں۔ بری کے لیے تو اقبالؒ نے کہا

ابلیس کے فرزند ہیں اربابِ سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہہ افلاک

اربابِ سیاست کے بارے میں یہ کہہ دیا اور (جعلی) پیروں فقیروں کے بارے میں کہا کہ

میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

ادھر تو chapter ہی بند کر گیا۔ اب آپ کو ان کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ ہر جگہ اچھے لوگ موجود ہیں۔

تصوف اور ارتکاز کے رنگوں میں کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔ یہ جو بیٹھے ہوتے ہیں بڑے بڑے تزکیۂ نفس کرنے والے ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ مہاتما بدھا جو بتا گئے کہ بارہ سال تزکیۂ باطن کیا:...... آپ نے وہ آرٹسٹوں کی بنائی ہوئی تصویریں دیکھیں ہیں۔ لکھتے ہیں "fasting Budha" اس کے بت جو بنائے گئے اس کی ہڈیاں بنائی گئیں۔ ایک گھونٹ دودھ کا آٹھ رتی چاول۔ کوئی فرق نہیں پڑا کوئی عقل نہیں آئی۔ کوئی وجدان نہیں ابھرا۔ کوئی خدا نہیں ملا۔ کسی قسم کے نروان کی آشنائی نہیں ملی۔ اس لیے حقیقت اور ارتکاز میں مماثلت نہیں ہے۔ جب آپ ارتکاز کر رہے ہوتے ہو آپ اپنے نفس کے حق میں ہوتے ہو اور خدا کے خلاف ہوتے ہو۔

تمام علوم میں تصوف ہے۔ اور spiritualism میں اور دوسروں میں ایک میجر فرق ہے۔ جادوگری میں ایک میجر فرق ہے۔ صوفی خدا کے لیے اپنے آپ کو قوتوں سے خالی کرتا ہے اور باقی لوگ اپنے نفس کو طاقت پہنچانے کے لیے مراقبے چلّے اور وظیفے کرتے ہیں۔ یہ جھوٹ اور

فریب کاری ہے۔سادگی میں محبت میں اسلام ہے۔دیکھو یہ جو رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں یہ باقی سارے اعمال کو شریک ہیں۔فرمایا' حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے میں تمہارے اعمال میں سے سب سے اچھا عمل نہ بتاؤں؟ جو تمہارے مالک کے ہاں پاکیزہ ہے' بہتر ہے۔تمام درجات میں سب سے بلند ہے۔تمہارے سونے چاندی کی خیرات سے بھی افضل ہے۔تمہارے دشمن کا سامنا کرنے یعنی جہاد سے بھی بہتر ہے اور اس طرح بھی بہتر ہے کہ تم انہیں قتل کرو وہ تمہیں قتل کریں۔اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کیوں نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔حضرت معاذؓ نے کہا کہ ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز ایسی نہیں جو عذابِ الٰہی سے نجات دیتی ہو۔حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک دین آسان ہے۔ہمارا عجیب حساب ہے ہم جسے تھوڑا سا دین میں غلو کرتے دیکھتے ہیں اس کو بڑا مان دیتے ہیں۔یہ facts کے خلاف ہے۔یہ قرآنی تعلیمات اور حدیث کے خلاف ہے۔حدیث تو یہ کہتی ہے کہ دین آسان ہے۔جب عبداللہ بن عمرؓ بڑے روزے رکھتے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا ابنِ عمرؓ تو عبادت کرتے کرتے تھک جائے گا خدا صلہ دینے میں تھکتا نہیں ہے۔اتنی عبادت کر جتنی قدرت ہو' تا کہ شیطان تجھے اسی تقویٰ کی زیادتی سے گمراہ نہ کر دے۔اس سے بچ۔دین آسان ہے۔جو شخص سختی اختیار کرے گا تو پھر دین ہی دین کرتا پھرے گا۔وہ بچ نہیں سکے گا۔دین اس کو اتنی سختی میں لپیٹے گا کہ کبھی مطمئن نہیں ہو سکے گا کہ وہ دین دار ہے۔اس لیے تمہیں چاہیے کہ اعتدال اختیار کرو۔میں نے زندگی بھر میں اگر سب سے کوئی قیمتی روایت رسول اکرم ﷺ سے لی ہے جس کو میں نے اپنی زندگی کے لیے بہترین صلاح پایا ہے تو وہ اعتدال ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اعتدال اختیار کرو اور مکمل اعتدال نہ ہو سکے تو اس کے قریب ترین رہو۔کیونکہ اگر اعتدال سے ہٹو گے تو تمہارا حال اس ریوڑ کی بکری کی طرح ہو جائے گا جس کے پیچھے بھیڑیا تاک میں ہے۔وہ تمہیں جنون، آسیب اور ایسی غلو میں مبتلا کر دے گا کہ تمہاری زندگیاں برباد کر دے گا۔

حضور ﷺ ایک پہاڑ کے قریب سے گزرے جس کا نام ''جمعدان'' تھا۔یہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا چلتے رہو یہ جمعدان ہے۔پھر فرمایا مفرد بہت آگے نکل گئے۔لوگوں نے عرض کیا مفرد کون ہے؟ فرمایا کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد

اور عورتیں۔ وہ فضیلت میں سب سے بازی لے گئے ہیں۔ اس میں نماز شامل ہے روزے شامل ہیں یہ اس کے بعد آتی ہے۔ اس لیے یہ نہ سمجھنا کہ خالی ذکر ہے۔ بعض اوقات یہ بھی ایک اچنبھا سا وارد ہوتا ہے کہ ہم بڑی چیز کر رہے ہیں تو چھوٹی چیز کی پروا کیوں کریں؟ مگر اللہ کہتا ہے اگر تم چھوٹی چیز کی حفاظت نہیں کرو گے تو بڑی کیسے سنبھالو گے۔ دونوں طرف سے آرگومنٹ بڑی مضبوط ہے۔ اس لیے نماز اور روزے کی اس میں کوئی کمی شامل نہیں۔ مگر ایک اور حدیث بہت خوبصورت ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسی کے مصداق بنتے ہیں تمام کے تمام ولی اور مومن۔ دراصل یہ ولی اور مومن کی صفات ہیں جو آپ صوفیاء کے ساتھ relate کر دیتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے جو بڑے ہی ثقہ بڑے ہی مستند بڑے ہی صحیح راوی ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے " اکثروا ذکر الله حتی یقولوا مجنون" اتنا اللہ کو یاد کرو کہ لوگ کہیں یہ پاگل ہے۔ بہت سارے نوجوان لڑکے جب شادی کرتے ہیں تو اکثر خواتین نے مجھے کہا یہ تو پاگل ہیں۔ میں نے کہا کیوں؟ کہتیں کہ تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اصل میں اس پاگل کا مطلب کوئی psychotic یا neurotic ہو جانا نہیں ہے۔ پاگل دراصل وہ ہوتا ہے جو حقیقت بھول جاتا ہے۔ بہت سارے لطائف اور انٹرسٹ بھول جاتا ہے۔ ایک دھن میں مگن ہو کر بہت ساری دوسری تاریں چھیڑنا بھول جاتا ہے۔ تو یہ جو نئے شادی شدہ ہوتے ہیں ان کی دلہنیں شکوہ کرتی ہیں یہ تو پاگل ہیں اتنی تسبیح کرتے ہیں۔ انشاءاللہ جب وہ کریں گی تو دو پاگل ہو جائیں گے۔ بڑا مشہور شعر ہے کہ

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

یہ بہت خوبصورت حدیث ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تسبیح کرنے میں کمی بیشی کا خیال نہ رکھو۔ خدا کی یاد کسی کو تکلیف نہیں دیتی۔ بعض لوگ شکایت لے کے آتے ہیں کہ تسبیح سے ہمارے سر دکھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ inbuild libidium کے release ہونے سے ہے۔ زیادہ کوئی ارتکاز کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ چلّہ نہیں کھینچ رہے ہیں۔ آپ خدا کو یاد کر رہے ہو۔ آپ محبت و مروّت سے یاد کر رہے ہو۔ نارمل انداز میں یاد کرو۔ جب اس میں کثرت ڈالو گے بوجھ ڈالو گے کوئی خواہش ڈال دو گے کوئی تکلف ڈال دو گے تو سر دکھنا شروع ہو جائے گا۔ so never ever concentrate, let God help you, let God move with

اللہ آپ کو بتائے گا کہ کس انداز میں آپ نے میری تسبیح جاری رکھنی ہے۔ .you

اگلا جملہ ذرا سخت ہے اس سے ویسے بچنا چاہیے۔ اس کے سیکنڈ ہاف سے بچنا چاہیے۔ ابو سلمیٰؓ نے ابو ہریرہ سے روایت کی اور فرمایا "المومن غر کریم ۔ والفاجر خب لئیم" کہ مومن میں اور فاسق و تاجر میں ایک فرق ہوتا ہے کہ مومن روشن دماغ، نرم خو اور سخی ہوتا ہے۔ کافر، فاسق و فاجر تنگ ظرف اور کمینہ ہوتا ہے۔ I hope you don`t like these versions. اللہ نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی فاسق و فاجر ہو۔ خطار کار ہوں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ تو میں نے آپ کو آغاز میں حدیث سنائی کہ تمام بنی آدمؑ خطا کار ہیں مگر تم میں سے بہترین خطا کار وہ ہے جو توبہ کرتا ہے۔

آپ کو ایک حدیث سنائے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ آپ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ignore کر دیتے ہو ان میں اتنا فائدہ ہے اتنا کرم ہے کہ آپ حیران ہو جاؤ گے۔ جس طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے حسنِ اخلاق کی وجہ سے رات میں نماز کے لیے کھڑے ہونے والے اور سخت دھوپ میں روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ ہر چیز کی متبادل کوئی کوالٹی ہے۔ اگر آپ راتوں کو تہجد کے لیے کھڑے نہیں ہو سکتے، اگر سخت دھوپ میں سخت تندی موسم میں روزہ نہیں رکھ سکتے تو دو اچھے کلمات بول دو۔ صدقہ کلمہ ادا کر دو' حسنِ اخلاق حسنِ کلام کا اہتمام کر لو تو آپ کے ثواب برابر ہو جائیں گے۔

ایک بڑے مزے کی بات ہے اور نوجوانوں کے لیے اس میں بڑا اثر ہے۔ دو احادیث اتنی قیمتی ہیں کہ میں ان کو سنائے بغیر رہ نہیں سکتا۔ ایک حدیث ہے کہ آدمی اپنے محبت کرنے والوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اپنے محبت کرنے والوں کے دین پر ہوتا ہے۔ پس منظر یہ ہے کہ ایک صحابی ایک بدو حضور ﷺ کے پاس آئے۔ کہا حضور قیامت کب آئے گی؟ پوچھا تو نے اس کے لیے کیا کیا ہے؟ کہا نہ میں نے روزے زیادہ رکھے ہیں' نہ عبادت زیادہ کی ہے' کوئی ایسا کمال تو مجھ میں نہیں ہے۔ پوچھا پھر تُو کیوں قیامت کو پوچھتا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت بڑی ہے۔ فرمایا پھر روزِ محشر و قیامت لوگ اُنہیں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے انہیں محبت ہوگی۔ یہ حدیث اسی کا اگلا حصہ ہے۔ کہ فرمایا کسی چیز کی محبت تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے اور لوگوں کے دین ان پہ ہوتے ہیں جن سے انہیں محبت ہوتی ہے۔ یہ بات

مردوں، ینگ آدمیوں کے بڑے کام آئے گی کہ جس نے کسی کا دین دیکھنا ہو وہ اس کے محبوب کو دیکھ لیا کرو۔ یہ چاہتا کس کو ہے؟ یہ چاہتی کس کو ہے؟ تب آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ فسق و فجور سے چل رہا ہے سلسلہ کہ ایمان کے نور سے چل رہا ہے۔ مگر مبارک ہو آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے یہ حدیث آپ کے لیے برکت و کرم کا باعث ہے۔ میرے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت تو بارش کی مانند ہے۔ اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کی خیر اس کے پہلے حصے میں ہے یا اس کے آخری حصے میں۔ کچھ نہ ہو تو اس خیر کے اندازے میں ہم شریک ہیں۔ اللہ کی دعا کا احساس ہمارے اندر شریک ہے۔ کوئی عذاب والا نہیں ہے۔ انشاء اللہ پھر سب فیاض ہوں گے۔ سب مسلمان ہوں گے۔ سب مہمان نواز ہوں گے۔ اللہ کا کرم بہت ہوگا تب کہیں جا کے لوگ اس بات سے گریز کریں گے۔

آخر میں netshell دے رہا ہوں۔ تصوف کی تین چار میجر تعریفیں جو مجھے پسند آئی ہیں۔ جو اگر علمِ تصوف کو بیان کرنا چاہیں، جیسے میں نے آپ کو پہلے ایک تعریف سنائی کہ "الصفاء صفت الاحباب وھم شموس بالاسحاب" کہ اہلِ صفاء اور اہلِ دل کا حال جو ہے وہ صفائے قلب میں ہوتا ہے۔ حضرت ابو الحسن کا ارشاد ہے کہ "التصوف الیوم اسم بلا حقیقة وقد کان من قبل حقیقة بلا اسم" کہتے ہیں آج کل تصوف صرف نام ہے۔ یہ جو بہت زیادہ میں anti comment pass کر سکتا ہوں آج کے صوفیوں کے بارے میں تو یہی کر سکتا ہوں۔ تو فرمایا آج کل تصوف صرف نام ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں۔ پہلے یہ ایک ایسی شے تھی جو حقیقت تھی اور جس کا کوئی نام نہ تھا۔ آج کل بہت quotations ہیں۔ پچھلے دنوں میں نے دیکھا یوسف صلاح الدین کے ہاں بہت مشہور اہلِ تصوف کا اجتماع ہوا۔ اُدھر بھی بہت سارے صوفی آئے زیادہ تر رقص و سرود سے تصوف کی صلاحیت نمایاں ہوئی۔ یہ صحیح کہہ رہے ہیں کہ آج کل تصوف کی حقیقت کوئی نہیں ہے، نام ہے۔ پہلے جب آپ بڑے بزرگوں کے نام سنتے ہیں تو حقیقت تھی۔ نام اتنا مشہور نہیں تھا۔ میرا خیال ہے کہ یہ گفتگو کا آخری حصہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ العزیز۔ we have enough and inshAllah we will be able to host every single individual here, thank you very much. یہ آخری قول ہے، جناب علی بن عثمان ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ "خدائے عزوجل نے ہمیں

ایسے زمانے میں پیدا کیا ہے کہ جس کے لوگ خواہشاتِ نفسانی کا نام شریعت، طلب و ریاست و تکبر کا نام عزت و علم، خلق سے ریاکاری کا نام خوفِ خدا، دل میں کینہ چھپا رکھنے کا نام علم، فضول جھگڑے کا نام مناظرہ، آپس میں لڑنے اور جھگڑنے اور نادانی کا نام بزرگی، منافقت کا نام زہد، جھوٹی آرزو کا نام ارادت، طبیعت کے ہذیان کا نام معرفت، دلی حرکتوں اور نفسانی وسوسہ کا نام محبتِ الٰہی، کجروی کا نام فقر، انکارِ حق کا نام برگزیدگی، بے دینی کا نام فنا، دل کی بیماری کا نام قلب کا جاری ہوجانا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ترک کا نام طریقت اور اہلِ زمانہ کی آفت کا نام مجاہدہ رکھ دیا ہے۔ یہاں تک کہ معرفتِ الٰہی کے جاننے والے اس دنیا سے بالکل الگ ہو گئے ہیں اور اہلِ دنیا نے غلبہ پالیا ہے۔" یہ تھوڑی سی effort اللہ کے حضور ہے کہ

گر قبول افتد زہے عزو شرف

and thank you very much for today. You have been so kind so patient so good only because of God and you love God and I admit it.

وما علینا الا البلاغ

سوالات و جوابات

پروفیسر صاحب! اسرار کسانہ صاحب نے بہت دُور سے رشک بھرا اسلام بھیجا ہے، وہ پوچھتے ہیں کہ outgrowth تصوف کا اہم جز ہے' یعنی ایک فیز سے دوسرے فیز کا سفر اور ترقی لیکن ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ہم out grow کر رہے ہیں؟ اس سفر کے سنگِ میل کیا ہوتے ہیں؟

جواب: خواتین و حضرات Even the first question shows how much depth now they have got in their inquiry. اصل میں ہر آدمی کا ایک general estimate ہوتا ہے۔ یہ سوال اِس چیز پہ بھی جاتا ہے کہ ہم شیطان کو جن کو کیسے جان لیتے ہیں۔ ہر انسان کے present attitude میں اس کو پتہ ہوتا ہے کہ میں صبح اٹھتا ہوں، میری یہ عادات ہیں، میں اس طرح سوچتا ہوں، اس طرح میں نے کام پہ جانا ہوتا ہے۔ ہماری جنرل ہیومن روٹین ہمارے اندر drafted ہوتی ہیں اور چاہیں نہ چاہیں ہم نے اپنے ذہن کو کچھ priorities کچھ lesser priorities اور کچھ choices دیے ہوتے ہیں۔ جب ہم outgrow کر رہے ہوتے ہیں تو ہمارے choices under revision چلے جاتے ہیں۔ فرض کریں کہ اگر میں نے اپنے طور پہ یہ decide کیا ہوا ہے کہ میں تعلیم حاصل کروں گا اور mean while اگر مجھے کوئی مزید پیسے کمانے کا اچھا چانس حاصل ہو جائے اور وہ دونوں contradictory ہوں تو اگر میں تعلیم کو چنوں گا تو میں نے outgrow کر لیا۔ میں نے ایک better value کو lesser value پہ ترجیح دے دی۔ اسی طرح میرے نزدیک اگر مسجد اور گرجے کا مسئلہ پیش آ جائے جیسے وہ شعر میں بھی ہے

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

تو میرے choices فیصلہ کریں گے کہ میں نے outgrow کیا ہے۔ do I want to go back? یا میں ایک اچھا بھلا سمجھ دار بندہ مگر slightly tight conditions میں اگر کسی سوسائٹی کو بھی وِش کر رہا ہے کہ مجھے مزید آسانی نصیب ہو مگر وہ رسک نہیں calculate کر رہا جو کسی transfer of other society کے لیے ہو رہے ہیں۔

آسان زندگی کے لیے زیادہ اشیاء کے خریدنے کو اپنا emblem بنا رہا ہے تو you can be very sure کہ اس کے ذہن نے آوٹ گروتھ نہیں کی۔ مروّجہ تمام عادات سے اور ان چیزوں سے جن کا ساری دنیا شکار ہوتی ہے ہم اگر ان پہ غور کریں اور ان کی بے ثباتی کو ذہن میں رکھیں اور ہم کسی بہتر ویلیو کو پلٹنا چاہیں تو پھر ہمیں ایک آوٹ گروتھ نصیب ہوتی ہے "زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ" {آلِ عمران:14} یہ وہ priorities ہیں جو ہر انسان کے نصیب میں ہیں۔ عورت، بچے، خاوند، گاڑیاں یہ ساری priorities ہیں۔ اگر آپ ان کو suspend کر کے learning کی طرف جائیں تو یہ آوٹ گروتھ کی نشانی ہے۔ دنیا میں اللہ کے نزدیک صرف ایک ہی top priority ہے: اسے جاننا اور اس کے لیے علم حاصل کرنا۔ مگر جب ہم ان کو typical رویوں سے اپناتے ہیں۔ for example میں پوچھتا ہوں کہ تمام مساجد یا تمام سکولز کیا ہیں؟ مَیں آپ کی priorities کی بات نہیں کرتا۔

آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں۔ مَیں جب حسن ابدال سے گزرتا تھا وہاں ایک چھوٹی سی دیوار تھی اور اس کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ ظلِ الٰہی عالم پناہ شہنشاہِ ہند جلال الدین محمد اکبر کے حکم سے یہاں دل آرام کنیز کو زندہ چنوایا گیا۔ جب وہاں میں کھڑا ہوتا تھا تو میرا سانس گھٹنے لگتا تھا۔ مطلب I would think about poor little kaneez کہ جس کو بادشاہِ عالم نے اس وقت دیوار میں زندہ چنوا دیا ہوگا imagine when the last brick was placed on it مگر اب مجھے اس سے زیادہ کوفت ہوتی ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ آج کے علماء نے دین کو مدرسوں کی دیوار میں چنوایا ہوا ہے۔ سانس گھٹ رہا ہے اسلام کا۔ وہ جو کائناتی مذہب تھا۔ وہ جس نے زمین و آسمان نہیں ایک کائنات نہیں سات کائناتوں کو cover کرنا تھا' جو مذہب "اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ" کا علمبردار ہے اس مذہب کو چھوٹی سی مسجدوں اور مدرسوں کی دیوار میں قید کر کر دیا گیا ہے۔ کیا اتنی متشدد تعلیم سے دل نہیں گھٹے گا؟ پورے اسلامی معاشرے میں آج گھٹن ہے۔ کس نے آپ کو کہا کہ خدا آپ کو اذیت دینا چاہتا ہے؟ کون کہتا ہے کہ اللہ نے نسلِ انسان کو عذاب کے لیے پیدا کیا

ہے؟ کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ "مَّا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ" اے میرے بندو! اگر تم اچھے ایمان والے ہو میری یاد والے ہو تو مجھے یار کیا پڑی ہے کہ میں عذاب دوں۔ جب اس نے آپ کو اتنے خوبصورت وعدے اتنے خوبصورت تحفے دیے اور کسی آنکھ کو نہیں پتا کہ اس کی آنکھ سے اوجھل کیا کیا انعامات کیا کیا خوبصورتیاں اللہ نے اس معمولی سے مقام سے جلدی سے گزر جانے کے بعد ایک مستقل حیاتِ ابدی میں اس کے لیے رکھی ہیں۔ ہماری priorities یہاں سے بنتی ہیں۔ ہمارے زندگی کے تمام عوامل first priority سے بنتے ہیں۔ اسی لیے اگر آپ کو یہ سوچنا ہو کیا غلط ہے کیا صحیح تو آپ خوب غور کرو کہ ہماری priorities priority کیا ہیں؟ اگر میں آپ سے کہوں کہ اللہ آپ کی top priority ہے آپ پھر imagine کرو کہ آپ یومِ حشر میں کھڑے ہو اور آپ سے پوچھا جا رہا ہے آپ نے زندگی میں کس چیز کو اہمیت دی؟ اور اگر آپ کہہ دو ہم نے تو اللہ آپ کو ہی top priority سمجھا تھا تو کیا خیال ہے اللہ میاں آپ کو عذاب دے دیں گے؟ آپ کو وہ تعلیم ڈھونڈنی چاہیے جو unquestionable ہو جو اصلی فل پروف ہو کہ جب آپ پوچھے جائیں گے آپ کیا سیکھ کے آئے؟ کس استاد سے کیا پایا؟ اگر آپ یہ کہو گے کہ پروردگار میں نے تو پوری زندگی میں نہ ہی رزق اور نہ ہی معاملاتِ زندگی کو مقصدِ حیات بنایا۔ ان کی قدر ضرور کی ہے۔ مگر اے اللہ you were my top priority کس کا خیال ہے کہ یہ questionable ہے؟ کس کا خیال ہے کہ یہ کہنے پہ سزا ملے گی؟ پھر جب آپ دوسرے سبق کو سیکھتے ہیں اور کہتے ہیں میں تو تسبیح طاقت کے لیے نہیں کر رہا۔ میں نے کوئی جن بھوت نہیں اُڑانے۔ مجھے عملِ حضرات میں دسترس حاصل ہو نہ ہو میں نے تو صرف اللہ کا حکم پورا کرنا ہے کہ جب تم نماز روزہ کر بیٹھو تو مجھے یاد کیا کرو۔ میں تمہاری یاد کو بہت پسند کرتا ہوں۔ ہم بھی جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ اے اللہ مجھے بھی تو نے بڑا مصروف رکھا ہے بیوی میں بچوں میں نوکریوں میں، مسافرت میں مگر یقین کر کہ

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

کیا خیال ہے اللہ آپ کو سزا دے گا اس بات پہ اور اگر میں یہ کہوں کہ میں نے آقا و رسول ﷺ کی بات مانی اور زندگی بھر میں اعتدال کے لیے اور اپنے رسول ﷺ کی متابعت کی کوشش کرتا

رہا۔ میں نرم دل رہا۔ حسنِ اخلاق میں رہا۔ میرے رسول ﷺ کو اللہ نے تمام کائنات سے بہترین اخلاق دیے تھے۔ میں سارے نہیں فالو کر سکا مگر مجھے اپنے رسول ﷺ سے بڑی محبت تھی۔ میں نے ان کی ایک آدھ عادت اپنانے کی کوشش کی۔ میں نے اپنے وعدے پورے کرنے کی کوشش کی۔ میں نے اپنی گنجائش سے بڑھ کر خرچ نہیں کیا۔ میں متوازن رہا۔ یقین جانیے کہ ایسا اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جس پہ کوئی question نہیں ہوسکتا' نہ اللہ کے رسول ﷺ کی صفاتِ اعتدال پہ کوئی question ہوسکتا ہے' نہ آپ کے سیکھنے پہ۔ دیکھو آپ نماز پڑھتے ہو question پیدا ہوسکتا ہے کہ کس خیال سے پڑھ رہے ہو؟ کیوں پڑھ رہے ہو؟ ریاکاری تو نہیں ہے؟ خود خدا کہتا ہے کہ ریاکار بڑی عبادتیں کرتے ہیں۔ مگر جب آپ تنہائی میں یاد کرتے ہو تو it is totally unquestionable کہ آپ کے ذاتی تعلق سے ہوتا ہے۔ اس لیے خداوند کریم کے حضور جانے سے آپ کو ڈرنا نہیں چاہیے۔ اس اعتماد سے جاؤ کہ ہم نے اللہ کی منشا و مرضی پوری کر دی ہے۔ جب بھی یہ question اُٹھیں گے اور جب بھی outgrowth کی خواہش ہوگی، جب ان چھوٹے چھوٹے مصائب و معمولات اور زمانے کے ادوار نیز intellectual curiosity اور فیشن ایبل آئیڈیل سے گزرتے ہوئے آپ نے کبھی اپنی priority کو neglect نہیں کیا۔ یہی outgrowth ہے۔

سوال: پروفیسر صاحب! آپ کے ایک بہت پرانے شاگرد کا سوال ہے کہ سر لیکچر تو اچھا تھا لیکن اپنے اوپر نگاہ ڈالنے اپنے نفس کو سمجھنے، باطنی گناہوں سے بچنے کا طریقہ بیان نہیں کیا گیا۔ ایک کم پڑھا لکھا اپنی خامی کو کس طرح سمجھ سکتا ہے ہم سمجھنا چاہتے ہیں؟

جواب: طریقہ تو وہی ہے۔ جب ایک انسان کو اپنے اوورویٹ ہونے کا احساس ہو جائے تو آپ کیا کر رہے ہوتے ہیں؟ روز بھاگ دوڑ رہے ہوتے ہیں، مشقیں کر رہے ہوتے ہیں، تھوڑا سا کھانا کم کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی نفس کی اشکال ہے کہ آپ کو تردد ہوتا ہے مجھے چاہیے تھا میں اتنا اپنے آپ کو بڑھنے نہ دیتا۔ جو آپ کے فیزیکل لیولز ہیں اپنے آپ کو کنٹرول کرنے کے وہی spiritual levels ہیں۔ اگر آپ کو زیادہ غصہ آ رہا ہے، بار بار اس situation سے گزر رہے ہو تو آپ اپنے ٹمپر کو کنٹرول کرنے کے بہت سارے طریقے جان جاؤ گے۔ آپ نے یہ سارے کنٹرول جو ہیں ان کے پیچھے صرف نیت بدلنی ہوتی ہے۔ آپ کہتے ہو نہیں میں اپنی

کمزوریوں پہ اپنے لیے نہیں اپنے خدا کے لیے قابو پاؤں گا۔ جب آپ کی dircetion نیت اور priority بدل جاتی ہے تو پھر اللہ آپ کے ارادوں کا شریک ہو جاتا ہے، آپ کو رحم و کرم سے نوازتا ہے اور آپ کو قدرت بخشتا ہے کہ آپ اپنی خامیوں پہ قابو پالیں۔

سوال: یہ سوال بہت کثرت سے کیا گیا ہے کہ کیا یہ نئی فارم ہونے والی پارٹی پاکستان فریڈم موومنٹ کو آپ کی سرپرستی حاصل ہے؟

جواب: پارٹیوں میں کون ہوتا ہے؟ بندے ہوتے ہیں۔ پارٹیوں کو کون اپنی اتنی بڑی آرزو بناتا ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ آخر کب تک؟ آپ نے اپنی ذمہ داریوں سے کیوں غافل رہنا سیکھ لیا ہے؟ آپ کیوں نہیں سوچتے کہ ہر چیز کے مقدر میں ہم لوگوں کی یہ عمر ریزی ہے۔ ہمارا ہی عمل ہے جو ان چیزوں کو درست کرتا ہے تو this all I say about کہ بڑی مشکل سے ہم نے ایسے لوگ ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے کہ جو آپ کو جانتے ہوں۔ آپ کو سمجھتے ہوں۔ آپ کے مسائل سے آگاہ ہوں۔ وہ آسمان سے نہ اترے ہوں۔ ابھی تک پاکستان نے دو تجربات کیے ہیں۔ ایک industrial revolution کا تجربہ کیا اور ایک agricultural revolution کا تجربہ کیا ہے۔ اس مرتبہ اگرچہ خان صاحب کے آنے کے بعد ہم نے ایک تجربہ کیا تھا کہ مڈل کلاس کے ایک lower instant سے نکلا ہوا ایک شخص قوم کے درد کو بہتر محسوس کرے گا۔ مگر بات صرف اس کے محسوس کرنے کی نہیں ہوتی۔ اس کی complexity کی بھی ہوتی ہے۔ ہمارے اندر اتنے complexes ہوتے ہیں جو ایک نظر سے ایک شہرتِ خیال سے بدل جاتے ہیں۔ we try our best ہم نے اب نارمل سے لوگوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے جن کے آئیڈیاز تو وہی ہیں جو باقی لوگوں کے ہیں، یعنی ان کی فلاح و بہبود کے مگر ایسے بھی نہ ہوں کہ جب ان کو ذرا سی صورتِ خلائق نظر آئے تو وہ اپنے آپے سے ہی باہر ہو جائیں۔ so we have tried کہ اس مرتبہ mature، خوش اخلاق، بردبار اور متحمل لوگ آگے آئیں۔ جو آج نہیں تو کل آپ کی آشیرباد حاصل کریں اور آپ ان کا یقین رکھیں۔ وہ آپ کو ساتھ لے کے چلیں۔ آپ ان کو ساتھ لے کے چلو۔ بہت ساری basic changes اس کے ابتدائی منشور میں ہیں، جو شاید کسی اور پارٹی میں نہیں ہیں۔ مگر آپ کو سوچنا پڑے گا۔ you are not advised to join, you are advised to

think, you are advised to know what are your responsibilities. How we have to know those people? اگر آپ کے معیارِ صداقت وعدالت پر پورے اتریں وہ خلق میں رہیں گے۔ وہ اچھلتے کودتے ہوئے وزارتوں کی طرف نہیں جائیں گے۔ وہ آپ کے بیچ میں رہیں گے۔ آپ ان کو آزمائیں گے دیکھیں گے پرکھیں گے۔ آپ کو پتہ ہے یہ پرکھ کتنی ظالم ہوتی ہے۔ آپ کو یاد ہے کہ بخت نصر کے خواب میں ایک انگلی آئی اور دیوار پہ کچھ لکھ گئی۔ بادشاہ نے منادی کرائی کہ کون مجھے میرا نہ صرف خواب بلکہ اس کی تعبیر بتائے گا۔ آخر حضرت دانیال ؑ نے جبرائیل کی مدد سے بتایا کہ ایک انگلی نے دیوار پہ یہ لکھا تھا کہ تو جانچا گیا، تو پرکھا گیا، تو کم وزن نکلا۔ this is very very important statement. آپ پرکھ والے ہو، جانچنے والے ہو۔ دیکھو سنو پرکھو جانچو اور ان کا وزن announce کردو then you can improve your country

سوال: ہارون صاحب سے سوال ہے کہ پارٹی اقتدار میں کب تک آجائے گی؟

جواب: دیکھیں یہی بنیادی مسئلہ ہے کہ اگر تو جلدی اقتدار چاہیے حالانکہ جن لوگوں کی ہم نے مدد کی تھی جلدی انہیں بھی نہیں ملا۔ بیس سال انہیں بھی لگ گئے مگر جلدی بہت تھی اور اس کے لیے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ اس دفعہ کوشش کی کہ ایسے (نیک نیت اور مخلص) لوگ تلاش کیے جائیں جو کہ اللہ کے کرم سے مل گئے۔ یہ نہیں ہے کہ بانس لے کے کنوئیں میں ڈھونڈے۔ مل گئے، حسنِ اتفاق سے اور ہم ان لوگوں کو لے کے وہیں گئے تھے اور انہوں نے تسلیم بھی کیا تھا کہ یہ بڑے اچھے لوگ ہیں اور ان کی ماضی کی خدمات بھی دیکھی ہیں۔ دو تین باتیں بڑی اہم ہیں۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے خلقِ خدا کی خدمت کی اور اپنے روپے سے۔ یہ دو چار لوگ نہیں سینکڑوں ہیں۔ انہوں نے سیلاب زدگان کے لیے گاؤں بسائے۔ اس کے کوئی چرچے نہیں کیے۔ اس کی کوئی داد طلب نہیں کی۔ موبائل ہیلتھ یونٹ بنائے قصور میں اور جگہوں پہ بھی ہیں۔ ابھی آئی ڈی پیز جو مہاجر تھے قبائلی علاقوں کے ان کی مدد کی۔ اور سب کام سلیقے سے کیا اور سب سے پہلے خود پیسہ اس کے لیے خرچ کیا اور اخباروں، ٹیلی وژن پر نہیں گئے کہ ہمیں داد دی جائے۔ اس سے بھی زیادہ ایک اہم بات ہے کہ جتنے بھی ملک کے مسائل ہیں ان کے بارے دو تین سال سے میں ان سے مل رہا ہوں اور بہت لمبی گفتگو ہوئی اور میں نے بھی ان سے یہی کہا کہ پروفیسر صاحب کے پاس چلے جائیں۔

ان سے آپ guidance حاصل کریں اور اگر آپ صحیح راستے پر ہیں تو باقی برکت تو اللہ نے دینی ہے۔popularity یا اقتدار کا حصول جو ہے وہ تو مسئلہ بھی نہیں تھا۔ یہ لوگ تو بہت خاموشی سے خدمت کرنا چاہتے تھے۔ تو یہی ایک راستہ ہے اگر وہ پروفیسر صاحب کی گائیڈنس سیک کرتے ہیں اور لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ grow کرتے ہیں تو یہی ایک راستہ ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ملک کے جتنے مسائل ہیں۔ مثلاً بیوروکریسی کیا ہے؟ کیا ہونی چاہیے؟ کس طرح اسے کام کرنا چاہیے؟ ماڈرن بیوروکریسی کیا ہے مطلب پولیس کیسی ہونی چاہیے؟ terrorism کیسے ختم ہوسکتا ہے؟ agriculture کیسے ترقی کرسکتی ہے؟ عدالتیں کیسے انصاف مہیا کرسکتی ہیں؟ ریلوے اور پی آئی اے کیسے چل سکتے ہیں؟ پانی کے مسائل کیا ہیں؟ ان کا حل کیا ہے؟ تمام مسائل پہ اٹھارہ انیس سال انہوں نے کام کیا ہے جو کہ سب documented ہے۔ جس شخص نے بھی اسے پڑھا سنا اور دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ بہت غیر معمولی کام ہے۔ اس سطح کا کام ترقی یافتہ ممالک میں بھی کم ہوتا ہے۔ پھر خاموشی سے لگے رہے اس پر۔ اور مجھے امید ہے جس طرح یہ کام کرنا چاہتے ہیں ان کا بھی اندازِ فکر یہی ہے۔ ہم نے بھی ان سے یہی گزارش کی ہے اس پہ اتفاقِ رائے پایا گیا کہ کوئی جلدی نہیں ہونی چاہیے۔ میری رائے میں جمہوریت کا بنیادی ادارہ جو ہے وہ پارلیمنٹ نہیں ہے۔ وہ پالیٹکل پارٹی ہے۔ دنیا میں پارٹیاں اچھی بنیں۔ قائداعظمؒ نے بھی سب سے زیادہ توجہ پارٹی پہ دی تھی۔ اگر ایک پارٹی ایسی بن جائے جس میں نچلی سطح تک منتخب لوگ ہوں۔ سب سے زیادہ اہم بات تو خیر اس کا نظریہ ہے۔ اس پارٹی میں خوبی کی بات یہ ہے کہ قائداعظم لیڈر ہیں ہارون خواجہ صاحب نہیں ہیں۔ نہ وہ ایسا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ اصرار کیا پچھلے کئی مہینوں میں کہ کوئی اور آدمی ڈھونڈ لیں اور پھر کہا کہ اگر میں بنوں گا تو ایک سال کے لیے بنوں گا۔ ایک سال کے بعد فیصلہ کریں۔ قائداعظمؒ کہتے تھے ماڈرن مسلم سٹیٹ' اور یہ ہے ماڈرن مسلم پارٹی۔ مسلمانوں کی پارٹی جو خلقِ خدا کے لیے کام کرے جس کو ملک کا درد ہو۔ میں ایک بات کی تصدیق کرسکتا ہوں ان لوگوں کو ملک کا درد ہے۔ اس بات کی تصدیق کرسکتا ہوں کہ یہ organized اور سائنٹفک طریقے سے کام کرتے ہیں۔ میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ محنت، ترتیب، سلیقہ مندی سے کرتے ہیں۔ باقی آپ جائیں ان کے دفاتر میں ان سے رابطہ کریں۔ ان کی ویب سائٹ چیک کریں۔ اگر آپ خود convenience محسوس

کریں کہ واقعی یہ ایسی پارٹی بنا رہے ہیں اور جب وہ بن جائے گی اور وہ الیکشن میں جائے گی ممکن ہے پہلے الیکشن میں دس، بیس، پچیس سیٹیں ہی ملیں۔ ممکن ہے اس سے بھی کم ملیں لیکن یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بھگدڑ نہیں مچے گی، انشاء اللہ اقتدار کے لیے دیوانے نہیں ہوں گے، کمپرومائز نہیں کریں گے اور یہ نہیں ہوگا کہ اقتدار ملے تو خلقِ خدا سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

سوال: حال ہی میں دریافت ہونے والی gravitational waves کے بارے میں کیا قرآن کوئی شہادت دیتا ہے؟

جواب: یہ ویسے کوئی اتنی important نہیں۔ یہ تھیوری ویسے ہی excitement بنی ہے۔ ہمارے بھی ایک پاکستانی سائنس دان شامل ہیں۔ میں کل ایک بڑے محترم اٹامک سائنٹس سے بات کر رہا تھا۔ میرا نہیں خیال یہ کوئی ایسی ڈسکوری ہے جو individually اور personally آپ پہ اثر ڈالے۔ maximum this could improve a little understanding about the universe. جیسے پہلے Quantum jump تھی۔ اصل میں یہ کائناتی طاقتوں میں بڑی weak طاقت ہے۔ یہ کوئی اتنی مضبوط نہیں ہے۔ پہلے خیال یہ تھا کہ یہ gapes میں چلی جاتی ہے۔ اب پتہ لگا کہ اس میں بھی ایک مومنٹ ہے اور اس میں بھی طاقت ہے جسے موبائل رکھتی ہے۔ تو in short میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تک اس کے اتنے بڑے کوئی changeable اثرات نظر نہیں آتے اور نہ ہی نظریات پہ چینج آئے گی۔ بہت پہلے آئن سٹائن نے کہا تھا کہ جو gravitational مومنٹ ہے یہ کوئی خالی چھوٹی سی کشش نہیں ہے بلکہ یہ waves کی شکل میں موو کرتی ہے۔ بہت سارے سائنس دانوں نے اس پہ پھر بھی agree نہیں کیا۔ اب آ کے شاید اس کی مومنٹ under consideration آ گئی ہے۔ یہی ایک تبدیلی ہے بہرحال سائنس دان کے لحاظ سے بہت بڑی جدت اور اختراع ہے۔ مگر عام لوگوں کی نظر میں just another step toward the understanding of the universe in a better manner, that`s all.

سوال: پروفیسر صاحب آپ کی اجازت سے ایک سوال عبدالجلیل خواجہ صاحب سے ہے۔ سوال کی نوعیت کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کا شعبہ اور قابلیت دیکھ کے مجھے ایک شعر یاد آتا ہے کہ

ہم نے اپنے آشیانے کے لیے
جو چبھے دل میں وہی تنکے لیے

سوال یہ ہے کہ ایک صوفی اور ماہر نفسیات میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ڈاکٹر عبدالجلیل خواجہ صاحب: (مسکراتے ہوئے) دیکھیں جی پہلے تو سوال آپ نے مجھ سے پوچھنا تھا اجازت آپ نے استاد سے لی ہے۔ بہرحال یہ بھی ٹھیک ہے۔ ایک عام آدمی کی نفسیات اور ایک صوفی کی نفسیات میں کیا فرق ہوتا ہے اسے میں استاد محترم کے ہی الفاظ میں summarized version دے کر آپ کو explain کر دیتا ہوں کہ psychologist is trying to improve the existing self and trying to convert it into a better self جو ماہر نفسیات ہے وہ آپ کو سکھاتا ہے کہ آپ کا موجودہ نفس آپ کا سیلف ہے آپ کی ذات ہے، آپ اسے بہتر بنالیں۔ so that you are more successful and you can achieve or accomplish more. لیکن اس میں وجاہت بھی ہوتی ہے۔ نفس آپ کو بتاتا ہے کہ کیسے محنت سے، کتنی چالاکی سے پڑھنا ہے، امتحان کیسے دینا ہے، اچھا ڈاکٹر کیسے بننا ہے اور آپ نے لوگوں میں کیسے موو کرنا ہے۔ گفتگو کیسے کرنی ہے تاکہ لوگ آپ سے متاثر ہوں۔ آپ نے انٹرویو میں کیسے compete کرنا ہے۔ اس کی technologies کیا ہیں۔ اس طرح کی باتیں ہر فیلڈ میں آپ کا self سکھاتا ہے۔ تو آپ غصہ کنٹرول کرتے ہیں اس لیے کہ آپ successful ہوں۔ وہ آپ کو commercial mannerism بھی اور معاشرتی آداب بھی سکھاتا ہے۔ لیکن mystic کا پرابلم اس سے بالکل different ہوتا ہے۔ ہمارے عام آدمی کی یہ priority ہوتی ہے کہ he should be a normal successful, socially acceptable personality. لیکن mystic کا پرابلم اور اس کی priority یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنا سیلف اور اس کی desires کو اللہ کی خوشنودی کے لیے surrender کرتا ہے۔ اس کی اپنی جتنی desires ہوتی ہیں جیسے وجاہتِ ذات ہے شاعری ہے...... جیسے آج تصوف کے حوالے سے استاد نے آپ کو تفصیل سے بتایا کہ ایک شاعر ایک ادیب ایک اچھا لکھنے والا فن کا بڑا ماہر جو کچھ کر رہا ہوتا ہے وہ اس میں کتنا ہی غرق کیوں

نہ ہو خواہ وہ ساغر صدیقی کیوں نہ ہو جو نشے کی حالت میں بیٹھا شعر لکھ رہا ہو اور لوگ اس کے شعر ویسے ہی اٹھا کے لے جا رہے ہوں، وہ بھی کسی نہ کسی ترفع کے عالم میں ہوتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی settle کیوں نہ ہوں ایک حالتِ اطمینان اس کو اس علمی رفعت کے باعث نصیب ہوتی ہے۔ لیکن mystic کو ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کہیں میرے اور میرے خدا کے درمیان میرے نفس کی کوئی کیفیت کوئی حرکت نہ آ جائے۔ تو اس کو اپنے احساسات کی بڑی کڑی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے ذکر کیا ہے کہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے ایک متقی اپنے تقویٰ اور احساسِ تقویٰ کے سبب اپنے نفس کے ہاتھوں شکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ابو حارث المحاسبیؒ کا ذکر ہوا کہ انسان اپنا محاسبہ کرتے ہوئے ملامتی فرقے میں جاتا ہے لیکن نفس اس میں pride ڈھونڈتا ہے۔ تو mystic کو بڑی ہی محنت سے اپنے احساس و خیال کی گڑی نگہبانی کرنی پڑتی ہے۔ پروفیسر صاحب کسی رشین جنرل کا قول اکثر سناتے ہیں کہ we have to watch ourselves with masterly inactivity ہم بے حس و حرکت ان خیالات و حرکات کو دیکھتے ہیں اور ان میں سے وہ choose کرتے ہیں جو خدا کے حق میں ہے اور وہ چھوڑ دیتے ہیں جو خدا سے دور کر دے۔

سوال: ایک نوجوان نے بہت دردمندی سے سوال کیا ہے کہ Professor sb we are living in a society which is intoxicating our mind against our souls, the cost to survive in this world is loss of innocence, is there any way to take a spiritual journey in the material world?

جواب: یہ وہی سوال ہے basically جس کو آپ نے different طریقے سے pharase کیا ہے کہ ہم اس مادی دنیا سے روحانی جست کیسے لے سکتے ہیں؟ تو روحانی جست سے آپ یہ کہیں کہ آپ خدا کی طرف اس مادی دنیا کو چھوڑ کر کیسے بڑھ سکتے ہیں۔ قرآن میں بڑا واضح ہے کہ نہ رہبانیت ہے نہ کوئی سرور ہے، یہاں پہ ترکِ دنیا تو ہے ہی نہیں۔ کیونکہ آزمائش تو ہے ہی دنیا میں۔ آپ دنیا میں رہتے ہوئے اپنے فرائضِ منصبی اپنی اولاد، اپنے بہن بھائیوں اعزاء و اقربا کے ساتھ، اپنی جاب کے ساتھ اپنے معاشرے کے ساتھ انصاف کریں بغیر انوالو ہوئے۔

اصل چیز انوالومنٹ ہے۔ اور اس بارے شیخ علی ہجویریؒ کا ایک قول کہ اے اللہ میں تجھ سے فراغت طلب کرتا ہوں اور میں تجھ سے آسانی اور مال طلب کرتا ہوں لیکن مشغولیت کے لیے نہیں فراغت کے لیے تاکہ جو میرے مسائل ہیں کھانے پینے کے، مہمان داری کے اور بنیادی ضروریات وہ احسن طریقے سے پورے ہو جائیں۔ میں پوری توجہ سے تیری طرف متوجہ ہو جاؤں۔ اور آپ نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کا جو طریقِ تصوف ہے اس میں حضرت ابو بکرؓ مال کے ہوتے ہوئے بے نیازی اختیار کرتے ہیں اور حضرت علیؓ مال رکھنے کے قائل ہی نہیں۔ تو حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابو بکرؓ کا طریق پسند ہے کہ اس میں آزمائش زیادہ ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ مادے سے روحانیت کی طرف یا یوں کہہ لیں مادے سے خدا کی طرف جانا چاہتے ہیں تو مادہ ترک کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن مادے سے آلودہ نہ ہوں۔ ضرورت کے مطابق دنیا سے لے کے اللہ کی طرف دھیان رکھیں۔

سوال: پروفیسر صاحب ایک ڈائریکٹ سوال ہے کہ آپ خداشناس ہیں یا خدارسیدہ؟

جواب: خدارسیدہ لفظ تو میں بالکل ہی پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ عمر رسیدہ کے وزن پہ ہے۔ اس لیے میں اتنا بوڑھا نہیں ہونا چاہتا۔ باقی رہا خداشناس تو میرا خیال ہے کہ مجھ سے بہت بہتر لوگ ایسے ہیں جو خداشناسی کی بڑی طرز رکھتے ہیں۔ مجھے آج تک یاد ہے کہ میں ایک سڑک سے گزر رہا تھا تو ایک شناسا میرے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا ''اَج میں خدانوں پہچان گیا آں'' (آج میں خدا کو پہچان گیا ہوں)۔ میں نے پوچھا ''او کس طرح؟'' (میں نے پوچھا وہ کیسے؟) کہتا میں گھر سے نکلا تو میں نے کہا ''اللہ میں تینوں تاں منّاں گا جے مینوں سڑک توں پنجاواں دا نوٹ ملے'' (یا اللہ آپ کو تب مانوں گا جب مجھے سڑک سے پچاس کا نوٹ مل جائے)۔ تو پھر کہتا ''میں ہون آیا واں تھاڈے کول دومنٹ پہلے سڑک توں پنجا روپے دا پورا نوٹ مل گیا'' (میں ابھی آپ کی طرف آرہا تھا تو دو منٹ پہلے سڑک سے پورے پچاس روپے کا نوٹ ملا ہے)۔ میں دل میں سوچ رہا تھا اس کی خداشناسی کی قیمت کتنی کم ہے۔ یہ پہچان تو گیا ہے اور میں اسی طرح بیٹھا ہوں اور پہچاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اصل میں دو چار لیولز ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر ہم cliché سے بچ جائیں ...... کلیشے گھسی پٹی بات کو کہتے ہیں۔ ہم literary طور پہ دہرا دہرا کے ایک ہی موضوع پہ بولتے چلے جائیں۔ اب ٹی وی پہ آپ دیکھیں۔ میں آپ کو اس کی مثال دیتا ہوں۔ ایک دن

آپ نے ایک مکالمہ سنا۔ ہارون صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد کوئی دوسرا بول رہا ہے تو آپ feel کریں گے کہ ایک ہی بات ہو رہی ہے۔ ایک ہی طرز پہ گفتگو ہے۔ ایک ہی اندازِ تنقید جاری ہے۔ کوئی چیخ رہا ہے کوئی پکار رہا ہے۔ but nutshell یہ ہے کہ ایک ہی قسم کی گفتگو ہو رہی ہے۔ اب آپ کو ایک لطیفہ سناؤں میں جب بھی ٹی وی کھولتا ہوں میں دیکھتا ہوں قدرے حسین خاتون سوال کر رہی ہوتی ہے۔ ایک خاصے بوڑھے مولوی صاحب آگے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اب وہ سوال کر رہی ہے۔ پبلک کی ہمدردیاں اب ظاہر ہے مولوی کے ساتھ تو نہیں جاسکتیں۔ وہ کن اکھیوں سے حسینۂ عالم کو دیکھ رہے ہیں اور اِدھر اس گئے گزرے صاحب کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے ریزلٹ کیا نکلے گا؟ جب بحث ختم ہو گی لوگ کہیں گے یہ ٹھیک کہتی ہے' وہ زیادہ پڑھی لکھی ہے۔ یہ ایک انداز ہے۔ جب ہم کلیشے میں چلے جاتے ہیں تو ہماری اپنی خصلتیں exploit کی جارہی ہوتی ہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں ٹی وی کو کیا ہو گیا ہے؟ ٹی وی نے آپ لوگوں کے متعلق جان لیا ہے کہ آپ بھونڈا مذاق پسند کرتے ہو' فضول قسم کا۔ اس لیے ہر ٹی وی نے بھانڈ رکھ لیے ہیں۔ وہ آخر کس لیے رکھے ہیں؟ سچی بات پوچھو تو ٹی وی کے کارگزاران کو علم ہے کہ لوگوں کو ایک بالکل ہی low culture اور low life میں ان لوگوں کی بڑی ضرورت پڑتی ہے۔ سو انہوں نے ایک دوسرے کی نقل کرتے ہوئے علم و ادب کے نام پر ان لوگوں کا اضافہ کر دیا ہے کہ جو آپ کو ہنساتے ہیں۔ مگر میں مذہب کو اگر جاؤں اور سوچنے کی کوشش کروں تو کیا میرا بہت زیادہ ہنسنا جائز ہے؟ مجھے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ زیادہ مت ہنسو۔ زیادہ ہنسنے سے روح مردہ ہو جاتی ہے۔ میں ڈیفنس میں ہوں۔ تبسم افشانی جائز ہے' مسکراہٹیں حرام نہیں ہیں' ہلکے سے سفید دانت نکالنا جائز ہیں۔

خداشناسی کا جہاں تک تعلق ہے تو جو ہمارے تصورات ہیں، اگر کوئی بھی جملہ اس ضمن میں کہا جائے تو دعویٰ ہو جاتا ہے' کوئی بھی جملہ۔ میں اللہ کی عادتیں جاننے کی کوشش کر رہا تھا اور جونہی آگے بڑھنے لگا تو اس میں تو کوئی تبدیلی نہیں "لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ" {یونس: 64} اللہ کا کلام نہیں بدلتا" وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلاً" {الفتح: 23} اس نے تو بدلنا کوئی نہیں۔ زیادہ تر اُنس اور ہمدردی کا ایک ایسا اثر پیدا ہوا کہ میں مجبوراً اپنی عادتیں بدلتا گیا۔ دوسرا' خداشناسی میں ایک بہت بڑا عمل یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو نالج improve کرنا پڑتا ہے' بہت زیادہ۔ میں

سمجھتا ہوں کہ خدا کے ساتھ ہر انسان ہمیشہ سیکھتا اور سوچتا رہتا ہے۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ جہاں عقل رکتی ہے وہاں کوئی نہ کوئی بت پیدا ہو جاتا ہے۔ میں پھر مثال دوں گا کہ مدرسے کیوں ریجڈ ہو گئے؟ یہ خدا تک نہیں گئے۔ اپنے استادوں تک اپنے اکابرین اور بڑوں تک رک گئے۔ ان کا علم بھی رک گیا ان کی شناخت بھی رک گئی اور کوئی خدا شناس نہ نکلا۔ may be' میرا اپنا یقین ہے کہ آپ سب خدا شناس ہیں کیونکہ آپ میں خدا کے بارے کچھ جاننے کا ایک ابتدائی اشتیاق ہے۔ آپ میرے پاس شاید اس گمان سے آئیں ہیں کہ میں کچھ اللہ کو بہتر جانتا ہوں۔ یہ یقیناً ایک خداشناسوں کی محفل ہے جن کا بیشتر تعصب یہ ہے کہ ہم کہیں نہ کہیں سے اس حقیقت کا سراغ لگالیں جو ہمیں ultimate reality سے آشنا کر دے۔ ہمارا جو عام سائنس دان ہے اس پہ کوئی چیز اثر نہیں کرتی کہ وہ حرام کھائے یا حلال اس کو ڈگری مل جاتی ہے۔ وہ شریف ہو یا بدکار اس کو ایم بی بی ایس ڈکلیئر کر دیتے ہیں۔ یہ جو شناختِ خداوند کا رستہ ہے اس میں ذرا سی کوئی ایسی غلطی پیدا ہو جائے' کچھ بھی جو morality کے خلاف ہو خدا کے دیے ہوئے نظام کے خلاف ہو آپ qualify نہیں کر سکتے۔ آپ کو رکنا پڑ جاتا ہے۔ اس لیے آپ ہمہ تن توبہ میں رہتے ہیں مگر guilt سے نہیں۔ سیکھنا گناہ نہیں ہے اور سیکھنے کے لیے learn کرنا کارِ ثواب ہے اور بہت بڑی قدر و منزلت کا سبب ہے۔ آپ آنکھیں کھلی رکھیے' سوچتے رہیے' جہاں سے بھی اللہ کی انڈرسٹینڈنگ کا اگر ذرہ بھی ملے اسے وصول کیجیے۔ کسی کو ٹوٹل rejection میں نہ ڈالیے مگر مقصد کا خیال رکھیے۔ you don`t have to appreciate for nothing. آپ کو اپنا سودا چاہیے۔ جسے خدا جاننا ہے وہ خدا جان کے رہتا ہے اور خدا اس میں اس کی مدد کرتا ہے۔ اس کو رستہ دکھاتا ہے۔ اسے رہنما تک پہنچاتا ہے۔ اس لیے میرے نزدیک اس سوال کا جواب صرف یہ ہے میں ہی نہیں آپ سب بھی خداشناس ہیں۔

سوال: سوال یہ ہے کہ ایک ولی یا صوفی کی اولاد یا نسل میں جو افراد ہوتے ہیں جنہیں متولی یا سجادہ نشین کہا جاتا ہے۔ انہیں ہمارے ہاں عام طور پہ احترام دیا جاتا ہے کیا ایسا کرنا چاہیے؟

جواب: یہ ایک بڑی لمبی داستان ہے۔ ہم اللہ کے رسول ﷺ سے بڑھ کے کس کے احسان مند ہیں۔ آپ غور کیجیے کہ اتنی بڑی دنیا میں جہاں چھ سات ارب لوگ ہوں۔ چھ ارب خدا کو نہیں مانتا' رسول ﷺ کو نہیں مانتا۔ ان کا انجام لکھا ہوا ہے۔ کتنی عجیب رحم و کرم کی نظر ہے اللہ کے

رسول ﷺ کی ...... کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ دعا کی کہ یا اللہ میں اپنی قوم میں ہوں جب تک میں زندہ ہوں اور موجود ہوں میں ان کو تیرے بارے میں سچ بتاؤں مگر میں دنیا سے چلا گیا اُٹھا لیا گیا تو پھر تُو جانے یہ جانیں۔ مگر سبحان اللہ وتعالیٰ، حبیبِ خداوند کریم ﷺ نے کبھی اپنی اُمت کو تنہا نہیں چھوڑا، کبھی ایک یا دو نسل کو نہیں چھوڑا بلکہ قیامت تک ان کی ہدایت اور شفاعت کے لیے ان کی ہر چیز ہمارے پاس موجود ہے۔ استادر دہے اس اُمت کا کہ قیامت تک کے لیے خدا کے سامنے اپنے گریبان کو تانے ہوئے ہیں۔ اتنے بڑے انسان کا شکر گزار ہونا لازم ہے، ہمیں، آپ کو، ہماری نسلوں کو۔ ہم ایک ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم ان کی اولاد کی بھی عزت کرتے ہیں۔ حقائق یہ کہتے ہیں کہ ان کی اولاد وہ مقام نہیں رکھتی یا ایسی حیثیت نہیں رکھتی جو ان کی ہونی چاہیے۔ حقائق یہ بتاتے ہیں کہ وہ اس کردار کے حامل نہیں ہیں جو ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے بتائے۔ حقائق یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم ان میں سے بیشتر کو اپنا رہنما نہیں بنا سکتے۔ ہاں اگر ان کی اولاد میں سے کوئی ان کا اہل ہوگا، کوئی ان کے مطابق ہوگا ان کے فرمان کے تو ہمارے لیے اسی طرح باعثِ عزت ہیں جیسے ہمارے رسول ﷺ تھے۔ اور اگر یہ نہیں ہوں گے تو بھی ہم ان کی اتنی عزت ضرور کریں گے جس سے آقا و رسول ﷺ کی احسان مندی کا حق پہچانا جاسکے۔ یہی حال ان پیروں فقیروں کا ہے کہ جن کے صاحب زادے اب نواب زادگان ہو چکے ہیں۔ اب ولایت کا اور ان اعمال کا (جس کے وہ وارث ہیں) ان کا کوئی taste نہیں رہا۔ but still ہم میں سے بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو ان کے آباؤ اجداد کے شکر گزار ہیں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ انسان کا شکر گزار ہونا اس کی اعلیٰ ترین انسانی کوالٹی ہے۔ اس لیے تھوڑا بہت احترام ہم کرتے رہیں گے۔

سوال: سر، ایک سوال particularly ہندوستان کے پس منظر میں کہ قناعت، صبر شکر، نفس کشی اور انا کو ختم کرنے کا ذریعہ تصوف کو جانا جاتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں ہوتا یہ ہے کہ ظالم حکومتوں کو صوفی سپورٹ کرتے ہیں یا ان کے خلاف آوازِ احتجاج نہیں بلند کرتے۔ کیا یہ تاثر درست ہے؟

جواب: میرا خیال ہے صوفی تو نہیں سپورٹ کرتے ظالم حکومتوں کو البتہ یہ مجھ پہ فتویٰ لگ سکتا ہے، میں پھر دہراؤں گا کہ یہ character estimation کا نظریہ ہر آدمی کا اپنا اپنا اور جدا ہوتا ہے by the way I am not with the president or

Government. یہ نہیں ہے کہ میں ان کا مخالف ہوں مگر میں ان کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں شاید وہ سارے کے سارے قصیدے نہیں پڑھ سکتا جو باقی لوگ ان کے لیے پڑھتے ہیں۔ ویسے بھی ایک صوفی کو اللہ کا حکم ہے کہ حکمران کتنا ہی اچھا ہو اس کی تعریف بالکل حرام ہے۔ اس لیے کہ آپ کی تعریف ہی کبھی کبھی اسے ظالم اور سفاک بنا دیتی ہے۔ ہمارے لیے تو جائز ہی نہیں ہوتا' کسی صوفی کے لیے جائز نہیں ہوتا۔ فرض کرو اگر میں کسی بڑے آفیسر کی طرف نہیں بھی جاتا اور ایک غریب آدمی میرے پاس آتا ہے جس کا کوئی سہارا نہیں تو اس کے لیے اگر چلا جاتا ہوں' تو اس میں کیا چیز حائل ہو گی؟ اس میں میری انا حائل ہو گی۔ تو میں اپنی انا کے خلاف تو جا سکتا ہوں مگر انسانی اصولوں کے خلاف نہیں جا سکتا۔

سوال: اسی تسلسل میں ایک سوال ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے متعلق آپ کے نظریات انتہائی پریشان کن ہیں۔ آپ کے خیالات کی تائید ماضی و حال کے کسی مفکر سے دستیاب نہیں۔ پھر آپ کے خیال اتنے مختلف کیوں ہیں جب کہ برصغیر پاک و ہند، ترکی اور وسیع مسلم ریاستوں میں ان کے اثرات موجود ہیں اور وہ سلسلہ نقشبندیہ کے معتبر شیخ مانے جاتے ہیں؟

جواب: دیکھیں جب میں اللہ پہ ریسرچ کر رہا تھا تو ایک حقیقت میرے سامنے آئی تھی کہ اگر سات ارب انسان بھی کہیں کہ خدا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ ہو۔ اور اگر سات ارب انسان کہیں کہ خدا نہیں ہے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ نہ ہو۔ ہم اپنی تحقیق و جستجو کو کثرت سے نہیں دیکھتے۔ اگر ایک خطا یا غلطی کا مرتکب ایک زمانہ ہے تو کیا اس میں غلط یا جائز (کی بحث ہو سکتی ہے؟) جب تک آپ کسی بزرگ کے ساتھ کسی عالم کے ساتھ انصاف نہیں کرتے ہو اس وقت تک آپ کو اچھا critic اور پڑھا لکھا انسان نہیں سمجھا جائے گا۔ میں ان کی غیبت نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں جن کو ان سے ہمدردی ہے وہ پرکھیں۔ مگر ان کا وہ status نہیں ہے جن کو وہ مانتے ہیں۔ for example اگر میں آپ سے ایک سوال پوچھ لوں کہ ان کو شیخ مجدد کس نے بنایا اور الف ثانی کس نے بنایا؟ تو آپ میں سے کوئی بھی جواب نہیں دے گا۔ وہ بھی نہیں جواب دیں گے جنہوں نے ان کی ساری کتابیں پڑھی ہیں۔ پرابلم یہ ہے کہ یہ از خود اختیار کردہ ٹائٹل ہے۔ یہ حقائق شاید آپ کے علم میں نہیں ہیں کہ نقشبندیہ سلسلہ ہندوستان میں خواجہ باقیؒ باللہ کے بعد survive نہیں کیا۔ خواجہ باقی باللہ بقول ان کے ان کی بیعت تھے۔ مگر یہ حقیقت آئی نہیں۔ جب وہ فوت

ہو گئے انہوں نے نیا ایک claim کیا کہ مجھے خلافت قادریہ شیخ عبدالاحدؒ کے ذریعے پہنچتی ہے۔now again it was a different claim. پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مقطعات کی تعلیم دی گئی۔ اور وہ بھی کہیں demonstrate نہیں ہوئی۔ پھر شیخ مجدد نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے..... یہ ساری ان کے مکتوبات کی روایات ہیں...... کہ میں ایک دیوار پہ بیٹھا ہوں میرے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کی تعبیر انہوں نے شہود سے وجود کو جانے کی دی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شیخ نے یہ دعویٰ کیا کہ چونکہ اسما اپنی اہمیت کو پہنچتے ہیں اور اسمِ احمد چونکہ زمانے میں اپنی اہمیت کو نہیں پہنچا۔ ایک ہزار سال کے بعد وہ مجھ میں متشکل ہو کے اپنی پوری صلاحیت کو پہنچا ہے۔ اس لیے میں شیخ مجدد الف ثانی ہوں۔ الف ہزار کو کہتے ہیں کہ میں وہ مجدد ہوں۔ مجدد تو سو سال کے بعد آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے دعویٰ کیا کہ میں ہزار سال کا مجدد ہوں۔ انہیں کس نے کہا؟ مجھے نہیں پتا۔ کہیں سے یہ شہادت نہیں ملتی۔ شاید ان کو یہ دعویٰ خلقِ خدا سے ملا ہو، سمجھنے والوں سے ملا ہو، پیروں فقیروں سے ملا ہو۔ ہاں البتہ مرزا قادیانی نے اس کا فائدہ اٹھایا۔

میں آپ سے یہ بات ضرور کرنا چاہوں گا کہ جب ان کا یہ تھیسز آیا کہ ''جب کوئی اسم دنیا میں بلند ہوتا ہے اور اپنے مرتبے اور مقام کو نہیں پہنچتا تو بارِ دیگر دنیا میں لوٹایا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے مرتبے کو پہنچے۔ چونکہ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پورا ہو گیا دنیا میں مگر جوان کا اسمِ احمد تھا وہ تکمیل کو نہیں پہنچا اور بارِ دیگر مجھ میں لوٹایا گیا اور میں احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہوں۔'' اب مرزا نے کیا کیا؟ اُس نے شیخ مجدد کے فلسفے سے یہ نکتہ نکالی کہ وہ ابھی بھی پورا نہیں ہوا۔ وہ ادھر آ کے نبوت میں ڈھل گیا۔ کون سے لوگ ان کے قائل ہیں مجھے نہیں پتہ؟ مگر یہ ان کا فلسفۂ مذہب ہے۔ میں نے تو آپ کو اپنی plea پیش کر دی ہے۔ اب آپ نے غور کرنا اور پڑھنا ہے اور پھر بتانا کہ آیا آپ کو یہ تھیسز قبول ہے جو ان لوگوں نے دیا ہے۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ ایک self-conquered hallucinated frame of mind ہے جس کو کم از کم ایک moderate انسان قبول نہیں کر سکتا۔ خالی یہ نہیں آگے اگر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے احوال پڑھیں جو انہی کی لائن کے تھے۔ اگر آپ ان کے دعویٰ پڑھیں تو آپ کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ یا تو ان کو خدا کا نائب مان لو یا انکار کر دو۔ مسلمان میں یہ تعلّی نہیں، صوفیا میں تعلّی کسی بھی جگہ

نہیں ہے۔اور جب ہم اپنے بڑے استادوں شیخ جنیدؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، علی بن عثمان ہجویریؒ کو دیکھتے ہیں، ابوالحسن شاذلیؒ کو دیکھتے ہیں، یہ آئمہ مشرق و مغرب ہیں۔اور ان کو خود نہیں امام کہا گیا ان کو لوگ رہتی دنیا تک آئمہ تصوف مانتے ہیں۔ان میں سے ایسی غلطی کسی نے نہیں کی۔اس لیے میں معذرت خواہ ہوں اگر کسی کو دکھ پہنچا ہے مگر میں چاہتا ہوں وہ کچھ اور پڑھیں۔اگر ان کی کوئی بہتر بات نظر آئے جس پہ ہم argue کر سکیں تو انشاء اللہ تعالیٰ میں اتنا سخت دل نہیں ہوں کہ نہ مانوں۔

سوال: سر ایک عام کانسپٹ کے بارے میں سوال ہے کہ فلاں حضرت مادرزاد ولی تھے' اس کے بارے میں کچھ فرمائیے۔

جواب: میرا تو خیال ہے ہر آدمی مادرزاد ہے' ولی ہو نہ ہو۔حضرت عیسیٰ کو یہ exception نصیب نہیں ہوئی کہ مادرزاد نہ ہوں۔پرابلم یہ ہے کہ اگر آپ کہیں مادرزاد ہے، میں کہتا ہوں جی جس شخص نے جو کچھ کرنا ہے اگر پچاس ہزار سال پہلے ارواح کے مقدر مرتب ہوئے اور لوحِ محفوظ پہ لکھ دیے گئے تو اب گناہ گار بھی مادرزاد ہو گیا اور ولی بھی مادرزاد ہو گیا، مزدور بھی مادرزاد ہو گیا، بادشاہ بھی مادرزاد ہو گیا۔سو مادرزاد کہنا کوئی اتنی بڑی سٹیٹمنٹ نہیں ہے۔یہ صرف تکلف کے لیے بعض مریدین کا کلمہ ہے۔استادوں کا نہیں ہے۔مادرزاد کہنا وہ تفاخر ہے جو مرید اپنے مرشد میں لیتے ہیں۔جب ان کی شہرت بڑھانا چاہتے ہیں تو وہ جا کے کہتے ہیں کہ ہمارے پیر مادرزاد ولی تھے۔مادرزاد کافی کشیدہ سا لفظ ہے۔ایک دفعہ ایک شخص مجھے ملا۔اس نے کہا میرے تو مرشد مادرزاد ولی ہیں۔ان کے سات لاکھ مرید ہیں۔تو میں نے کہا تم نے گنا کیسے؟ کہتا رجسٹروں میں لکھے ہوئے ہیں۔جو ولایت اور استادی کو اتنا ٹیکنیکل رکھتے ہیں ان کے ہاں مادرزاد ولی ہوتے ہیں۔باقی بیچارے ایسے آزاد پیدا ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالجلیل خواجہ صاحب: مجھے ایک بات آپ سے شیئر کرنی ہے کہ کل صبح ہم (لیکچر کے پوائنٹس) دیکھ رہے تھے کہ دو ایسے وقت ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ایک وہ وقت جب انسان نے نادانی یا شوخی میں یا over estimation کے باعث امانتِ عقل و شعور کا بار اٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور اللہ نے judgement دی کہ یہ ظالم اور جاہل ہے۔یہ میرے ذاتی explanation ہے۔you can disagree کہ اللہ نے ایک مہربانی فرمائی کہ

اس specie نے یہ فیصلہ جو کرلیا ہے' بڑا مشکل فیصلہ کرلیا ہے۔ اللہ نے اس کے لیے بڑی آسانی فرمائی۔ اور وہ یہ کہ جب آدمؑ تخلیق ہو چکے تو فرمایا میں نے اس کی پشت سے اس کی ساری ذریت نکالی اور ان سے عہد لیا اور پوچھا کہ میں تمہارا رب ہوں کہ نہیں؟ تو آگے سے ہم نے کہا "قالوا بلیٰ" کہ تو بے شک ہمارا رب ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا یہ میں نے اس لیے کیا کہ تم حساب کے روز کہیں یہ نہ کہو کہ ہمیں کیا پتہ تھا؟ ہم تو باپ دادا کے دین پہ تھے۔ پروفیسر صاحب نے جو کہا اس سے مجھے یہ روایت یاد آئی کہ سارے ہی پیدائشی ولی ہیں کیونکہ ہم یہ عہد کر چکے ہیں۔ اس کے بعد بتدریج نسلوں کی شکل میں ہمیں اس آزمائش گاہ میں اتارا گیا۔ تو ہم سارے ولی ہیں۔ ہمیں اس ولایت کی تلاش کرنی ہے اور شیطان اس چکر میں ہے جتنے وہ اُچک سکتا ہے اُچک لے۔

سوال؟ سر یہ بڑا دلچسپ سا سوال ہے کہ اکثر صوفی شعراء نے مجاز سے حقیقت کا سفر طے کیا ہے تو آج کے دن اس لیکچر کا انعقاد کوئی حسنِ اتفاق تو نہیں؟

جواب: اتفاق تو یہ ہے کہ اگر آج صوفی شعراء کی یاد میں بڑے بڑے اچھے اور خوبصورت شاعر پیش کیے جاتے۔ ان کے اشعار پیش کیے جاتے۔ مگر عجیب سا اتفاق یہ گزرا ہے کہ بہت سارے شعراء جن کو آپ متصوف کہتے ہیں۔ متصوف کی تعریف یہ ہے کہ وہ بہت سارے ایسے عالم ادیب جو اپنے آپ کو صوفی کہتے ہیں' بہت سارے ایسے تلذذ پسند جو ایک ایک مصرع' تصوف پر ہائے ہائے کرتے رہتے ہیں یا ایک ایک قولِ فقیر پہ (جھوم جاتے ہیں)۔ مگر سچ دیکھا جائے تو وہ ایک اسرافِ نقد و نظر پہ ہوتے ہیں۔ ان کا تصوف سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ ابھی لاہور میں پانچ، چھ بڑے ایسے لوگ جو معزز اشرافیہ میں سے تھے میں نے ان کا ذکر سنا اور مجھے ان کی ولایتیں بڑی پکی نظر آئیں مگر frankly telling you ایک بڑی عجیب سی بات ہے کہ اس درجۂ علم پہ ایک محاورہ ہوتا ہے' ایک لینگوئج ہوتی ہے۔ اگر شعر بھی ہو تو ایک بڑے عجیب و غریب انداز کا شعر ہوتا ہے۔ اور وہ جو مقام ہوتا ہے وہ دوسری شاعری سے بالکل جدا ہوتا ہے۔ اس کا اندازِ گفتگو ہی جدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پہ جب آپ ایک صوفی کا کلام سنتے ہو آپ کو پتہ ہوتا ہے یہ کامن مین کا نہیں ہو سکتا۔ جب جنیدؒ سے پوچھو کہ توحید کیا ہے؟ جنیدؒ کہتے ہیں کہ وحدانیت قدیم کو حادث سے جدا کرنا ہے۔ آپ کو پتا لگے گا کہ یہ کوئی نئی سی بات ہے۔ یہ انداز ہی نیا ہے۔ یہ اس طرح کی بات نہیں ہے جیسے ہم academic colleges میں پڑھتے ہیں۔ پھر فرض کرو کوئی ایک صوفی

سے پوچھتا ہے کہ تصوف کیا ہے؟ وہ کہتا ہے تصوف آزادی ہے۔ اپنے غم و حزن سے آزادی کو وہ تصوف کہتے ہیں۔ تو یہ mental parameter شاعری سے above ہوتا ہے۔ اس کا اندازِ فکر ہی علیحدہ ہوتا ہے۔ ہم چونکہ چھوٹی بستیوں کے لوگ ہیں۔ ذرا سا اچھا شاعر نظر آ جائے تو ہم اس کی شاعرانہ تعلّی سے influence ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح چھوٹے درجے کا intellect درمیانے درجے کے intellect سے متاثر ہو جاتا ہے۔ ہم نے بڑے بڑے جعل سازوں بڑے بڑے مکر و فریب کے ماہرین کو صوفی ڈکلیئر کیا ہوا ہے۔ اور ہمیں جرأت بھی نہیں ہوتی کہ سچ بول سکیں۔ اس لیے obviously it`s most difficult job کہ آپ صوفی بننے کی خواہش نہ کرو۔ آپ خدا کی خواہش کرو اور سیدھے سادھے اور نارمل انسان بننے کی خواہش کرو۔

سوال: سر، گھریلو سکون سے کیا مراد ہے؟ گھریلو سکون کے لیے کوئی تسبیح بتا دیں؟

جواب: خواتین و حضرات! ایک دفعہ ایک صاحب آئے تو کہنے لگے پروفیسر صاحب خاتون سے بہت زیادہ تنگ ہوں پچھلے کئی برسوں سے۔ اب میں اس کا کوئی حل چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کبھی کوئی اچھا وقت گزرا تھا؟ کہا بس ایک مہینہ ہی اچھا گزرا تھا۔ تو میں نے کہا اُسی کو یاد کیا کرو۔ اتنا زیادہ آگے جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ آپ ایک بات سوچا کریں کہ ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے ساتھ رہنا اور مسلسل رہنا بڑا مشکل عمل ہے۔ شروع سے سارے بڑے مدبر انسان' بڑے دانشور یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ کوئی اور چیز پختہ ہو نہ ہو انسان changeable ہے۔ اب ظاہر ہے changeable انسان کے تناظر میں آج کل بڑا پاپولر نظریہ ہے کہ نوجوانوں کو ایک دوسرے سے شناسا ہونا چاہیے۔ love affairs ہونے چاہئیں تا کہ آگے جا کے وہ خوشگوار زندگی گزار سکیں۔ میرے اپنے نزدیک شادی میں یہ سب سے مہلک نظریہ ہے۔ اس کی وجہ مجھے بھی، تمام مردوں کو بھی اور تمام عورتوں کو بھی پتا ہے۔ جب تک شادی نہیں ہوئی ہوتی ہمیں چاند نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ سورج ڈھل رہے ہوتے ہیں۔ گہری شاموں کے سائے ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر پتا نہیں کہاں کہاں سے مٹھاس نکل رہی ہوتی ہے۔ ایک شعر تو میں نے بھی لکھا تھا کہ

وہ کسی نے پوچھا تو تھا وقت کیسے تھمتا ہے
مجھے خیال تو آیا تیری نگاہوں کا

بلکتے تھے۔ جھوٹ سچ چلتا رہتا۔ اب جب شادی ہوگئی تو خاتون اب demand تو وہی چیز کر رہی ہے جو پہلے آپ نے کہی تھی۔ لیکن وہ آدمی اس کو وہ چیز نہیں لوٹا سکتا جو prior to marriage تھی۔ سارے فساد کی جڑ محبت ہے۔ وہ کہتی ہے میاں کل تک تو تم میرے پاؤں کو عطرِ گلاب سے دھور ہے تھے اور آج تم کہہ رہے ہو پرے کر اس سے بو آتی ہے۔ تو سب سے بڑا مسئلہ خواتین کا بھی یہی ہے I can advise them کہ بھئی ایک بات سمجھ لو کہ شادی کے فوراً بعد تمہارے محبوب کی وفات ہوگئی ہے۔ اب ایک نیا انسان ہے جس سے تم نے ڈیل کرنا ہے۔ اگر تو یہ reality conceive ہو جائے تو پھر تو تعلقات بڑے اچھے گزرتے ہیں۔ اور اگر آپ pre-marital اثرات میں رہے تو تین دن کے بعد ہی divorce ہو جاتی ہے۔ یہ کیا تم تو وہ تھے اب کیا ہو گئے ہو؟ تو یہ ساری کی ساری ایک psychological battle field بنی ہوئی ہے جو ہمارے رشتوں میں حائل ہے۔ اب آپ ذرا غور کیجیے قرآن کیا کہتا ہے؟ قرآن romantic اثرات بالکل نہیں دیتا۔ قرآن کہتا ہے: "لِّتَسۡكُنُوۡا" {روم:20} تم ایک دوسرے کی تسکین کا باعث ہو۔ مرد اور عورت کی شادی بنیادی طور پہ قرآنی اصول کے مطابق تسکینِ ذات کا سبب ہوتا ہے۔ اب فرض کرو ایک بہت بڑا عالم ہے اور اس کی شادی ایک عالمہ سے ہو جاتی ہے' تو اس کی علمیت کی تسکین ہو جائے گی، مگر ایک مزدور جو شادی کر رہا ہے اس کی تسکین کسی ایسے ہی دوسرے پیٹرن سے ہوگی۔ اس لیے ہم نے میاں بیوی میں یہ ویلیو ایڈ جسٹ کرنی ہوتی ہے کہ ان کو کس طرح ایک دوسرے سے تسکین حاصل ہو سکتی ہے تا کہ یہ خواب کی دنیا میں نہ رہیں۔ ان کو practical estimate ہونا چاہیے۔ secondly ایک بڑی بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ میں بضد ہوتا ہوں کہ میری بیوی مجھے سمجھے۔ میری بیوی کہتی ہے کہ نہیں پہلے مجھے سمجھو۔ ہمارے پاس ٹائم نہیں ہوتا۔ we don`t understand each other ایک خاتون کے خاوند کو میں نے سترہ سال کی شادی کے بعد کہا حضور آپ کی بیگم صاحبہ شدید Megrim کی شکار ہیں۔ کہتے نہیں ایسا تو ہے ہی نہیں۔ جب خاتون آئی تو میں نے پوچھا کہ آپ کو Megrim ہے؟ اس نے کہا بڑا سخت ہے۔ میں نے خاوند سے کہا سترہ سال تم نے بیگم سے پوچھا ہی نہیں کہ بیگم تمہیں سر درد بھی ہوتا ہے کہ نہیں۔ یہ ایک بدقسمتی ضرور ہے کہ ہم ایک دوسرے کو پوچھتے نہیں ہیں۔ ہم ایک دوسرے کا لحاظ نہیں کرتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ bysome

means and methods ہمیں ایک دوسرے کی صحبت مل گئی ہے now the male is chauvinistic male. وہ کہتا ہے نہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میری حیثیت ہے۔ اور اگر کوئی خاتون سمارٹ اور تیز ہو تو وہ اس کی حیثیت اسے دکھا دیتی ہے۔ اس لیے میں اب بھی کہوں گا کہ میاں بیوی کے تعلقات کے لیے سب سے اچھی چیز ایک دوستانہ سی تسکین ہے۔ we should be very friendly to each other ہاں اگر دوست سمجھو گے تو باعثِ تسکین رہے گی۔ بیوی سمجھو گے تو باعثِ فساد ہو گی۔

ڈاکٹر عبدالجلیل صاحب: میرے پاس محمد قذافی صاحب بیٹھے ہوئے تھے تو وہ حکم کر کے گئے ہیں، ابھی تھوڑی دیر پہلے تک میرے ہمسائے تھے کہ میں آپ کو ایک شعر سنا دوں جو مادیت سے خدا کی طرف سفر کرنے کے رجحان کو بیان کرتا ہے کہ

میں تیری محبت کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

سوال: پروفیسر صاحب کچھ سلاسل میں مرشدانِ کریم کہتے ہیں کہ بچوں کو بھی بیعت کروا کر ان کی حفاظت کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنے بچوں کو بھی تسبیح کروا سکتے ہیں؟

جواب: تسبیح تو بچے کرتے ہیں، بلکہ بچے تو اپنے ماں باپ کی ہر چیز نقل کرتے ہیں۔ جب آپ کھڑے ہوں گے مُصلّے پہ تو آپ کا بچہ ساتھ کھڑا ہو جائے گا مگر یہ شعوری کاوش نہیں ہوتی۔ یہ ایک عادت کا استقرار ہے۔ اور مجھے سمجھ نہیں آتی مرشدانِ کرام شاید ان سے اپنی آبادی میں اضافہ گنتے ہوں ورنہ اللہ کی ذات خود بھی نابالغ بچوں کو شریعت کی حدود سے معاف کر دیتی ہے۔ تو ان کو بیعت کہاں سے فورس کرتے ہیں؟ جب اللہ اتنے چھوٹے بچوں کی اطاعت کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ ابھی نابالغ ہیں، ان کو بڑا ہونے دو، پڑھنے دو، بارہ تیرہ سال کا ہونے دو۔ پھر ان پر میرے فرائض لاگو ہوں گے۔ میرا خیال ہے مرشدانِ کرام ذرا عجلت پسند ہوں گے۔ مگر اُنس ہو محبت ہو، مروّت ہو تو میرا خیال ہے بچے اسے زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ بیعت کو شاید نہ اس طرح appreciate کر سکیں مگر ایک شریفانہ، مخلصانہ اور مربّیانہ فطرت کو وہ زیادہ پسند کرتے ہیں۔

سوال: پروفیسر صاحب کیا عقیدہ ختمِ نبوت تصوف کی بنیادی شرط گردانی جا سکتی ہے؟

جواب: صوفیا کے پاس محض عقیدہ ختمِ نبوت نہیں ہوتا بلکہ سچ پوچھو تو صوفیا کے پاس یہ یقین اور علم کی

حیثیت سے ہوتا ہے۔اس قسم کا کوئی شک کسی صوفی کے پاس نہیں ہوتا نہ ان کو اس قسم کا کوئی گمان ہوتا ہے۔وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی کی سب سے محترم شخصیت سمجھتے ہیں۔ایک صوفی کا غیض وغضب اس وقت بلند ہوتا ہے جب کوئی اس کے آقا وسرکار پہ ذرا سی تہمت بھی باندھے۔ کوئی شخص جو حرمتِ رسول ﷺ پہ نظر رکھتا ہے یا گستاخی کرتا ہے اسے ہم مسلمان گنتے ہی نہیں ہیں۔ہم اس سے عقیدے کا میچ نہیں رکھتے ہیں۔اگر کوئی شخص ہمارے آقا ورسول ﷺ کی متابعت میں نہیں ہے اور وہ ختم المرسلین کی ذات پہ یقین نہیں رکھتا وہ مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔یہ جو بہت سارے دعاوی پیدا کیے یہ جاہلانہ بحثوں میں گئے ہیں۔میں تو الزام ان علماء کو دیتا ہوں جنہوں نے ان کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کیے۔یہ اختلافات صوفیوں میں نہیں ہوتے۔

سوال: پروفیسر صاحب حالات حاضرہ کے حوالے سے سوال ہے کہ ایران اور سعودی عرب کے اختلافات کیا رنگ لائیں گے؟

جواب: خواتین وحضرات! بہت پہلے جب آپ لوگ ایران کے انقلاب کی بات کرتے تھے تو میں آپ سے کہتا تھا کہ ایران اور امریکہ میں فساد نہیں ہوگا۔اگر آپ کو یاد ہو تو میں آپ کو کہا کرتا ہوں کہ ایران امریکہ کا ساتھ دے گا۔اب بھی ایران امریکہ کا ساتھ دے گا۔اب بھی ہمیں کبھی نہ کبھی امریکہ کے خلاف لڑنا ہوگا۔اس لیے یہ بات بالکل واضح ہے اور یہ حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کا ساتھ دیں گے۔بات یہ ہے کہ بخت نصر جب یروشلم پہ حملہ آور ہوا تو وہ ستر ہزار یہودی قیدی اپنے ساتھ لے گیا تھا اور اس نے ایران کا ایک شہر آباد کیا۔اس شہر کا نام 'اصپہاہان' تھا۔اس نے وہاں اپنے فوجی گھوڑوں کی نگہداشت کے لیے ان تمام یہودیوں کو رکھا۔یہ اصپہاہان بگڑ کر اصفہان ہو گیا۔پھر اس شہر نے اتنی ترقی کی کہ مشہور ہوا کہ 'اصفہان نصف جہان' اور اب بھی یہ ایران کا بڑا مقتدر اور بڑا شہر ہے۔اور اس میں تمام یہودی بستے ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں۔اس لیے حضور ﷺ کی حدیث بالکل ان پہ عمل پذیر ہوگی کہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کا ساتھ دیں گے۔مگر اس سے خالی یہ گمان نہ کیجیے۔اس حدیث سے یہ پتا لگتا ہے کہ ان کا پھیلاؤ بھی بڑا ہوگا۔ابھی پچھلے دنوں میرے ایک دوست آئے تھے تو انہوں نے کہا ہم دیکھتے ہیں ہم نے اندازہ لگایا کہ there are at least one million

اور ان کا یہ گٹھ جوڑ عالم اسلام میں ہے۔ دو چار مرتبہ تباہی اس pure Jews in Iran. طبقاتی اور مذہبی تقسیم کی وجہ سے آئی ہے۔ اب یہ مذہبی تقسیم کم ہے۔ یہ انٹرنیشنل سی تقسیم ہے۔ امریکہ نے بڑی ذہانت سے اسرائیل کی ساری مزاحمت ختم کر دی ہے، عراق ختم کر دیا، شام ختم کر دیا، مصر کے گھٹنے ٹیک دیے۔ اب وہ directly مارچ کرتا ہوا سعودی عرب تک جا سکتا ہے۔ یہی basic plan تھا۔ مگر پروردگارِ عالم نے بھی اس کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ سعودی عرب کو کمزوری میں ڈالا، خطرے میں ڈالا اور بادشاہوں نے اپنے تحفظ کے لیے پاکستان آرمی کی کم سے کم دو divisions ڈیمانڈ کی ہیں۔ سو جب وقت آگے بڑھے گا ان کی سکیم کی تکمیل کا جب یہ مرحلہ آئے گا باقی ملک سے تو وہ گزر جائیں گے مگر جب حرمین شریفین پر آئیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان کے مجاہدان کو فیس کر لیں گے۔

سوال: پروفیسر صاحب! ''میری ہستی سے مشابہ ایک ستارہ دور کہیں آسمانوں میں ہے۔'' سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے اس قول کی وضاحت کر دیں؟

جواب: اصل میں یہ چہل قاف کا مصرع ہے جو کہ جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے موسوم ہے۔ یہ ایک جلالی وظیفہ سمجھا جاتا ہے، بہت بڑا وظیفہ، جنات موکلات کا۔ اس میں چالیس کاف ہیں۔ آخری مصرع ہے یا کو کبا کان یحکی کو کب الفلك اس کا مطلب ہے:

اے ستارہِ دلِ من کہ مشابہ ہستی ستارہ آسماں را

اصل میں کہا یہ جا سکتا ہے اور اس کے اوپر حدیث وارد ہے کہ جب ہم ایک مرتبہ ''سبحان ربی الاعلی سبحن ربی العظیم'' پڑھتے ہیں یا ''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم'' پڑھتے ہیں تو جنت میں اپنے گھر میں ایک درخت لگاتے ہیں۔ اب اگر آپ تھوڑا سا اس کو extent کر لو تو جنت میں ہمارا گھر کتنا ہو گا کہ ایک گھر سے دوسرے گھر کا فاصلہ 500light years ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ جنت میں ہم ایک گھر سے دوسرے گھر کو کیسے جائیں گے؟ فرمایا براق کے ذریعے۔ کیونکہ پیدل چل کے جانے والے فاصلے نہیں ہیں۔ اب وہ گھر کتنے بڑے ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی لمبائی سے بھی زیادہ ہے۔ اب یہاں سے چاند پہ ایک چھوٹے سے گھر میں جانے کے لیے ہمیں ایک سپیشل میڈیم چاہیے۔ جنت کے سفر بھی ایسے ہوں گے۔ وہ بجلیوں کے سفر ہوں گے

براقوں کے سفر ہوں گے۔اور ایک ایک گھر ایک سیارے سے بڑا ہوگا۔چونکہ شیخ عبدالقادرؒ کچھ ماورائی حقائق کے جاننے والے تھے۔اس لیے وہ لکھتے ہیں.....

كفاك ربك كم يكفيك واكفة
كفكافها ككمين كان من كلك
تكر كرا ككر الكر فى كبد
تحكى مشكشكة ككلك الكلك
كفاك ما بى كفاك الكاف كربة
يا كوكباً كان يحكى كوكب الفلك

توانہوں نے یہ مصرع خاص طور پہ لکھا تھا کہ

اے ستارہ دلِ من کہ مشابہ ہستی ستارہ آسماں را

کہ میرے دل کے ستارے تو آسمان میں ایک ستارے کے مقابل ہے۔

تو ہم اپنے اس مکان کو آباد اپنی حرکتوں سے کرتے ہیں۔اگر آپ غلطی سے بغیر فضول حرکتوں کے اس مکان میں چلے گئے تو دروازہ کھولتے ہی منہ پہ سامنے اندھیرے کا چھپاکا پڑے گا۔اس لیے کوشش کرو تسبیح پڑھتے رہو۔اس سے وہاں درخت لگیں گے گھنی آبادیاں ہوں گی۔کیلے کے باغ جھکتے پڑے ہوں گے۔انار ٹوٹتے پڑے ہوں گے۔تو میرا خیال ہے کہ تھوڑے بہت اچھے عمل کر لینے چاہئیں۔اور سب سے اچھا عمل ہے تسبیح کرنا تو جب آپ یہاں تسبیح کرو گے تو جنت میں آپ کے گھر خوبصورت، خوشگوار اور آباد ہوں گے۔

سوال: ڈاکٹر عبدالجلیل صاحب سے ایک سوال ہے کہ خواب روحانی دنیا سے رابطے کا کوئی ذریعہ ہیں یا محض خلل ہے دماغ کا؟

جواب: خواب کے موضوع پہ آج کل بہت تحقیق ہو رہی ہے۔میں کوشش کرتا ہوں اس کو summarize کر دوں۔اگر آپ خواب کی پرانی کتابیں بھی دیکھیں، جیسے امام ابن سیرینؒ کی یا امام جعفر صادقؒ کے اقوال تو وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی جو اکثریت ہے وہ کچھ ہماری خواہش ہے، کچھ خوف ہے اور کچھ نفس کے ایسے سفر ہیں جن میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی۔تو خواہش، خوف اور نفس کی آوارگی میجر خواب ہیں۔اس کے علاوہ جو خواب ہیں جن کو ہم مبشرات کہتے ہیں یعنی سچے خواب

وہ اس سے علیحدہ چیز ہیں۔ ان میں تفریق کیسے ممکن ہے؟ یہ تو ایک علیحدہ موضوع ہے۔ لیکن یہ آپ نے جو پوچھا ہے کہ ان کی واقعی کوئی حقیقت ہوتی ہے یا یہ دماغ کا خلل ہیں تو دونوں کلاسز آف ڈریم ہیں ان کے بارے میں as far as I know کہ یہ خواہش اور خوف ہے۔ جیسے میں خواہش کی مثال دے دیتا ہوں first hand experience کسی زمانے میں مَیں شطرنج بہت کھیلتا تھا when I was 17 years old تو خواب میں بھی مَیں چالیں چلتا تھا۔ بعض اوقات یہ ہوتا تھا کہ جب checkmate ہونے لگتا تو آنکھ کھل جاتی تھی کیسے checkmate؟ کچھ کرنا ہے کیسے چالیں چلنی ہیں؟ اسی طرح آپ کوئی بھی obsession پال لیں وہ خواب میں آسکتی ہے۔ بعض اوقات اصلی شکل میں اور بعض اوقات کسی پردے کی شکل میں۔ جو جدید تحقیق ہوئی ہے وہ بڑی مزیدار ہے۔ آپ کو انٹرسٹ ہو تو آپ انٹرنیٹ پہ reality of dreams ضرور پڑھیے گا۔ بہت ریسرچ ہو رہی ہے۔ اب تک what I have read اس کی جو summarized قسم کی سٹیٹمنٹ ہوگی وہ یہ ہے کہ رات کے وقت جو معلومات ہمارے دماغ کے پاس ہوتی ہیں ان کو خاص ترتیت میں اپنی اپنی جگہ رکھتا ہے تاکہ آپس میں لنک کر سکے ری کال کر سکے۔ نئے connections بناتا ہے۔ اس کو کمپیوٹر کی ٹرم میں Defragmentation کہتے ہیں۔ تو your brain is defragmenting all the information so that it is more accessible in future. اس پروسس کے دوران اگر کوئی انفارمیشن آپ کے conscious میں آجائے تو آپ اس کو visualize کر لیتے ہیں۔ آپ کو شاید یہ جان کر حیرت ہو کہ مادرزاد اندھا خواب نہیں دیکھ سکتا۔ یہ ایک سائنٹفک فیکٹ ہے کہ مادرزاد اندھا خواب نہیں دیکھ سکتا کیونکہ اس کے پاس کوئی تصویری تمثیل نہیں ہوتی۔ کوئی pictorial کی شکل میں سمبلز نہیں ہوتے کہ ان کے ساتھ ریلیٹ کر سکے۔ وہ کیسے دیکھے گا خواب؟ ایک تو خواب سن سکتا ہے جیسے اس نے کوئی ٹرین کی آواز سنی، کار کی آواز سنی اس میں خوف پیدا ہوا تو خواب کے درمیان اگر اس کو ساؤنڈ آجائے تو اس کو خوف محسوس ہوگا۔ تو اس کو ہم ڈریم کہیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی اندھا بھی ہے اور بہرہ بھی تو وہ بھی وہ خواب دیکھ سکتا ہے اور وہ کیفیت ہوگی۔ یہ وہ خواب ہیں جن کے بارے میں ہمارے امام اور جدید سائنس بھی یہ کہتی ہے کہ یہ خواہش ہے خوف ہے اور

یادداشتوں کو ترتیب میں لانے کا عمل ہے جو اس experience کا باعث بنتا ہے۔ مبشرات ’خوابوں کا دوسرا گروپ ہے it is interesting اور scientist اس بات سے agree کرتے ہیں وہ سٹیٹمنٹ اس طرح ہے there is a set of dreams which we cannot explain. اور ان کے پاس confirmed reports ہیں۔ ایسے ڈریمز کو وہ further subdivide کرتے ہیں۔ ایک وہ گروپ ہے جس میں کہتے ہیں آپ کا برین as a big computer آپ کو وارن کرتا ہے کچھ ہونے والا ہے یا given information کے ڈیٹا پہ کیلکولیٹ کر کے اچھی خبر دے دیتا ہے۔ اس کی جو سیکنڈ سیٹ ہے science is unable to explain‘ تو ہمارے پاس جو explanation ہے جیسے قرآن میں آیا کہ اللہ نے حضرت یوسفؑ کو تعبیرِ خواب کا علم دیا۔ اور قرآن میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم نے آپ کا خواب سچ کر دکھایا ہے۔ تو سچے خواب موجود ہیں اور حدیث ہے کہ سچے خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں۔ .if I am not wrong تو سچے خواب کے بارے میں سائنس کچھ نہیں جانتی۔ لیکن حقیقت سے انکار نہیں کرتی۔ میں میڈیکل ڈی ٹیل میں نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے برین کے ایریاز بھی locate کر لیے ہیں کہ if you destroy that area you can not see dreams.

پروفیسر صاحب: خواتین وحضرات ہمارے پاس دو بہت معزز خواتین موجود ہیں۔ دونوں ماشاء اللہ نفسیات کے علوم پڑھاتی ہیں اور بڑی پروفیسر بھی ہیں۔ ایک practicing psychiatrist ہیں اور ایک psychologist teacher ہیں۔ تو میری درخواست ہے تھوڑا تھوڑا ان کا نقطۂ نظر سن لیا جائے۔

ڈاکٹر عرفانہ صاحبہ: السلام علیکم، میں پروفیسر صاحب کو پچھلے پچیس سال سے سن رہی ہوں اور ان سے بہت فیض حاصل کیا ہے اور آج اگر میں نفسیات دان ہوں تو یہ غلط نہیں ہوگا کہ میں ان کی وجہ سے ہوں۔ پڑھا میں نے سب کچھ تھا مگر میں پریکٹس نہیں کرتی تھی۔ بیس سال پہلے میں نے سر سے کہا میں کچھ اور کام کرتی ہوں۔ he didn`t know I was a psychologist. تو انہوں نے مجھے کہا آپ کچھ counselling وغیرہ کا کام کیوں نہیں کرتیں؟ تو میں نے کہا ?how do you know کہتے ہیں میرا خیال ہے یہی واحد فیلڈ

ہے جو آپ کو کرنی چاہیے تو جو کچھ میں کر رہی تھی میں نے سارا کچھ چھوڑ دیا۔ بیس سال سے Iam just a counsellor, therapist اور مریضوں کو دیکھتی ہوں اور ان کو ٹریٹ کرنے کی پوری پوری کوشش کرتی ہوں اللہ کے حکم سے۔ یہاں پہ ڈاکٹر صاحب (ڈاکٹر عبدالجلیل) سے کہنا چاہوں گی آپ نے ماہر نفسیات کو بہت ہی wordily سا کلر دے دیا تھا کہ جی ہم متاثر کرنے کے لیے نہیں کر رہے ہوتے' بہت ساری چیزیں ہم کر رہے ہوتے ہیں because I think ہم ایک mouth piece ہوتے ہیں۔ ہم سب کے سب اللہ کے نائب ہیں۔ ہم نے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے after all اتنا کچھ جب وہ ہمیں دیتا ہے آنکھ، کان، ناک، بازو تو ہمیں اس کو کہیں تو use کرنا ہے۔ یہاں پہ میں یہ ضرور کہوں گی کہ میرے حساب سے اگر نفسیات اور religion کو ہم جوائن کریں تو بالکل it's a same thing اس لیے کہ قرآن پاک میں ہے: "أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" {یونس :62} ''جو اللہ کے ولی ہیں دوست ہیں ان کو خوف و حزن نہیں ہوتا۔'' نفسیات کی جتنی پرابلمز ہیں وہ ان دو چیزوں سے ہی نکلتی ہیں۔ خوف و حزن ہوتا ہے تو ساری problem start ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جن سے محبت کرتا ہے ان کو اس سے نکال دیتا ہے۔

ولی کون ہوتے ہیں؟ جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اللہ کن سے محبت کرتا ہے؟ وہ بھی antidepressant, antianxiety, anti-psychotic pill ہے۔ قرآن پاک کی ایک اور آیت جو میں سب کو بتاتی ہوں' پروفیسر صاحب کی تسبیحات کے علاوہ وہ یہ ہے:

"الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ "{آلِ عمران:134} کہ جو لوگ خرچ کرتے ہیں تنگی میں اور خوشحالی میں، اور غصے کو قابو میں رکھتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں ان سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اگر محبت کرے گا تو obviously ان کو اس مشکل سے نکال دے گا۔ تو اس کانسپٹ کے حوالے سے میرے نزدیک خرچ کرنا ہے۔ جب خرچ کرنا ہے تو اس کا مطلب خالی پیسہ نہیں ہے۔ اس میں مَیں اپنا وقت خرچ کروں گی، پیسہ خرچ کروں گی، میں اپنے خیالات کو خرچ کروں گی۔ یہ جو الفاظ ہیں وہ خرچ ہوں گے۔ میری سماعت کی capability (خرچ ہوگی) اگر کوئی مجھے اپنی پرابلم بتائے گا تو وہ میں شوق اور دھیان سے سنوں گی۔ ہم لوگ اپنی ساری senses کو خرچ کر رہے ہوتے ہیں اللہ

کے راستے میں۔ سوصبح جب مَیں کلینک جانے لگتی ہوں توصرف ایک ہی دعا مانگ کے جاتی ہوں کہ اللہ پاک جتنے گھنٹے میں کلینک میں ہوں مجھے نہیں پتا مریض کن پرابلمز کے ساتھ آئیں گے اورمُسَبِّبُ الاسباب تو آپ ہیں، میں نہیں ہوں، میں توصرف جارہی ہوں کیونکہ آپ نے میرے ذمے شاید یہ کام لگایا ہوا ہے اور آپ نے ہی ان کوٹھیک کرنا ہے۔

لوگ میرے پاس یہ expect کر کے آئیں گے کہ میں انہیں کوئی شفا دوں گی۔ میں ان کو پرابلم کا حل دوں گی۔ نہ میرے پاس حل ہے نہ شفا ہے میں توخود اس کے در کی بھکاری ہوں۔ تو میں کہتی ہوں کہ اللہ پاک آپ خصوصی کرم کیجئے، ہر مریض نے مجھ سے کیا کہنا ہے میرے منہ سے کیا الفاظ نکلنے ہیں کہ وہ مریض ٹھیک ہو جائے۔ پھر میں حضرت موسیٰ کی دعا کہ میرے منہ سے صحیح بات نکلے پڑھتی ہوں۔ جب مریض میرا شکریہ ادا کرتے ہیں تو میں کہتی ہوں آپ میرے لیے دعا کریں کہ میں یہ کام خوش اسلوبی سے کرتی رہوں، جب تک اللہ پاک کو منظور ہے۔ سب سے interesting چیز یہ ہے کہ ہم کچھ بھی خود سے منسوب نہیں کرتے۔

اور ایک بات میں ضرور شیئر کرنا چاہتی ہوں کہ ہماری لائف میں ایک چیز اللہ پاک نے ہمیں دی ہے۔ اس نے ہر کوالٹی ہمیں دے دی ہے یہاں تک کہ اپنی وحدانیت بھی ہمارے اندر ہے کہ ہم سب اس دنیا میں واحد ہیں۔ کوئی انسان بھی repeat نہیں ہوتا۔ مگر ایک چیز اللہ نے ہمیں بہت دی ہے جسے ہم یوز نہیں کرتے۔ اور وہ ہے عاجزی۔ اگر ہم عاجزی کا اظہار کریں کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا، میں تو کسی قابل بھی نہیں ہوں، اللہ نے کرنا ہے، میں تو کر ہی نہیں سکتا تو آپ کا پورا ٹائم ذکر میں ہی گزر جاتا ہے۔ آپ اس کو اللہ کی طرف واپس لوٹا دیتے ہو۔ پروفیسر صاحب سے کسی نے پوچھا کہ گھر کا سکون کا کیا طریقہ ہے؟ تو اس میں تھوڑا سا میں ایڈ کروں گی کہ ہم خوش اسلوبی سے اپنا کردار ادا کرتے رہیں جو بھی رول اللہ پاک نے ہمیں دیا ہے۔ عورت گھر کے سارے کام کرے۔ مرد کے ذمے کما کے لانا ہے۔ اس میں تسکین ہے کہ وہ گھر کی ضرورتیں پوری کرے۔

ہم ساری باقی کی ضرورتیں بھی پوری کریں گے تو اس سسٹم کی گھر کی بچوں کی سوسائٹی کی eventually سب چیزیں ٹھیک ہوں گی۔ ہم ایک دوسرے کے لیے یوں تسکین بن سکتے ہیں اور ہم سب کسی نہ کسی سے بھیک ہی لے رہے ہوتے ہیں ایک لحاظ سے۔ عزت ذلت سب کچھ

اللہ پاک دے رہا ہوتا ہے۔ بچہ جب ماں سے کچھ مانگ رہا ہوتا ہے تو بچے کا مانگنا بھی ایک طرح سے بھیک مانگنا ہی ہے۔ بیوی جو شوہر سے مانگ رہی ہے خرچہ، نان نفقہ۔ شوہر جو ہے باس سے لے رہا ہے، باس probably آگے ہیڈ سے لے رہا ہے۔ وہ پراڈیکٹ بیچ رہا ہے تو گاہک سے لے رہا ہے۔ سو ایک سسٹم ہے۔ ہم سب کسی نہ کسی کو فالو ہی کر رہے ہیں۔ آخری بات کہوں جس میں بہت زیادہ confusion ہے کہ لوگ پروفیسر صاحب کو اور اولیاء وصوفیا کرام آ کے کو کہتے ہیں حالانکہ یہ تو میڈل مین ہوتے ہیں۔ direct اللہ سے مانگنا چاہیے۔ میں یہ بھی کہوں گی کہ I wish مجھے کوئی بتا دے کسی نے اللہ کو دیکھا ہے؟ سو جب بھی مجھے کوئی ایسی بات کہتے ہیں کہ آپ یہ تسبیح پڑھیں تو کہتے ہیں ہم کسی سے نہیں direct اللہ سے مانگتے ہیں۔ میں کہتی ہوں چلیں ٹھیک ہے آپ direct مانگیں، اللہ سے کہیں مجھے ڈھیر سارے پیسے دے دے۔ تو میں کہتی ہوں اللہ آسمان سے ڈراپ کر رہا ہے پیسے؟ مطلب اس نے بھی دینے کے لیے کسی نہ کسی انسان کو پک کرنا ہے۔ indirectly again you are taking from people ہم سب کے اللہ کی طرف سے رول ڈیفائنڈ ہیں۔ اور اگر ہم اپنے اپنے رول کرتے رہیں گے کبھی کہیں کوئی کنفیوژن آ ہی نہیں سکتی، فریکشن آ نہیں سکتی۔ اور پروفیسر صاحب میں سب کچھ کرتی رہوں کہ اللہ پاک کے چہرۂ انور پہ سمائل آتی رہے۔

پروفیسر صاحب: ہمیں خوشی ہے ماشاءاللہ کہ آپ ہم میں ہیں، اللہ آسانی کرے آپ کے لیے اور ہمارے لیے بھی۔

اینکر پرسن: حاضرین محترم پروفیسر صاحب کی ایک اور خواہش بھی ہے اور ہم سب کے لیے بہت سعادت کی بات ہے کہ عملی زندگی میں جو لوگ ایسے کام کر رہے ہیں جو بنیادی انسانی کردار کے تقاضے ہیں، حریتِ فکر اور اپنے وطن کی آزادی کے لیے۔ انہی میں سے ایک خاتون بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ کشمیری حریت رہنما یسٰین ملک کی اہلیہ مشال۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

محترمہ مشال ملک صاحبہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم this is my second session جو میں نے attend کیا ہے۔ پروفیسر صاحب I am really short of words یہاں پہ آ کے کیا کہیں کہ یہاں تو سب سیکھنے اور علم لینے کے لیے آتے ہیں۔ میرا ایک

چھوٹا سا سوال تھا پروفیسر صاحب سے I think آپ کے پاس پہنچ گیا ہوگا۔ وہ یہی تھا کہ جب ہر انسان کا، جس طرح ابھی پروفیسر صاحبہ کہہ رہی تھیں every person has a role in life اللہ نے ہر بندے کو لائف میں ایک نہ ایک ڈیوٹی دی ہوتی ہے۔ پروفیسر صاحب آپ کو ہمیشہ کہتے ہیں ٹینشن پہ اللہ آپ کو reward دیتا ہے۔ تو اگر آپ کی لائف میں کوئی گولز ہوں یا ایک نیشن کے فریڈم کی بات ہو یا sufferings کی بات ہو تو اس کے لیے جتنا بڑا گول ہوتا ہے اس کے لیے چیلنجز بھی اور ہوتے ہیں۔ ڈیول بھی اپنی گیم زیادہ کرتا ہے ٹیسٹ بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ patient بھی اس کے لیے چاہیے۔ آپ ہمیشہ گائیڈ کرتے ہیں اور آپ کی دعاؤں سے مَیں نے زیادہ activities شروع کی ہیں کشمیر کاز کے لیے فریڈم کے لیے کیونکہ ابھی بھی میرے شوہر یسین ملک arrested ہیں۔ وہاں پہ جو ٹارچز ہوتے ہیں آپ سب ان سے آگاہ ہیں۔ half mothers اور half widows کی دنیا کی سب سے بڑی تعداد مقبوضہ کشمیر میں ہے۔ وہاں وہ عورتیں ہیں جن کو پتا ہی نہیں ہے کہ ان کے خاوند زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔ اور وہ آٹھ آٹھ، نو نو، دس دس سالوں سے ویٹ کر رہی ہیں۔ اور اسلامک لاء کی رُو سے اگر آپ کے پاس evidance نہ ہو کہ آپ کے husband کی ڈیتھ ہوگئی تو آپ remarry بھی نہیں کر سکتے۔ اور پھر ہالف مدرز کی تعداد جو کہ مدتوں سے ویٹ کر رہی ہیں کھڑکیوں سے باہر دیکھ رہی ہوتی ہیں کہ ہمارا بیٹا واپس آئے گا کہ نہیں۔ تو وہاں پہ ظلم کی انتہا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ پروفیسر صاحب ایسا کوئی word of wisdom دے دیں، جس سے حوصلہ ہو۔ جتنا مشکل کام ہوا اتنا ایکسٹرا صبر چاہیے ہوتا ہے اور آپ جیسے لوگ ہیں جو کہ اتنا حوصلہ اور گائیڈنس دیتے ہیں جس سے دل کو سکون ملتا ہے۔ مجھے بس یہی کہنا تھا۔ thank you very much

پروفیسر صاحب: انشاءاللہ تعالیٰ العزیز I hope we can see each other again if not today. کل یا پرسوں ضرور یہ آپ کی مرادِ دل پوری ہوگی اور ہم سب کشمیر کی آزادی کا سورج دیکھیں گے۔ آپ کو ایک نکتہ point out کر دوں کہ میں کشمیر موومنٹ سے کافی متعلق رہا، فوجی ذرائع سے بھی اور ان (مشال ملک اور ایسے دوسرے حریت رہنما) کے ذرائع سے بھی۔ I had a very strange question میں نے ان سے پوچھا یہ آپ کیا جہاد لڑ رہے ہیں؟ جہاد تو اتنے لمبے نہیں ہوتے، نہ اتنا انتظار کراتے ہیں۔ اس وقت

جولیڈر زاہد تھے انہوں نے مجھے کہا کہ پروفیسر صاحب ہم جہاد تو نہیں کر رہے۔ ہم تو ایک نیشنل وار لڑ رہے ہیں۔ تو جب انہوں نے مجھے یہ کہا تو میں نے کہا if it's national war پھر it's war of attrition. جو تھکے گا وہ ہرے گا۔ اور اگر یہ جہاد ہوتا تو سچی بات یہ ہے کہ اللہ میاں جہاد کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے جو میرے لیے جنگ کے لیے نکلتا ہے میں اس کے ہراول دستے میں لڑتا ہوں۔ پھر اتنی دیر نہیں لگتی جتنی ہمارے جہادِ کشمیر میں ہو رہی ہے۔ but naturally they have their intentions and motives, they are fighting a nation war. جس میں ہندو بھی شامل ہیں سکھ بھی شامل ہیں اور مسلم کشمیری بھی شامل ہیں۔ اس جنگ میں شاید الٰہیاتی قانون اس لیے نہیں لگے کہ ان کے مقاصد ڈفرنٹ ہیں۔

خواتین و حضرات! اب سورج منہ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ ہم اپنے اختتامِ اجلاس تک پہنچ گئے ہیں۔ but if there is any further question inshAllah it will answer back, I must say I am extremely grateful, very very grateful. آپ کے صبر آپ کے تحمل کا۔ انشاء اللہ تعالی العزیز with your help and with your love and with God's kindness we shall ultimately be creating a much much greater, better and more beautiful forum. اور انشاء اللہ آپ کو next time آتے ہوئے بہت خوشی نصیب ہوگی may Allah be with all of us.

سوال: supplementary question ہے ڈاکٹر جلیل صاحب! ہمارے ایک بزرگ پوچھتے ہیں کہ generalized anesthesia دیا جاتا ہے تو مریض چاہے چار گھنٹے تک سوتا رہے اس کو خواب نہیں آتا۔ اس کی کیا ریزن ہے؟

جواب: آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کو خواب نہیں آتا۔ دیکھئے میں غلط صحیح کی بات نہیں کر رہا۔ anesthesia کی تو بڑی stages ہیں۔ stage one, two, three, four ہیں۔ ایک anesthesia ہم Katemine سے دیتے ہیں۔ اس میں تو آتے ہی خواب ہیں۔ جو

decisive anesthesia ہے اس سے تو اتنے کلرفل خواب آتے ہیں۔ تو جو deep anesthesia ہوتا ہے اس سے بالکل کنٹرول ختم ہو جاتا ہے اور awareness ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں تو آپ خواب نہیں دیکھ سکتے۔ یہ بات صحیح ہے۔ جب general anesthesia, deep anesthesia ہوتا ہے تو اس میں آپ اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ آپ خواب دیکھ سکیں۔ برین میں وہ پروسس جاری ہوتا ہے جو میں نے ابھی explain کیا۔ لیکن جس کو dissociative anesthesia کہتے ہیں۔ اس میں ہم Ketamine دیتے ہوئے اگر بندے سے غصے سے بات کرتے ہیں تو وہ trhoughout ایسے خواب دیکھتا ہے کہ اس پہ غصہ کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح اچھی بات کریں تو وہ trhoughout ایسے خواب دیکھتا ہے کہ اچھی باتیں ہو رہی ہیں۔ تو deep anesthesia میں چونکہ آپ کی دیکھنے کی سمجھنے کی اہلیت ہی معطل ہو چکی ہوتی ہے اس لیے آپ خواب نہیں دیکھ سکتے۔

اینکر پرسن: پروفیسر صاحب! حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حالات میں آتا ہے کہ آپ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے دلی کی طرف جا رہے تھے۔ ایک ویرانے میں آپ تھوڑی دیر کے لیے کھڑے ہو گئے اور وہاں کچھ دیر استغراق کی حالت میں رہے۔ ساتھ چلنے والوں نے پوچھا شیخ کیا ہوا؟ شیخ نے کہا کہ "بوئے دل ہا می آید" مجھے اس جگہ سے دلوں کی خوشبو آتی ہے۔ الحمد اللہ گل پارہ بھی ایک ایسی جگہ بنتی جا رہی ہے کہ "بوئے دل ہا می آید" ہمیں بھی اس جگہ سے اب دلوں کی خوشبو آنے لگی ہے۔ الحمد للہ گل پارہ میں یہ اس سلسلے کا تیسرا سیشن تھا اور ہماری توقع اور ہمارے اندازوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کامیابی اور سرفرازی نصیب فرمائی ہے۔ پروفیسر صاحب جیسے اب فرما چکے کہ سورج غروب ہونے کو ہے۔ ویسے تو ہر وقت دعا کے لیے خوبصورت وقت ہوتا ہے مگر یہ دن کے رخصت اور رات کی آمد کا وقت دعا کے لیے انتہائی خوبصورت لمحے ہیں۔ سب سے گزارش کروں گا کہ آپ سب پروفیسر صاحب کی صحت و تندرستی اور خیر و عافیت کے لیے دعا گو ہوں اور ہم سب مل کر دعا کرتے ہیں۔ میں گزارش کروں گا استاد محترم سے کہ دعا سے اس annual session کا اس ہماری سالانہ ملاقات کا اختتام فرمائیں، پروفیسر صاحب دعا

فرمایئے۔

پروفیسر صاحب: خواتین وحضرات! اپنا ایک تحفظ میں نے آپ سے لینا ہے کہ آپ آیئے انشاء اللہ ''چشمِ ماروشن دلِ ماشاد'' مگر میرے خرگوشوں کا خیال رکھنا پڑے گا۔ یہ نہ ہو کہ میری یہ معصوم مخلوق آپ کے ہاتھوں مقتول ہو جائے۔ اس کا خیال رکھیں۔

علاماتِ حقیقتِ اولیٰ

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِىۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِىۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلْ لِّىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِيۡرًا (الاسراء:80)

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (الصّٰفّٰت:180-83)

Ladies and gentlemen! I am honored and I am obliged with your presence here. At least I will talk this is difficult may be hard to understand crucks of the faith. Everybody who wants to believe in God he must understand this point; it`s not a make belief, it`s not easy to believe unseen because Allah says in Quran if they knew if they had knowledge if they had understood the facts, they would understand me. If Allah blames kafir, non-believers to be illiterate as non-sensed brain who fail to understand how would He recommend a Muslim to make a blind faith? ایک بہت ضروری

بات جس کو ہم مسلمانوں کو سمجھنا ہے کہ ہم ایک عجیب وغریب مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُستاد تو بہت آئے پیغمبر آئے سلسلۂ رُشد و ہدایت جاری رہا۔ زندگی انہی اساتذہ کی مرہونِ منت ہے۔ اُن کی محبتوں نے اُن کے اخلاق نے ہمیں پہلے اخلاقی اسباق عطا فرمائے۔

مت بھولیے جمہوریتیں بڑی آئیں، پہلے گریکس کی آئیں سپارٹینز کی آئیں۔ بہت بڑی جمہوریت گریکس کی پینتیس سال چلی۔ وجۂ زوال اگر پوچھو تو پیور لی اخلاقی گراوٹ۔ سپارٹا کی حکومت اٹھارہ سال چلی اگر وجۂ زوال پوچھو تو اخلاقی ابتری۔ آج تک کسی انسانی سوسائٹی نے انسانوں کو اخلاقی سبق نہیں دیا۔ بلکہ ہماری بے حد وحساب کوشش یہ رہی کہ ہم خدا کے اخلاقی قوانین سے کسی نہ کسی طریقے سے نجات پالیں۔ مجھے ایک بات آپ ذرا غور کر کے بتایئے اتنی high progressive tone میں جہاں آپ بات کر رہے ہوتے ہیں کسی مورل اُصول میں بھی فرق پڑا؟ کیا سپارٹا اور ایتھینز کے گناہ آج رائج نہیں ہیں؟ کیا عاد وثمود کی ذلتیں آج جاری نہیں ہیں؟ آج تو بلکہ بہت معزز ہو چکی ہیں، بہت اخلاق یافتہ ہو چکے ہیں وہ کام۔ اگر ہم خدا پہ یقین رکھتے اور اگر ہمیں ذاتِ اعتبارِ پروردگارِ عالم ہوتا تو کیا ہم اُس کو سچا نہ مانتے؟ پچھلی قومیں کیوں تباہ ہوئیں؟ کیا وہ افسانے ہیں؟ کیا وہ اساطیر الاولین ہیں قصے کہانیاں ہیں جو ایک کتاب میں جمع کر دی گئیں؟ کہیں تالمود میں جمع کر دیں، کہیں عہد نامہ عتیق اور کہیں عہد نامہ جدید میں جمع کر دیں، کہیں قرآن میں جمع کر دیں۔ بنتا تو خیال ایسا ہی ہے۔ میں بھی چاہتا ہوں کوئی افسانے ہوتے اور خدا پہ اعتبار نہ کرنا پڑتا۔ کوئی بات ہوئی، ہر جگہ روک دیتا ہے۔ میں کہتا ہوں میں یہ چاہتا ہوں۔ کہتا ہے نہیں۔ میں کہتا ہوں میں یہ کھانا چاہتا ہوں؟ کہتا ہے نہیں حرام ہے۔ میں یہ حرکت کرنا چاہتا ہوں۔ کہتا ہے نہیں تم نہیں کر سکتے ہو اگر تم میرے بندے ہو۔ مجھے بڑی سختی سے فیصلہ کرنا پڑے گا میں اُس کا بندہ ہوں بھی کہ نہیں۔ مجھے یہ بنیادی فیصلہ کرنا ہے کہ میں اللہ کو اپنا مالک مانتا ہوں کہ نہیں۔

انسان میں بہت بڑی انانیت آ گئی، بہت بڑی۔ انسان چاہتا ہی نہیں ہے کہ میں کسی کی مخلوق بنوں۔ اگر آپ مغرب کے باشعور لوگوں کو دیکھو تو اتنی ego centricity میں نے نہیں دیکھی I don`t want to be created by someone میری شخصیت گھٹ جاتی ہے۔ میرا اندازِ زندگی محدود ہو جاتا ہے۔ I feel sick ایک سترہ سال کی لڑکی کہتی ہے

what God has to do with my personal things? کہتی ہے آخر اُس کو ضرورت کیا پڑی ہے ہمارے معاملات میں دخل دینے کی؟ میں اُسے کیوں مانوں؟ اقبال نے کہا تھا، بڑی دیر ہو گئی' مسافرت میں کہ"

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں؟
کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

!Perhaps اگر آپ سچ پوچھو تو اب اللہ ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں، میں تو قرآن کی بات کر رہا ہوں۔ "کب کوئی بھولا بھٹکا درستگی کی راہ پر چلتا ہوا ہمارے قریب آ جائے اور ہم اسے آگے بڑھ کے گلے لگا ئیں۔ محبتوں کے افسانے طے ہوں۔ میں اپنے بندوں کو عزت اور محبت سے بلاؤں اور میں اُنہیں کہہ دوں کہ میں تمہاری زندگی ہوں میں تمہاری روح ہوں میں تمہارا ہاتھ ہوں، کچھ تو میرے لیے کر دو' فرمایا" يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یس:30} اے لوگو مجھے بہت حسرت ہے۔ بھلا اللہ کو حسرت ہوتی ہے؟ اگر ہوتی ہے تو کاہے کی؟ مسافر گھر سے نکال دیا ہے، امام ضامن باندھ کے بھیجا ہے؟ یہ نہیں ہے کہ کوئی رسم ورواج پورے نہیں کیے۔ وہ کیا چیز ہے؟ جب اس کے گھر کو پلٹتے ہو تو کچھ رونقیں وہ دکھا ہی دیتا ہے۔ محمد ﷺ پلٹے تھے ناں، محمد ﷺ آئے تھے ناں اپنے پروردگار کے گھر۔ ان کو کیا کچھ نہیں دکھایا؟ اے میرے بندے یہ جنت ہے۔ اور اِدھر میرے کچھ نافرمان بندوں کے لیے آگ کے شعلوں کا سمندر ہے۔ وہ تمہارے لیے نہیں۔ کسی مسلمان کے لیے نہیں ہے۔ حضرتِ ابوذر غفاریؓ نے سُنا، حضرتِ معاذ بن جبل نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا' اور کوئی ایسا صحابی نہیں تھا جس تک یہ روایت نہیں پہنچی کہ جس نے دل سے صرف ایک مرتبہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا اُس پہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی۔ کوئی criteria نہیں ہے۔

خواتین وحضرات! افسانہ تو بہت دور کا ہے، بہت پیچھے سے بات چلتی ہے۔ جب انسان کو عقل دینی تھی تو انسان کو سب سے پہلا میسج جو دیا وہ تکبراتِ ذات کے خلاف دیا۔ آگے چل کے شیطان نے اِسی خفت کی وجہ سے ذلت وگمراہی پائی تھی۔ اللہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ انسان بھی ایسی ہی غلطی کرے۔ تو اُس کو سمجھایا، سائنٹیفک طرز سے۔ اُس زبان میں سمجھایا جو شاید پچیسویں اور تیسویں صدی تک وہی لینگوئج چلے۔ فرمایا" هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ

الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا " {الدھر :01} اے حضرت انسان کیا تمہیں پتا ہے کہ بلاشبہ تم زمانے میں بہت عرصہ ایسے رہے کہ کوئی قابلِ ذکر شے ہی نہ تھے۔ کیا آپ کو اِس سائنسی حقیقت کا پتا ہے؟ آپ کا کبھی پڑھنے پہ دل آئے تو اِن ہسٹاریکل مومنٹس کو دیکھئے گا جو وِل ڈورانے نقل کیے، صدی بہ صدی جو بڑے بڑے سائنسدانوں نے اوریجن آف ہیومن پہ سپیشیز پہ، لکھے کہ پہلا انسان تھا کیا؟ اس نے امکان کہاں سے ڈویلپ کیا؟ ایک سنگولر سیل سے۔ وِل ڈوراں کہتا ہے انسان اُس وقت تھا ہی کوئی نہیں جرثومۂ حیات بھی کوئی نہیں تھا۔ کسی بد بودار کائی سے لٹکا ہوا چپکا ہوا ایک چھوٹا سا ذرۂ حیات۔ یہ انسان کا آغاز تھا۔ اب بھی موجود ہے۔ امیبا موجود ہے، پیرامیشیا موجود ہے۔ وہ سنگل سیل اب بھی نسلِ انسان میں صبح و شام موجود ہے۔ کبھی dysentery کی شکل میں کبھی کسی اور عذاب کی شکل میں آجاتا ہے۔ مگر جس سنگولر سیل کی خدا مثال دیتا ہے آج بھی نسلِ انسان اُسے اپنے معدوں میں محفوظ کیے ہوئے ہے۔ پھر کہتا ہے "إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ " {الدھر ":02} پھر میں نے فیصلہ کیا کہ نیوکلیس کا ٹوٹنا اُسی سے ماں باپ کا پیدا ہونا کچھ مناسب نہیں لگتا۔ اب اِن کو ماں باپ سے الگ کیا، ہم نے اِس کا نطفہ مخلوط کر دیا۔ ہم نے چاہا باقی کائنات کو باقی مخلوقات کو آگے بڑھا رہے ہیں چلو اِس کو بھی آگے بڑھاتے ہیں "نَّبْتَلِيهِ" ہم نے نطفہ انسان کو آگے بڑھانا شروع کیا۔ پھر اللہ میاں نے کیا کیا؟ "فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا "{الدھر :02} ہم نے اِس کو سماعت اور بصارت کے سسٹم دیے۔

ایک سوال ہم سب کو تنگ کرتا ہے۔ اگر ہم نہ جانتے ہوں تو ہمیں دنیا نے عذاب میں ڈالا ہوتا، تحقیق کے فلسفیوں نے رسل نے۔ کسی نے رسل سے 1947ء میں پوچھا Have you read the Quran? تو اُس کا جواب بڑا مزے کا تھا Why should I? all gospil truth is alike. اکیسویں صدی کے سب سے بڑے فلاسفر کا یہ جواب تھا۔ میں نے ویسے اپنی اکیڈیمک لائف میں اتنا stupid answer نہیں دیکھا۔ اگر آپ نے وہ بھی پڑھی ہو اور یہ بھی پڑھی ہو is it like this? سائنس دانوں سے کبھی عقل کی بات نہیں نکلتی۔ ہاں اپنے کام کے ماہر ہوتے ہیں، بہت بڑے ماہر اور اُن کے دلائل ماننے پڑتے ہیں۔ اُن کی تحقیق ماننی پڑتی ہے۔

ہمیں یہ خدا نے حکم دیا کہ انفس و آفاق دونوں آیات کو ہم نے پڑھنا ہے۔ مگر یہ کیا تک ہوئی کہ (پڑھے بغیر آپ ججمنٹ دے دو)۔ کسی بہت بڑے دانش ور سے آپ پوچھو کہ بھئی آپ نے قرآن پڑھا ہے؟ یہ سب سے authentic کتاب ہے۔ فرض کرو میں اللہ سے پوچھتا ہوں اللہ میاں آج ہم تمہاری بائبل کوٹ کر سکتے ہیں؟ کہتا ہے نہیں میری کتاب ہے لیکن میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا' میری اِس پہ sanction موجود نہیں ہے۔ بھئی کیوں نہیں sanction موجود؟ کہتا ہے بہت تحریف ہوگئی ہے۔ اِس میں قومِ یہود نے بہت mixing کردی ہے۔ میں نہیں اِس کو اب پوچھتا I don't guarantee the verses of Bible. اب پوچھو بھئی آپ قرآن کو کیوں مانتے ہو ہر جگہ قرآن قرآن کیوں ہوتا ہے؟ اِس کی کیا تصدیق ہے؟ اُس نے فرمایا "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ{" الحجر: 9} ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور قیامت تک اِس کے ہر حرف کی ہر لفظ کی حفاظت کریں گے۔ اِس کا مطلب کیا ہوا؟ لوگ کہتے ہیں بہت سارے pragmatic philosopher بہت سارے skeptic بہت سارے Logical positivists کہتے ہیں' تمام دنیا کی (non belivers) فلاسفی کی شاخیں جمع کرو ناں، وہ ایک بات ضرور کہتے ہیں there is no sense data of God. دونوں فلسفیوں کی عجیب منطق ہے، لیڈن سے بھی کسی نے پوچھا Have you read the Quran? اس نے کہا نہیں۔ بھئی کیا مذاق ہے' تم لوگوں نے کتاب پڑھی ہی نہیں ہے تو تم کِس برتے پہ جا کے انکار کی داستانیں سمیٹتے پھرتے ہو؟ بھئی اگر کوئی پڑھ لے غور کر لے سوچ لے اُس کے بعد تھیسز لکھے اور کہے کہ یہ غلط وہ غلط تو ہم بھی مان لیتے۔ ہمارا بھی شوق ہے خدا سے جان چھوٹے۔ کوشش کر کے دیکھ لیں۔ میں نے بھی کی تھی۔ پچاس سال ہو گئے لیکن نہیں ہو سکا but I always count mankind very brilliant ایک پیچھے رہ گیا دوسرا شاید زیادہ ذہین نکل آئے۔ سارے کا سارا استعارِ ظن سارے کی ساری ذہنی پیچیدگی اِس عنوان میں ہے کہ خدا کا ڈیٹا کوئی نہیں ہے۔ اب دیکھیں رسل کیا کہتا ہے کہ I can quote my self agnostic because I have not reached any final conclusive argument about the existence of God. ٹھیک ہے مگر آگے جا کے کہتا ہے if I have to teach people about

religion I will tell them I am an atheist. یہ کیا تک ہوئی بھئی؟ ایک طرف میں اپنی تلاش کی کمی کا اعلان کرتا ہوں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں نے بڑی کوشش کی ہے مگر میں خدا کے وجود پہ کوئی حتمی دلیل نہیں لا سکا۔ جب میں اُن تک جاؤں گا تو میں سارے لوگوں سے کہوں گا کہ I am an atheist میں نہیں مانتا خدا کو۔

بعض اوقات بڑی فنی سی سٹیٹ منٹس ہوتی ہیں۔ کتنا اعتبار ہے ہمیں آئن سٹائن پہ، ہم تو بہت محبت کرتے ہیں۔ بڑے اصول اس نے دیے۔ کائنات بدل دی۔ میں نے ایک دفعہ ٹائم میگزین دیکھا تو اس کے ہیڈ پہ ٹائٹل یہ لگا ہوا تھا کہ "the expanding universe of Einstine" میں نے سوچا کمال ہے نہ بنائی اس نے، نہ اس کا پتھر رکھا، نہ اس نے بنیاد اٹھائی، کچھ بھی تو نہیں کیا۔ اور جناب "the expanding universe of Einstine" میں نے ایک دن قرآن پڑھا اُس میں لکھا تھا " وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ " {الذاریات: 47} اِس ساری کائنات کو میں نے اپنی دستِ قدرت سے بنایا اور ہم نے صرف بنایا ہی نہیں ہے، ابھی بنانا ختم نہیں کیا، ہم تو اِسے وسیع تر کر رہے ہیں۔ I came remember I read that statement کہ the expanding universe of Einstine بہت مدتوں کے بعد سینچریز کے بعد ایک فرزندِ آدم کو پتا لگا کہ ابھی یونیورس پھیل رہی ہے۔ بنانے والے کی قدر ہی کوئی نہیں، فرسٹ انفارمیشن دینے والے کو کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔ اللہ کا نام ہی کوئی نہیں بیچ میں۔

ایک بات تو بتاؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس زمانے میں پیدا ہوئے؟ محبت تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ جب وہ پیدا ہوئے کیا تھا زمانہ؟ کوئی لیبارٹریاں تھیں؟ کوئی یونیورسٹیاں تھیں؟ اس وقت زمانے کے بڑے بڑے دانشوروں کے کلام تھے؟ nutshell میں ایک ہسٹورین نے کہا the only history of Arabs was all Arabs. were against all Arabs. بس مختصراً یہ تھا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی زندگی دیکھی جائے، اُس زمانے کا عرب ملک دیکھا جائے، معاشرہ دیکھا جائے میرا خیال یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بھی اُن کی خاصیتیں نہیں بتا سکتے۔ اتنا گیا گزرا تھا، ہر قسم کی حرکتوں کے وہ مالک تھے۔ ہبل کہاں سے چلا، گریس میں آیا، کریٹ میں گیا، بالآخر اپولو چلتا چلتا ہبل کی شکل میں مکہ مکرمہ میں

آیا۔ اِن بُتوں نے بھی نسلِ انسان کو بہکانے کے لیے بڑے لمبے سفر طے کیے۔

مجھے یاد آتا ہے Sumerian civilization تھی' دو دریاؤں کے بیچ میں۔ بڑی خوبصورت تہذیب تھی اگر آج بھی آپ اس کے پرانے آثار دیکھیں۔ آپ اُٹھ کے دیکھ لیں کہ دو دریاؤں کا میٹھا پانی، کیا خوبصورت فصلیں ہوں گی۔ اُن لوگوں کے علم کو دیکھو، زبان کے بانیوں میں سے ہیں، آپ کے وہ آباؤ اجداد ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آپ کے لیے زبان تخلیق کی۔ پہلی چکی انہوں نے بنائی۔ وہ بنی آدم کے سردار ہیں مگر، عقل والے ہیں دانش مند ہیں۔ پھر ایک عجیب سی بات ہوئی، فصلیں برباد ہو گئیں، موسم بگڑ گیا، پانی سراب بن گیا۔ کچھ بھی نہیں رہا۔ ایک سوال پیدا ہوتا ہے ?why پتا لگا پہلے وہ مونوتھیسٹ تھے' خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے، اور آخر میں کیا ہوا؟ Ereshkigal وہاں تھا، Anu وہاں تھا، ہبل وہاں تھا، بتوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ بھئی اِدھر ہمارا پڑوسی ملک ہے۔ every third Hindu has a god. اور اگر ٹوٹل آبادی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو تینتیس کروڑ بت ہیں اُس میں

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

مگر ایک آخری purpose' اللہ نے زندگی کا ابدیت کا ازلیت کا قانون بنایا اور اِس اولیت اور ازلیت پہ صرف ایک چیز حاوی ہے اور وہ ہے عقلِ انسان۔ اور پوری عقلِ انسان کا صرف ایک مقصد بتایا جو کہ مینٹل انتھروپالوجی کو رول کرتا ہے، تمام مقاصدِ زندگی کو یہ چار آیات رُول کرتی ہیں آغاز سے لے کر انجام تک: "هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا)(1 إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ)(2 نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا)"(3 اور آخر میں "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِراً وَإِمَّا كَفُوراً" {الدھر :03}

تمہاری تمام زندی کا مقصد صرف ایک ہے کہ چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کر دو۔ جس کا آپ انکار کرتے ہو وہ اتنا مزا دیتا ہے ہمیں، پوری زندگی دیتا ہے اتنی فراغتیں دیتا ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں جس کا انکار کرو داعش کی طرح نسلیں اُجاڑ دیتا ہے۔ پاکستان میں ایک مکتبِ فکر کا انکار کیا تو پچھلے پندرہ سال سے ہم قتل و غارت میں پڑے ہوئے ہیں۔ آخر خدا کیوں نہیں ہمیں فنا کر دیتا جو ہم اُس کی ناشکر گزاری کرتے ہیں۔ ایک اصول کہ جب مسلمان تنگ ہوئے' اہلِ کفر کی عمارات

بڑی تھیں ۔اُن کے بازار سجے ہوئے تھے ۔رونق پذیر تھے ۔مال واسباب اُن کے پاس تھے ۔ سردارانِ قریش بازاروں میں جب چلتے تھے تو لباس کی لمبی لمبی ٹرینز پیچھے چلتی تھی ۔جن کو بے شمار غلام اُٹھائے پھرتے تھے ۔ابو جہل بھی اسی طرح چلتا تھا ۔اور جنابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازو کے کپڑے بھی اتنے تنگ تھے کہ بازوؤں پہ چڑھائے نہیں جاتے تھے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مال واسباب کی یہ حالت تھی ۔ایک دفعہ معاذ بن جبلؓ نماز پڑھا رہے تھے تو پاس سے گزرتی ایک خاتون نے کہا اے مسلمانو! اپنے امام کا ستر تو ڈھانپو ۔اس وقت حضرت معاذؓ بارہ سال کے کمسن لڑکے تھے ۔اور اتنی غربت کا عالم تھا اور اتنا لباس کم تھا کہ پاس سے گزرتی ہوئی ایک خاتون نے کہا کہ اپنے امام کا ستر تو ڈھانپ کے اُس سے امامت کرواؤ ۔

اُس ماحول میں یا اُس پس منظر میں مسلمان جلتے نہ؟ یا اللہ ہم تو تجھے یاد کر رہے ہیں ،تیری پرستش کرتے ہیں ،صبح وشام الحمد للہ رب العالمین ہو رہی ہے ۔یہ تُو ہمارے ساتھ کیا کیے جا رہا ہے؟ ہم افلاس زدہ ہیں ۔ہمیں روزوں پہ لگا دیا ہے اُن کو افطار پہ رکھا ہوا ہے ۔تو خدا نے کہا دیکھو اگر ایک مصلحت حائل نہ ہوتی تو میں اہلِ کفر کے در ودیوار چاندی بلکہ سونے کے کر دیتا ۔وہ مصلحت کیا ہے؟ کسی نے مسلمان ہی نہیں رہنا تھا' سیدھی سی بات ہے ۔مصلحت یہی تھی کہ ہم دوسروں کی ترقی وتمدن سے (کہیں دل گرفتہ نہ ہو جائیں)۔پچھلی دہائیوں میں جب کبھی ہم کسی سے بحث کرتے تھے تو وہ کہتے تھے سُنو اگر اللہ کو وہ قوم عزیز نہ ہوتی تو ان کے مال ودولت کیوں زیادہ کرتا اور اگر تم مسلمان ہی بہتر ہوتے تو تمہیں کیوں نہ وہ مال ودولت دے دیتا ۔یہ آرگومنٹ ہوتی تھی ۔اور اللہ کہتا ہے اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو میں اِن کے در ودیوار چاندی کے بلکہ سونے کے کر دیتا ۔کچھ نہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہوگی ۔تب تو اللہ تعالیٰ نے (مصلحت ملحوظِ خاطر رکھی)۔ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موتہ سے گزر رہے تھے تو رستے میں ایک گلی سڑی بکری بہت بدتر حال میں نظر آئی ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ ربِ کعبہ کی قسم ہے اللہ کے نزدیک اِس دنیا کی قیمت اِس بکری جتنی بھی نہیں ہے (مفہوم)۔یعنی اتنی حقیر چیز کو وہ کیسے ویلیو دیں؟ کیسے تمہیں پکڑا دیں؟ تو اِس کے عوض اُس نے بہت بڑی چیز دے دی ۔it`s very important پروردگارِ عالم نے فرمایا: " إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ " {الاحزاب:72} ہم نے انسان کو دولتِ عقل و

شعور بخشا، امانت دی۔ یہ کسی کی دی ہوئی عقل ہے۔ انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عقل کے لیے لفظ ''امانت'' استعمال کیا۔ اُس نے یہ نہیں کہا یہ تمہاری ملکیت ہے۔ یہ وہ انسٹرومنٹ ہے جس کے ذریعے تم نے وہ ٹاسک حل کرنا ہے جو پہلے کہہ بیٹھا ہے: "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا "{الدھر: 03} اگر تم نے دنیا اور دین کا مقصد جاننا ہے' اس کی purposefulness دیکھنی ہے' واپسی کرنی ہے' میری طرف آنا ہے' تو میں نے بھی تمہاری امانت سنبھالی ہوئی ہے کوئی' تم بھی میری امانت سنبھال کے جاؤ۔ وہ امانت کیا ہے جو اُس نے سنبھالی ہوئی ہے؟ وہ ہے آپ کی اپنی ملکیت' وہ جنت ہے۔ زمین پہ جنت نہیں ملے گی نہ زمین جنت بن سکتی ہے۔ یہ زمین قید خانہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''الدنیا سجن المومن'' اِس میں آرام نہ ڈھونڈو۔ یہ آرام کے لیے نہیں ہے۔ آپ کی آسانی اور کشادگی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ آپ کا قید خانہ ہے۔ یہاں کچھ تکلیف ہوگی، یہاں کچھ پرابلمز ہوں گے، کچھ کمی اور بیشی کے مراحل سے تم گزرو گے۔ مگر اگر تم ثابت قدم گزر جاؤ تو آپ کی امانت آپ کو لوٹا دی جائے گی۔

اصل میں اللہ کے تین خاص نام ہیں۔ ان ناموں میں ایک ''مرید''، دوسرا ''قدیر'' تیسرا ''متکلم'' ہے۔ ارادہ کرنے والا۔ قدرت رکھنے والا۔ اور کلام کرنے والا: "وَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ "{البقرہ: 117} کہ جب ہم کسی کام کو پورا کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو پھر کہتے ہیں ''کُن فیکون'' ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ہوا یہ کہ جب ہمیں جنت سے رخصت ہوئی تو ہمارے بیگ سے یہ انسٹرومنٹ نکال لیا گیا۔ مسافرت میں اور چیزیں دی گئیں لیکن یہ نہیں دی گئی۔ یہ قدرت والی چیز نکال لی۔ ارادہ کرو گے سوچو گے بہت، بڑے بڑے پروگرام بناؤ گے، تم مرید ہو۔ تم متکلم بھی ہو۔ بڑی بڑی باتیں کرو گے، بڑے بڑے افسانے تراشو گے مگر قدرت اُس نے چھین لی۔ یاد ہے اُس نے جنت کے بارے میں کیا کہہ رکھا ہے کہ "عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ "{آلِ عمران: 133} اِس کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی لمبائی سے بھی بڑی ہے۔ پہلے ساری دنیا کے سائنسدان ابدالآباد تک اس کی چوڑائی ماپ لیں پھر اس جیسی سات اور کائناتیں اکٹھی کرنی پڑیں گی۔ پھر جا کے ان سب کی جو لمبائی ہے وہ جنت کی چوڑائی کے برابر بنتی ہے۔ میرا خیال ہے اس کے بعد جنت کا کانسپٹ ہی بدل جاتا

ہے۔میں نے سوچا اتنی بڑی جنت ہم نے کیا کرنی ہے؟ ہمیں اللہ سے کوئی اور بارگین کرنا چاہیے، کوئی ایزی سا۔پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے پاس جو چھوٹی سی گلیکسی ہے، بہت چھوٹی سی۔ ویسے تو اس سے جنت ہزاروں لاکھوں گنا بڑی ہے۔حالانکہ انڈرومیڈا گلیکسی میں ایک کھرب ستارے ہیں۔میں نے سوچا سارے اچھے لوگ مل ملا کے اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست پیش کر سکتے ہیں کہ جنت نہ سہی اُدھر سے ہی سات سات ستارے دے دیں۔اتنی بڑی جنت نہ سہی ہم نے کون سا حرص کرنی ہے، ہم بھی تو مسافرت کر کے پہنچیں گے۔مگر ہمیں ایک اہلیت دے دے۔علامہ اقبالؒ نے کہا

گفتند جہانِ ما آیا با تو می سازد

جب اقبالؒ گئے ناں حضورِ خداوند تو پوچھا تمہیں میرا جہاں اچھا لگا؟

گفتم نمی سازد گفتند کہ برہم زن

کہا اللہ میاں، کچھ زیادہ اچھا نہیں تھا۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو فکر کیوں کرتا ہے؟ اس کو تباہ کر کے اپنی مرضی کا بنا لے۔کوئی طاقت چاہیے۔کوئی اختیار چاہیے۔اب question یہ ہے کہ کہاں سے وہ طاقت لائیں؟ کچھ لوگ ہوئے جنہوں نے اللہ کی بڑی بڑی آیات پرکھیں ان کو رُول کیا ملا؟ انہوں نے اس امانت کے تصرف میں کیا کیا؟

میں نے دیکھا کہ اللہ کو حضرت ابراہیمؑ سے بہت پیار تھا، بہت۔ہمیں بھی ہے۔اس لیے کہ ہمارا نام سیدنا ابراہیمؑ نے رکھا ہے۔ہمارا نام نہ سُنی رکھا گیا نہ بریلوی رکھا گیا نہ یہ نہ وہ۔ہمارا نام ہمارے باپ ابراہیمؑ نے رکھا "مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ" تم ملتِ ابراہیمؑ ہو۔ہم سب سیدنا ابراہیمؑ کی ملت ہیں۔ why you are confused about my sense of priorities? why do you particularly fix on a top priority? I am saying this is inherented from my father Ibrahim. مجھے لگتا ہے کہ ہم سب اس کے بیٹے ہیں۔خواہ ہمارا اُس سے کوئی بائیولوجیکل ریفرنس نہ ہو، کچھ بھی نہ ہو لیکن سوچ اُس کی ہے۔اللہ نسلی چیزوں پہ نہیں جاتا ہاں اگر تم ایک جیسا سوچتے ہو ایک جیسا behave کرتے ہو، ایک جیسا اخلاص رکھتے ہو، ایک جیسی محبت رکھتے ہو تو تم سب ایک ہو۔ہم سب حضرت ابراہیمؑ سے محبت اور اخلاص رکھتے ہیں۔اُدھر حضرتِ نوحؑ کا بیٹا کنعان

پہاڑ کی چوٹی پہ چڑھ گیا۔ بیٹے نے کہا آج میں ایک پہاڑ پہ چڑھ کے اللہ کے عذاب سے بچ جاؤں گا۔ تو انہوں نے کہا بیٹے یہ مت سوچ آج اس کے عذاب سے زمین پہ کوئی نہیں بچ سکتا۔ اگر عقل ہوتی تو صحیح سوچتا' سنتِ نوحؑ پہ ہوتا۔ بیٹا باپ کی سنت پہ ہی نہیں تھا۔ تو جب سیدنا ابراہیمؑ کو اللہ نے کہا کہ میں نے انہیں بہت سارے تجربات سے' بہت بڑی آزمائشوں سے گزار دیا۔Ibrahim stood firm in his trial "قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً " {البقرہ:124} سیدنا ابراہیمؑ کو ایک بندے کا نہیں پوری نسلِ انسان کا امام مقرر کر دیا۔ آخر باپ تھا' بڑی محبت تھی اولاد سے فوراً بولے: "قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي" اے اللہ میری اولاد کا کیا ہوگا؟ میرے آنے والوں کا کیا ہوگا؟ "قَالَ لاَ يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ " {البقرة:124} کہ اے ابراہیمؑ جو تیرے طریقے پہ چلے گا، جو تیرے خیال کے مطابق زندگی گزارے گا، تیری محبتوں کے نشانات پہ اپنے پاؤں رکھے گا اس کا بھی ہم وہی رتبہ رکھیں گے جو تیرا ہے مگر ظالموں سے عہد نہیں باندھیں گے۔ اتنی محبت' حیرت ہوتی ہے۔ پھر بھی آپ کہتے ہو کہ اللہ ہماری سنتا بھی ہے کہ نہیں۔ ہزار بخشش کے وعدے پھر بھی رونا پیٹنا اور ناامیدی۔ ہمارے گلٹ ہمیں نہیں چھوڑتے۔ بھئی غلطی ہوگئی' تم نے اُس کے سامنے غلطی کی جس نے کہہ دیا: میں جانتا ہوں تم نے بڑے بڑے گناہ کیے۔ اب اِس سے زیادہ کیا کہے؟ ڈیٹیل دے دے، لکھ کے بتا دے، لسٹ دے دے Obviously He knows, He knows it. آپ کی capacity آپ کی برداشت جانتا ہے۔ اُس کو پتا ہے آپ غلطیاں کرو گے، بڑے بڑے گناہ کرو گے مگر سب سے بڑا گناہ تو نہ کرو "لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ" دیکھو آیتِ کریمہ عجیب وغریب ہے' یہاں گناہ کا جوڑ رحمت سے پڑ گیا ہے۔ اللہ بڑی غیرت کھاتا ہے اس بات سے کہ کوئی شخص یہ کہے میرا گناہ تیری رحمت سے زیادہ ہے۔ تمہارا گناہ تو ذاتی ہے پرسنل ہے چھوٹا ہے ٹمپورل ہے۔ اتنا سا تو ہے کیا اُس کی رحمت بھی اتنی سی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری لیے رحمت کی دعا کریں۔ تو فرمایا اچھا کی۔ پھر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مجھے ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب کیا کہ بھئی اپنے بھائی کے لیے کیوں نہیں مانگ لیتا؟ اپنے گھر کے لیے کیوں نہیں مانگ لیتا؟ اپنے بچوں کے لیے کیوں نہیں مانگ لیتا؟ وہ شخص رحمت لے کے بیٹھ گیا کہ صرف مجھے ملے اور کسی کو نہ ملے۔ اللہ کو تو آپ ٹیلی نہیں کر سکتے فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

جَمِيۡعًا اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ "{الزمر :53} دیکھو یار اتنی کلیئر سٹیٹمنٹ قرآن میں بہت کم ہے۔کس کو سناؤں اور اُس سے پوچھوں پھر بھی تُو خدا پہ شک کرتا ہے۔فرمایا: بے شک' بلا شبہ تیرا ربِ کریم ہر گناہ معاف کرتا ہے ،چھوٹا یا بڑا اُس کو کچھ پرواہ نہیں۔ بلا شبہ He assesses His claim کہ میں تمہارا ہر گناہ معاف کرتا ہوں ۔کیوں کرتا ہوں؟ فرمایا: تم سمجھتے ہی نہیں ہو' میری مغفرت اتنی چھوٹی ہوگی کہ دو گھروں میں بانٹ کے میں غریب ہو جاؤں گا؟ میری رحمت اتنی کم ہوگی؟ سختی تو تمہارے مزاج میں ہے۔ جہالت تو تمارے اندر ہے۔ کنجوس تو تم ہو۔اتنی سی رحمت ملے اُسے گھر میں چھپا کے بیٹھ جاتے ہو۔کرم تمہاے دل سے غائب ہے۔ رحم تمہارے دل سے غائب ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے نرمی جس چیز سے نکل جائے وہ بدصورت ہو جاتی ہے،نرمی جس چیز میں داخل ہو جائے وہ خوبصورت ہو جاتی ہے۔

حضور کا ایک بڑا ہی کریمانہ سا جملہ ہے۔غور سے دیکھو تو اس حکمتِ عالیہ کی آپ کو سمجھ آتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا شراب نوش بت پرست ہے۔عقل کی کتنی اہمیت ہے؟ جس کو ہوش نہیں ناں' اُس کو خدا نہیں مل سکتا۔"اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ" {الانفال :22} بدترین جانور' اللہ کے نزدیک' جانور، انسان نہیں کہا He has not differentiated them as human being, He simply said they are animals. کون؟ جو غور نہیں کرتے' فکر نہیں کرتے' سوچتے نہیں ہیں۔ان کی صلاحیتِ فکر مفقود ہے۔جس نے سوچا نہیں جس نے سمجھا نہیں اس کو عقل ہی نہیں ہے۔وہ درجۂ انسان تک ترقی نہیں پاتا: "وَكَذٰلِكَ نُرِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِيَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِيۡنَ" {الانعام :75} پھر ہم نے ابراہیمؑ کو آسمانوں کی اور زمینوں کی تمام ملکیت کے مراحل دِکھائے تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔مگر کس لیے؟ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو کیوں اتنی عزت دی؟ کیا صفت تھی جنابِ ابراہیمؑ میں؟ وہ جو اللہ نے امانت دی تھی' اس نے بڑی سنبھال کے رکھی۔ I can only say in the entire past ages the best utilization of this mind intelligence and intellectual capacity was only exhibit by Ibrahim. ابراہیمؑ کے علاوہ اُس پورے دور میں ہمیں عقل و معرفت و شعور کی وہ exploitation نظر نہیں آئی جو

حضرتِ ابراہیمؑ نے دی۔ پراسس کیا تھا؟ پراسس وہی تھا جو آج کل ہارورڈ کا سکالر گھر بیٹھے کر رہا ہے۔ یہ پراسس inductive and deductive logic تھا۔ حقیقت تک پہنچنے کے یہ دو ہی طریقے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ ان کو fully exploit کر رہے تھے۔ ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ میں پہلے سے ایک دلیل قائم کر لیتا ہوں اور پھر کائنات کی تمام چیزوں کو اُس تناظر میں دیکھتا جاتا ہوں۔ حضرتِ ابراہیمؑ نے دوسرا طریقہ استعمال کیا۔ انہوں نے ایک preposition بنائی۔ یہ preposition سادہ تھی جو سیدنا ابراہیمؑ نے بنائی کہ اگر کوئی خدا ہے تو وہ زوال پذیر نہیں ہو سکتا۔ سو جب چاند چڑھا تو فرمایا ''ھذا ربی'' یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا۔ جب حصولِ تعلیم سے گزر رہے ہوں تو پریکٹیکلی کسی قسم کا بھی کفر نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا یہ میرا خدا ہے۔ چمکتا ہے۔ پوری دنیا کو روشنی دیتا ہے۔ لیکن جب چاند ڈوب گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ میں تو زوال پذیر کو خدا نہیں سمجھتا۔ پھر جب سورج چڑھا' فرمایا یہ تو بہت روشن ہے۔ یہ تو بہت بڑا ہے۔ یہ ضرور رزاقِ عالم ہے۔ یہ خدا ہے۔ پھر چیک کیا کچھ عرصہ گزرا ابھی کمال ہے ایک چھوٹے سے بادل کا سایہ بھی اِسے اوجھل کر دیتا ہے۔ یہ بھی ڈوب جاتا ہے۔ فائنلی انہوں نے سوچا کہ کوئی ڈوبنے والی شے خدا نہیں ہو سکتی۔ اِس deduation سے وہ اپنے خدائے واحد کے نظریے تک پہنچے۔ یہ philosophical ہے۔ یہ pure reasoning ہے۔ یہ منطقی طریقہ کار ہے۔ اندھا دھند نہیں ہے۔ وہ عقل سے سوچ کے اس نتیجے پہ پہنچے۔ جب انہوں نے ڈھونڈ لیا کہ خدا لازوال ہے، وہ زوال پذیر نہیں ہے تو پھر ایک دن کہنے لگے: ''وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ'' اے اللہ تو مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے؟ اب دیکھو اللہ میاں کو کتنا تعصب ہے عقل کے ساتھ کہ جب اُس کو پیدا کیا تو بڑی بانکی سی تھی' بہت خوبصورت سی۔ بہت خوش ہوا کہا چل کے دکھا۔ اس کے نرت دیکھے پرت دیکھے' بہت مسحور کن۔ اللہ تعالیٰ نے عقل کو مخاطب کر کے کہا کہ ''کیا حسین شے میں نے تخلیق کی ہے''۔ پھر اُس سے ایک وعدہ کیا، فرمایا ''دیکھ، جو لے گا تیرے ذریعے لے گا، جو ضائع کرے گا تیرے ذریعے کرے گا۔ تو ہی ممتحن بنے گی۔ تو ہی فیصلہ کرے گی کہ میں نے کس کو کیا دینا ہے''۔ یہ وہ خوبصورت شے ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے حاصل کر لی جب عقل کو استعمال کیا۔ مگر عقل خالی تجربات کا نام تو نہیں ہے۔ عقل سے وہ نتیجہ بھی تو نکلے جو اللہ کو منظور ہے۔ ایک صحت مند عقل غرور کو نہیں لے جاتی،

انانیت کو بھی نہیں لے جاتی، complexity of self کو نہیں لے جاتی۔ کلیئرٹی کے مقاصد کو جاتی ہے۔ اُلجھنیں دور کرتی ہے۔ ایک دفعہ رستے میں تھا تو ہائی کورٹ کے ایک جج صاحب کا فون آیا۔ انہوں نے کہا پروفیسر صاحب شکریہ۔ میں نے کہا میں نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ نے شکریہ ادا کیا۔ کہنے لگے جی میرے ذہن میں کچھ مسائل تھے تو رستے میں آپ کی ''پسِ حجاب'' پڑھتا چلا آیا تو میں کلیئر ہو گیا۔ میرا دل تھا کہ میں فوری طور پہ آپ کا شکریہ ادا کروں۔ as a teacher مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ ایک انسان کی کنفیوژن دور ہو گئی۔

میں جب مسالک کی طرف دیکھتا تھا۔ ان کے غیر معقول تصورات دیکھ کر مجھے بڑا دُکھ ہوتا تھا everybody claims I am right. ٹیکسلا سے گزرتے ہوئے nearby Hassan Abdal there was a wall. It was written on this wall that by the order of king of India Jalal-ud-Din Muhammad Akbar a slave girl a dancing girl was buried alive in stone. حسن ابدال کے سامنے دیوار پہ یہ لکھا ہوا تھا۔ میں اتنا بڑا نہیں تھا۔ میں اُس دیوار کے سامنے کھڑے ہو کے اُس کی چیخیں سنا کرتا تھا۔ میں سوچتا تھا یہ ابھی سانس لے رہی ہوگی۔ ابھی یہ چیخ رہی ہوگی۔ today we have the same case with schools of religion. میں regret feel کرتا ہوں۔ کوئی دیو بندی کی چار دیواری میں تو' کوئی بریلوی کی چار دیواری میں دفن ہے۔ but these are just schools ہم تو سیدھے سادے سے مسلمان ہیں میرا نام تو میرے باپ ابراہیمؑ نے مسلمان رکھا ہے۔ why should I be called by any other name existing in the society? اسلام کو سب سے بڑا damage یہی پہنچا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس امانتِ عقلیہ کو استعمال کیا اللہ کو اُن پہ ناز ہوا۔ اللہ نے ان کو وہ چیز عطا کی جس کی ہم آرزو نہیں کر سکتے بلکہ جس کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ کیا اللہ کسی کا دوست بھی ہو سکتا ہے؟ کیا ہم حقیر لوگ اِس قابل ہیں کہ کائناتِ بالا کا سردار ہمیں دوست بنائے؟ سبحان اللہ تعالیٰ العزیز۔ اِس لیے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ ابراھیم اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنا لیا۔ can you try it now? کیا آپ بھی اللہ کو دوست بنا سکتے ہیں؟ کیا خدا اتنا دور چلا گیا ہے کہ اب اُس سے

دوستی نہیں ہو سکتی؟ اُس سے محبت نہیں ہو سکتی؟ کیا ہم اُس کی بندگی نہیں کر سکتے؟ کیا خفیہ خفیہ ہماری رگوں میں ارتعاش نہیں آسکتا اُس کی محبت کا؟ آپ کو پتا ہے دوستی وصال سے نہیں پہچانی جاتی۔ مل جاؤ تو محبت ختم۔ اصل میں محبت اور دوستی کا امتحان فراق ہے۔ جدائی ہے۔

تو نمی دانی ہنوز شوق بے میرد ز وصل

تمہیں تو پتا ہی نہیں ہے' کہ وصل سے محبت مر جاتی ہے۔

چیست حیاتِ دوام سوختنِ ناتمام

یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ طویل زندگی کس چیز میں ہے؟ آہستہ آہستہ جلتے رہو۔ چھپ چھپ کے آرزو کرتے رہو۔ اپنے خدا کی یاد میں رہو۔ یہ بڑی نایاب شے ہے، اللہ میاں نے کوئی ستے بندو بست نہیں کیے ہوئے۔ اگر تم کوئی بھی عذر کرو تو خدا کہتا ہے کہ میں نے تمہیں فل لبرٹی دی ہے۔ دیکھو اس شخص کو جو مچھلی کے پیٹ میں گرا تھا۔ اُس شخصِ محترم نے آپ کو تسبیح کا طریقہ بتا دیا۔ اِدھر کیا حال ہے جی عورتوں اور مردوں کا؟ ایک آیتِ کریمہ پڑھنے کے لیے ہمیں ایک لاکھ اگربتیاں پھونکنی پڑتی ہیں۔ خوشبو بکھیر لیں' ہزار رنگ دیے جا رہے ہوتے ہیں۔ کپڑے سیدھے کیے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد شرطیں رکھی جا رہی ہوتی ہیں، تم نے نہیں آنا تم ناپاک۔ کیا حضرت یونسؑ نے آیتِ کریمہ اسی طرح پڑھی تھی؟: "فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" {انبیاء: 87} وہ تو کہتے ہیں بڑا برا حال' جس حالت کو اللہ نے قرآنِ حکیم میں ظلمات کہا ہے۔ غلاظت تھی، مچھلی کا پیٹ، بد بو اور اتنی اصلی بد بو جو کہ ہرگز nominal نہیں تھی۔ جب حضرت یونسؑ باہر نکلے تو ان کا بدن گل سڑ چکا تھا۔ دعا کی پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کدو کی بیل کا سہارا دیا، کدو کی بیل، چھوٹی سی نرم و نازک سی۔ کدو بہت اچھا ہوتا ہے۔ گھروں میں عام پکایا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں کدو پکتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگلیاں ڈبو ڈبو کر کدو نکال کے کھاتے تھے۔ اِس کی بنیادی صفت یہ ہے کہ کدو بہت ٹھنڈا ہے۔ اِس کا سایہ بھی ٹھنڈا ہے۔ جب حضرت یونسؑ باہر نکلے تو ان کا بدن گل سڑ چکا تھا۔ یہاں ہال میں کئی ڈاکٹر بیٹھے ہوئے ہیں، کاش ہم لیبارٹری میں کدو کی خاصیت چیک کر سکیں اور کسی جلے ہوئے زخم پر اس کی پیسٹ مل کر دیکھ سکیں۔

جب کدو کی بیل سوکھ گئی تو حضرت یونس بن متی نے گلہ کیا۔ اے مالک و کریم اتنی بڑی

کائناتوں کا مالک ہے اتنا بڑا بادشاہ مجھے ایک چھوٹی سی شاخ سے سکون مل رہا تھا، اس نے آپ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس کو سکھا دیا۔ سبحان اللہ! ادیکھو کون مہربان ہے، حضرت یونسؑ مہربان ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ میاں نے فرمایا میں نے ایک لاکھ کا شہر آباد کیا۔ جب تو ایک لاکھ کے شہر کو عذاب کی خبر دے کے نکلا تھا تو تمہیں پتا نہیں تھا کہ ہمیں کتنا اپنے بندوں سے پیار ہے؟ ہم کیسے انہیں تباہی اور ہلاکت کی نذر کر دیتے؟ ہم تو آخری لمحے تک موقع دیتے ہیں.... دیکھو کتنے مزے کی بات ہے، آخری لمحے تک خدا اپنے بندوں کو چانس دیتا ہے۔ تو آخری لمحے تک سکرات جب تک شروع نہیں ہو جاتا آپ واپسی کر سکتے ہو۔ سکرات ایسا وقت ہے جہاں حواس پلٹ جاتے ہیں ویژن پلٹ جاتا ہے۔you start see the other worldاب واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ جب آپ اگلی دنیائیں دیکھنا شروع کر دیتے ہو تو پھر یہ دنیا آپ کے ویژن میں بلاک ہو جاتی ہے۔ لازم ہے کہ آپ آگے بڑھ کے اگلے جہان کی تیاری کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر سکرات تک بھی تمہارا سانس ٹھیک رہے تو غور و فکر کر کے ایک لمحے کے لیے بھی آپ اپنے خدا کو پہچان لو تو تب بھی پلٹ جاؤ گے۔ اتنا بڑا دروازہ تو کوئی بھی کھلا نہیں رکھتا۔ مگر شاید ہمیں یقین نہیں آتا کہ وہ ہمیں معافی دے گا۔ کچھ ہمارے احساسِ گناہ ہمارے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔ پتا نہیں کتنے گناہ ہیں، کتنے بڑے گناہ گار ہیں، ہم کتنے ظالم ہیں۔ مگر ایک بات میں آپ کو بتاؤں کہ گناہ کا وقفہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

خواتین و حضرات! ایک صاحب نے درخواست کی ہے کہ میں اپنی فیورٹ دعائیں قاعدہ اور قرینہ کے ساتھ بتاؤں۔ دو آیات ہیں، اور اگر آپ سوچ سمجھ کر ان کے مطابق عمل کریں تو یہ دو آیات کافی ہیں۔ ایک صحیح سوچ اور کسی قسم کی کوئی سختی نسلِ انسان پہ نہیں ہے قطعاً۔ دیکھو اللہ کو یاد کرنے کے لیے کوئی قرینہ نہیں چاہیے۔ میں نماز پڑھتا ہوں مجھے وضو چاہیے۔ میں قرآن پڑھتا ہوں مجھے طہارت چاہیے۔ مگر کیا یہ سب کچھ خدا کے لیے چاہیے؟ نہیں بالکل نہیں۔

"الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" {آل عمران: 191} کھڑے یاد کرو۔ بیٹھے یاد کرو۔ کروٹوں کے بل کرو۔ صفوں میں کرو۔ زمین پہ کرو۔ چھتوں پہ کرو۔ غاروں میں کرو۔ مچھلی کے پیٹ میں کرو۔ جہاں مرضی کرو۔ اللہ کہتا ہے اگر یونس تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ہم قیامت تک اُسے مچھلی کے پیٹ میں چھوڑ

دیتے۔سوچو تو سہی کہ کتنا بڑا کریم ہے وہ اور تھوڑا بہت اللہ کو یاد کرنے سے کیا کچھ آپ کو حاصل نہیں ہو جاتا۔اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔مقصد کے لیے تسبیح کرنا غلط ہے۔اگر اُس کے مقاصد پورے نہ ہوئے تو خدا بھی نہ سچا نکلا، آپ بھی نہ سچے نکلے۔تسبیح کرنے کا یہ طریقہ غلط ہے۔خدا کہتا ہے صرف ایک ہی انداز ہے مجھے یاد کرنے کا "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ "{البقرة :200} مجھے ایسے یاد کرو جیسے ماں باپ کو کرتے ہو۔محبت سے کرو اُنس سے کرو۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔سب سے زیادہ مجھے تمہاری تلاش ہے۔نہ تمہارے ماں باپ کو ہے نہ کسی اور کو۔میں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں ......

جلتے ہر شب ہیں آسماں پہ چراغ
جانے یزداں ہے منتظر کس کا

سچ پوچھو تو اُس کو آپ کا، آپ کی واپسی کا انتظار ہے۔جہاں کوئی بندہ اُٹھ کے اقبالؒ کے لفظوں میں کہتا ہے کہ

مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا؟

یعنی ہم کبھی اپنی انانیت کی بندگی میں اُٹھ کے کہہ دیتے ہیں اے اللہ جا کسی اور کو ڈھونڈ لے اگر تو ہمیں اچھا نہیں سمجھتا۔تو ہمارے ذمے صرف ایک کام ہے، ہم نے صرف اُسے کنونس کرنا ہے کہ اے اللہ آپ نے ہمیں زندگی دی، ہمیں عقل دی۔ہم نے سوچا سمجھا جانا پس اشهد ان لا اله الا لله وحده لا شريك له واشهدان محمد اعبده ورسوله but I have very personal rellationship with God. وہ میری رگِ خوں سے، میرے خیالِ کے پیٹرن سے گزرتا ہے۔مجھے پتا ہے جب میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔مجھے پتا ہے جب وہ میرے ساتھ ہوتا ہے۔اتنی آگہی بھی نہ ملے گی؟ آپ مایوس کیوں رہتے ہو؟ ایک دفعہ برگر لینے کے لیے میرا دوست امریکہ میں سوا گھنٹہ قطار میں کھڑا رہا۔میں نے کہا یار کیا خباثت ہے نماز کے لیے پانچ منٹ کھڑے نہیں ہو سکتے، یہاں سوا گھنٹہ ہو گیا ہے ایک برگر کے لیے۔آپ کو پریفرنسز settle کرنی چاہئیں۔آپ کو جاننا چاہیے who is more important who is less? آپ کو جاننا چاہیے who is the top priority who is less? ایک بہت بڑے relativity کے پروفیسر تھے۔ایک ملاقات میں ویسے ہی بات

کرتے ہوئے انہوں نے ایک عجیب سا جملہ کہا I have been searching God since fourteen years but I could not find Him, how did you find Him? میں نے کہا پروفیسر God is not a by product of mathematical equation, God has to be the top priority of intellectual curiosity. کیا خدا اتنا چھوٹا کہ بیوی بچے کے بعد آئے گا؟ چودھویں کلاس کے بعد آئے گا؟ آپ زندگی کے معمولات کے بعد جاؤ گے؟ ساری جوانی گزارنے کے بعد جب کان اور ہاتھ بیر رہ جائیں گے، جب کچھ بھی نہیں رہے گا sans teeth sans eyes sans taste sans everything اندھے بوڑھے ہاتھوں میں رعشہ، کیا اس مقام سے اللہ کو جاؤ گے؟ اس مقام سے تو خدا کو تمہاری کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کے دروازے پر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقات لٹکایا کرتے تھے۔ تو ایک بار کسی صحابی نے صدقہ میں گندی مندی کھجوریں رکھ دیں۔ ہمارا بھی یہی کام ہے۔ ہم بھی سب سے فضول مال صدقے میں دیتے ہیں۔ اللہ کو اتنا غصہ آیا' اتنا غصہ آیا کہ فرمایا کیا بات ہے تم احسان مندوں کی' روٹی میں دوں، ماں باپ میں دوں، عزتیں میں دوں، وجاہتیں میں دوں، اور میرے لیے خیرات میں تم اپنی زندگی کا سب سے بدتر مال لائے ہو اور بہترین مال اپنے لیے رکھتے ہو۔ اگر تم بخیل ہو' نسلِ انسان بخیل ہے you do not dare to spend in the way of God. "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ" {البقرہ: 207} اللہ ان لوگوں سے کتنی محبت کرتا ہوگا کہ جن کے بارے میں یہ فرماتا ہے کہ میرے کچھ لوگ ہیں جو میری خاطر جان بیچ دیتے ہیں۔ نہ بیچو جان، چھوڑو چلو تھوڑا سا درمیانہ سا اچھا سا مال صدقۃً اللہ کی راہ میں دے دو جس میں اذیت نہ ہو جس میں عذاب نہ ہو۔

آپ کو بتاؤں بڑا شوق تھا مجھے' میں نے سب سے پہلی تسبیح اسمِ ولی کی شروع کی تھی۔ وہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اللہ پہ جیسا گمان رکھتے ہو وہ لوٹا دیتا ہے۔ شروع شروع میں سارے ہی romantic ہوتے ہیں۔ تو میں نے سوچا اللہ کو اسمِ ولی سے شروع کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کچھ اور نہ سہی شاید ولایت ہی مل جائے۔ دیکھو بہت عرصہ خدا کے ساتھ اس قسم کی انڈرسٹینڈنگ ڈویلپ کرنے میں گزرا۔ بہت عرصہ بعد

پتا چلا کہ مار بھی بہت پڑتی ہے۔ کیونکہ one thing is very sure about God He is the first ever teacher. پہلا اُستاد ہے اور دیکھو اُس کی کتاب بھی نماز سے نہیں شروع ہوتی، روزے سے نہیں ہوتی: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ "{سورۃ العلق:1} فرمایا پڑھو، نہ صرف پڑھو بلکہ پڑھاؤ' سوچو سمجھو۔ یہ مذہب روایتی نہیں ہے۔ سارے کا سارا مذہب ایجوکیشن پہ قائم ہے۔ obviously کچھ لوگ زیادہ کوالیفائی کرتے ہوں گے جیسے آپ ڈگریوں کے لیے کرتے ہیں۔ جو اللہ کی نظر میں اچھا ٹیلنٹ کوالیفائی کرتا ہوگا ظاہر ہے وہ آکسفورڈ، ہارورڈ میں تو نہیں پڑھ سکتا۔ اس کے لیے یہ آیات ہیں کہ ہم اس کے لیے پروردگار کی اعلیٰ ترین آیات کی نشانی بخشیں گے۔ موسیٰ ؑ کو بخشیں، ابراہیم ؑ کو بخشیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشیں۔ بخاری میں حدیث ہے کہ جبرائیل امین شبِ معراج کو جب آسمانِ اول کے دروازے پہ پہنچے تو ہاتف کی آواز آئی کون ہے؟ اگر آپ طریقے دیکھو تو آپ کو ملکوت کے طریقوں کا پتا چل جاتا ہے۔ وہاں کوئی اوٹ پٹانگ روّیے نہیں ہیں۔

فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟

کہا جبرائیلؑ۔

پوچھا گیا اکیلے آئے یا کوئی ساتھ ہیں؟

کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پوچھا گیا خود آئے ہیں یا بلائے گئے ہیں؟

کہا بلائے گئے ہیں۔

جواب آیا مرحبا گزر جائیے۔

Did you see any deference between the systems? جب آپ کسی غیر متعلقہ جگہ پر چلے جائیں تو ایسی ہی صورتِ حال کا سامنا ہوتا ہے۔ آپ کی دنیا کے سسٹم وہاں کے سسٹم کی کاپی ہیں۔ آج بھی کہیں جاتے ہوئے بالکل یہی طریقہ استعمال ہوتا ہے۔ یہی پوچھتے ہیں کون ہو؟ فوجی کھڑا ہو تو آگے جانے کی جرات تو نہیں ہوتی ناں۔ تو پوچھتے ہیں بھئی آپ کون ہیں؟ پھر ہم حوالہ دیتے ہیں کہ ہمیں فلاں صاحب نے بھیجا ہے۔ پھر وہ کلیئرنس کر کے جانے دیتے ہیں۔ ان آیات سے مراد اللہ کی انڑ ورکنگ ہے اُن سسٹمز کی جو پیغمبر

کو eye witnesses سکھا جاتے ہیں۔ intellectual capacity کا یہ معیار ہے
جب حضرت ابراہیمؑ نے کہا: "وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ " آپ مردہ
کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟ تو اللہ نے کہا تمہیں یقین نہیں ہے؟" قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن " کمال ہے! اتنی
عبادت اور اتنا وقت ہو گیا' سوچ سمجھ کے خیال کیا' ابھی بھی یہ sure نہیں ہے کہ میں مردہ کو کیسے
زندہ کرتا ہوں یا زندہ کو مردہ کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا:" قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن
لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي I totally convinced that You are my Master, I
am totally convinced that You are the Creator, I am
totally convinced You can do what You say. پھر کیا ہے؟ بس اللہ
میاں کیا کریں، دل اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے' دل ذرا اطمینان مانگتا ہے، اگر آپ دکھا دیں گے تو دل
زیادہ اطمینان پکڑ جائے گا۔ خواتین و حضرات دیکھیں اللہ خود کتنا عظیم استاد ہے۔ فرمایا: "قَالَ فَخُذْ
أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ
يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ "{ البقرۃ:260 } ایسا کر چار پرندے
پکڑ۔ پھر ان کو اپنے ساتھ مانوس کر۔ اللہ کو پتا تھا اگر ان کو مانوس نہ کیا تو کل پھر انسان شبہ میں پڑ
جائے گا کہ پتا نہیں وہی تھے' پتا نہیں کہیں اور سے اُڑ آئے تھے' پتا نہیں اللہ نے اپنی طرف سے
پیدا کر لیے تھے۔ اللہ نے فرمایا اپنے سے مانوس کر لو پہلے He should be totally
convinced these are those birds. یہ وہی کبوتر ہیں جنہیں میں ہاتھ لگایا کرتا
تھا۔ تو خدا اتنی ایڈوانس سوچوں کا مالک ہے۔ انسان کے اندر سے آگاہ ہوتا ہے۔ اسے مکمل یقین
دلانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ کے آسیبوں پر بھی قابو پائے، آپ کے وساوس پر بھی قابو پا
جائے، آپ کے ہر خیال پر بھی قابو پائے اور یہی اللہ کا مقصد ہے، یہی عقل کا بھی مقصد ہے۔
but for the guidance and instruction from God and
prophet you need to reach at such clarity in
understanding of the world and religion. May Allah with
you.

وما علینا الا البلاغ

سوالات و جوابات

سوال: آپ اکثر حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ کا قول quote کرتے ہیں کہ اللہ جسے اپنی آگہی دیتا ہے اس کی آنکھ اُس کے اپنے اوپر کھول دیتا ہے۔ اس سے مراد کون سی آگہی ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ کا قول نہیں ہے یہ ایک مستقل حدیث ہے صحیح، مستند اور مسلسل ہے۔ اور اس سے پیچھے بھی دو اقوال ہیں۔ شروع اس سوال سے ہوتا ہے کہ ہم خدا کو کیسے جانیں؟ حضرتِ عیسیٰؑ سے پوچھا گیا خدا کو کیسے پہچانے؟ تو انہوں نے کہا you shall know thyself you shall know thy God. اسی طرح بڑا مشہور قول ہے جو صبح شام متصوف لوگ بہت سناتے ہیں۔ متصوف وہ ہوتا ہے جس کو صوفیوں سے مَس تو ہوتا ہے مگر خود صوفی نہیں ہوتا۔ قول یہ ہے کہ "ومن عرف نفسه فقد عرف ربه" جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے گویا اپنے رب کو پہچان لیا۔ ان سب سے بڑھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ جب اللہ کسی کو اپنا علم دینا چاہتا ہے تو اُس کی آنکھ اُس کے اپنے اوپر کھول دیتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو بہت سمپل سی سٹیٹمنٹ ہے کہ self-realization or understanding جو ہے یہی جب آپ کو اپنی کوتاہیوں پہ نظر ڈالنے پہ مجبور کرتی ہے تو آپ دوسروں کے اوصاف کو سمجھ جاتے ہیں، بجائے اس کے کہ ہم ساری زندگی دوسروں پہ criticize کریں، طعنہ زنی کریں ہم اُن کے نقائص ڈھونڈیں اگر ہم تھوڑی سی زحمت کر لیں اور ایک آدھ اپنا نقص ڈھونڈیں تو ہمیں خداوند کریم سنبھال لیتا ہے۔ یہ مقصد ہے۔ جب اللہ نے شروع میں کہہ دیا کہ " إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا " {الاحزاب:72} کہ انسان ظالم ہے جاہل ہے۔ آپ خود کہو کہ جس پہ اللہ ججمنٹ دے دے تو ہمارا بچت کا کیا مارجن رہ جاتا ہے۔ اللہ مجھے کہہ دے کہ یہ ظالم ہے جاہل ہے تو میرے پاس تو کوئی گنجائش رہ نہیں جاتی۔ تو مدتوں اس آیت کا ترجمہ اسی طرح ہوتا چلا آیا۔ مگر جب ہم قرآن کے مطالب پہ ایک بہتر تعلیم سے غور کرتے ہیں تو اس کا اصل مطلب یہ بنتا ہے کہ he underestimated the job and overestimated his own self. اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو

کرتا ہے اور اپنی اہلیت کو overestimate کرتا ہے۔ یہ اتنی بڑی underestimate
غلطی ہے جس کی وجہ سے ہم جہنم کے سزاوار ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے تصوف کا اصل مطلب
یہ ہے کہ انسان objective and subjective approach میں بیلنس
اختیار کرے۔ اگر ہم ویسٹ کو دیکھیں' آپ یہاں (انگلینڈ میں) رہتے ہو اگر میں ان کی ساری
صفات کو ایک جملے میں بیان کروں تو میں کہوں گا ان کی prospective approach
objective ہے۔ اور ہم جو اُدھر بیٹھے ہیں اگر ہم اپنی ساری زندگیوں کا احاطہ کریں تو ہماری
ساری اپروچ subjective ہے۔ ان میں سے کون سی بہتر ہے؟ باوجود ہر قسم کے crisis کے
ایک بات تو فیکٹ ہے کہ objectivity میں خدا نہیں ملتا۔ یہ فیکٹ ہے کہ ان امتوں میں یا اِس
قسم کی اپروچز میں پیغمبر نہیں آئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو qualify نہیں کر سکے جس کی
بنیاد pure subjective order پر بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جب شیطان نے دعویٰ کیا کہ
میں انسان کو گمراہ کروں گا۔ تو خدا نے فرمایا تُو دائیں سے بائیں سے اوپر سے نیچے سے آئے
گا۔ تُو ہر طرف سے آئے گا مگر اتنا یاد رکھنا کہ اُس بندے کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا جس کے
دل میں میرے لیے ذرہ برابر بھی اخلاص ہو گا۔ اللہ نے بہت خوبصورت باتیں کی ہیں جو کہ علم و
ادب کی اپروچ سے باہر ہیں۔ اگر آپ قرآن کا پہلا سپارہ ہی پڑھ لو' جس کی مجھے یہ آیت ہی نہیں
بھولتی: "صِبْغَةَ اللهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدونَ" {البقرة:138}
اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بھی بہتر کوئی رنگ ہے؟ اب بھی آپ اکثر قوالی میں شعر سنتے ہوں
گے کہ

موہے رنگ دے پیا۔۔۔ نظام الدین اولیا

یہ رنگنا identification ہوتی ہے' عادات میں ظاہرہ لباس کی صورت میں۔ مگر خدا کے رنگ
میں صرف وہ ہی رنگا جاتا ہے جو متابعتِ رسول ﷺ میں ہو۔ ہمیں دیکھنا ہوتا ہے کہ سب سے
قریب کون ہے اللہ کے؟ سب سے قریب تو اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کوئی بھی نہیں۔ حضرت
حسان ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا خوب شعر کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایسا لگتا
ہے کہ اللہ نے آپ کو بالکل ویسا ہی بنایا جیسے آپ چاہتے تھے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ نے
بندگی میں عقل و معرفت کے وہ اعلیٰ ترین معیار قائم کیے ہیں کہ اگر ایک عادتِ رسول ﷺ بھی

آپ پکڑ لوتو یقیناً ہمارے اوپر ہماری اصلاح کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں۔ nobody is perfect but nobody is demanding you to be perfect. آپ کوتو یہ گلہ ہوتا ہے کہ مجھ میں بہت خامیاں ہیں مگر قبول کرنے والا تو یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ مجھے خامیاں پسند ہیں۔ آپ کو یاد ہے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اردگرد بہت سارے اصحاب بیٹھے تھے۔ محدث نے لکھا ہے کہ لوگ احتراماً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسے بیٹھے تھے جیسے اُن کے سروں پہ پرندے بیٹھے ہوں۔ ذرا سا سر ہلائیں تو پرندہ اُڑ جاتا ہے ناں۔ لوگ ایسے ادب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تھے کہ جنبشِ تن بھی نہیں ہوتی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم کبھی گناہ نہیں کریں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا تم ایسی بات کرتے ہو جس سے خدا کو غضب آ جائے۔ اگر تم ایسی بات کرو گے تو خدا تمہیں صفحۂ ہستی سے نابود کر دے گا اور تمہاری جگہ ایسے لوگ لائے گا جو خطائیں کریں گے، افسوس کا اظہار کریں گے، حرماں نصیب ہوں گے، اُداس ہوں گے، توبہ کریں گے اور اللہ کو انہیں بخشنے میں زیادہ خوشی محسوس ہو گی۔

جب حضرت آدمؑ سے خطا ہوئی تو بس روئے جا رہے تھے۔ رونا حضرت آدمؑ کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ دو سو برس اماں حوا کے لیے روتے رہے۔ آٹھ سو برس اللہ کے لیے روتے رہے۔ بہت رویا کیے، آخر اللہ نے فرمایا ہے میرا ہی ناں۔ ایک آیتِ قرآن پہ کبھی غور کرنا، فرمایا: "فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ " {البقرۃ:37} کبھی غور کیا اس آیت پہ آپ نے کہ ہم نے القا کیے کلماتِ توبہ آدمؑ کے دل پہ۔ ان کو طریقِ توبہ کا پتا نہیں تھا۔ افسوس تھا مگر اظہارِ افسوس کا کوئی طریقہ نہیں پتا تھا۔ وہ بہت سادہ تھے۔ انتہائی ابتدائی انسان تھے۔ اتنے سال روتے رہے پھر اللہ نے رحم کیا۔ کلماتِ توبہ اب بھی ہیں قرآن پاک میں، وہ کلماتِ توبہ یہ ہیں: " رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ " {الاعراف:23} ایک بات بتاؤ اللہ نے کلماتِ توبہ خود بھیجے تو وہ قبول نہیں کرے گا؟ جو چیز آئی اللہ کی طرف سے ہے جس کا ہمیں پتا نہیں تھا اگر اللہ نے ہی ہمیں توبہ سکھائی ہے تو اللہ ہماری توبہ کیوں نہیں قبول کرے گا؟ جب آپ یہ کہتے ہو پتا نہیں اللہ تعالیٰ قبول کرے گا کہ نہیں کرے گا۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے اور اس کو avoid کرنا چاہیے۔

ایک دفعہ بہت بڑے اُستاد سیدنا جنید بغدادیؒ بیٹھے تھے اور آپ کے ساتھ خواجہ ابوالحارث محاسبیؒ بیٹھے تھے۔ایک شخص آ گیا۔اُس نے کہا اے شیخ الشیوخ! اے زمانے کے اساتذہ! یہ تو بتاؤ توبہ کسے کہتے ہیں؟ تو سیدنا جنیدؒ نے کہا ابوالحارث محاسبیؒ پہلے بتائیں۔خواجہ ابوالحارثؒ نے کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے ہمیشہ یاد رہے۔لوگوں نے کہا جنیدؒ آپ کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ آئے۔توبہ ایک سائیکالوجی ہے۔ایک پرابلم ہے جب آپ گناہ کرتے ہو تو آپ کی resistance اور اُس کے ری ایکشن میں گلٹ زیادہ آتا ہے۔ you curse yourself اپنے آپ کی بہت زیادہ فہمائش کرتے ہو۔مگر وقت کے ساتھ ساتھ اُس کی گرفت کمزور ہوتی ہے۔یہ ہیومن نیچر ہے کہ احساسِ گناہ کم ہوتا جاتا ہے تو اسی گناہ کے ساتھ لپٹی ہوئی احساسِ لذت بڑھنے لگتا ہے You commit again یہ جو شیخ جنیدؒ کی سٹیٹمنٹ ہے اگر آپ اس پر غور کرو تو وہ کہتے ہیں کہ اصل میں آپ گناہ اس وقت avoid کرتے ہو جب گناہ آپ کو کبھی یاد نہ آئے when you made a decision یہ آپ کے دل و دماغ سے محو ہو جاتا ہے۔آپ اس کے متوازی چل رہے ہوتے ہیں۔اور اگر آپ اسے یاد رکھو گے تو پھر کرو گے۔جب آپ سوچو گے تو اپنی ذات کی اس قسم کی خامیوں کو آپ ضرور جان لو گے۔ایک علم ہے جو purely inefficient اور ناقص زندگیوں کے بارے میں استعمال ہوتا ہے۔ but for us it is more precious knowledge as it may give you an inner look to find out the presence of God. اور وہ سائیکالوجی ہے۔جہاں جستہ جستہ اساتذۂ مشرق نے نفسیات کے بارے میں جو سٹیٹمنٹس دی تھیں وہ اکٹھی ہوتے ہوتے ایک پورا سبجیکٹ علمِ نفسیات بن چکا ہے۔مگر اس علم کا مقصد خدا شناسی نہیں ہوتا۔ ہمارا مقصد خدا شناسی ہوتا ہے۔ ہمارا پرابلم یہ ہے کہ ہم نفسیات کو اپنے اوپر استعمال نہیں کرتے۔ میں نے ایک یونیورسٹی کے لیکچر میں اس مسئلے کو حل کیا تھا if you applied psychology to others it is called science, if applies to one's ownself it is mysticism. اور یہی خدا کو جاننے کا رستہ ہے۔

سوال: آج کل کے دور میں بڑے چیلنجز ہیں۔ ہم اپنے بچوں کو کیسے تعلیم دیں کہ وہ اللہ کو top priority بنا سکیں؟

جواب: دیکھیں ہر خاندان میں ہر جگہ اپنا اپنا طریقہ ہوتا ہے۔ but the best way to teach your children is اللہ کی وہ آیت اپنے دماغ میں بٹھاؤ "لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ " {الصف:2} تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ بچے بہت sensitive ہوتے ہیں۔ وہ آپ کو بہت keenly observe کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ چاہو یا نہ چاہو یہ آپ کے ہر عمل پہ نظر رکھتے ہیں۔ آپ کی خودغرضیوں پہ بھی یہ جاننا چاہ رہے ہوتے ہیں کہ آپ ناراض کسی اور سے ہوتے ہیں اور جھاڑ ہمیں کیوں دیتے ہیں؟ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ خواہ مخواہ کیوں جھوٹ بولتے ہیں؟ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ پاس اگر ایک سوال کا جواب نہیں ہے تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ کسی اچھے استاد کے پاس جاؤ، ہمیں نالائق کہہ کر کیوں ڈانٹ رہے ہو؟ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ایک امتحان میں فرسٹ نہیں آئے تو کیا قیامت آ گئی ہے کہ ماں باپ ہمیں اپنے مقابلے میں کیوں لے آتے ہیں؟ ایسی بہت ساری باتیں ہیں۔ یہ بات بہت غور سے سنیے کہ تعلیم مقدر میں ہوتی ہے۔ اگر کسی بچے کے نصیب میں اللہ نے نہیں رکھی تو آپ نہیں ڈال سکتے ہو۔ here are two things ایک ہوتی ہے تعلیم، ایک ہوتا ہے ''initiation''۔ initiation is very very important. جب آپ بچوں کو یہ جان کر سمجھ پاؤ کہ ان کی تعلیم کے لحاظ سے مزاج کیا ہے؟ یہ کہاں جا سکتے ہیں؟ ماں ایک ٹیچر ہوتی ہے اور اس کو پتا ہونا چاہیے کہ اُس کا بچہ آج آزردہ خاطر کیوں ہے؟ آج سست کیوں ہے؟ اس کے پس منظر میں ایسا کون سا crisis چل رہا ہے؟ اس کے ایٹی ٹیوٹ میں کرختگی کیوں آ گئی ہے؟ ماں باپ ہونا بہت آسان ہے۔ استاد ہونا مشکل ہے ۔ایک استاد کو پتا ہوتا ہے کہ جہاں جہاں بھی اس کا طالب علم ہے اُس کا ٹیلنٹ کیا ہے؟ اس کے مراتب کیا ہیں؟ آپ سوچتے نہیں ہو، آپ سمجھتے ہو یہ دعا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں نظر ہے ۔ دراصل ایک استاد کا calibre جو ہے ایک آنِ واحد میں imagine کر لیتا ہے estimate لگا لیتا ہے۔ خواجہ فریدالدین گنج بخشؒ جب خواجہ بختیار الدین کاکیؒ کے پاس آئے تو آپ نے کہا اللہ نے ایک شہبازِ فطرت میرے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ جب استاد شاگردوں کو دیکھتے ہیں تو ایک نظر میں initiate ہو جاتا ہے کہ یہ کس calibre کا ہے؟ اس نے کہاں جانا ہے؟ اس لیے ماں باپ سے بہتر کس کو پتا لگتا ہے کہ بچوں نے کہاں جانا ہے۔

ایک زمانہ تھا بچے بیچارے پیدا ہوں نہ ہوں ان کو انجینئر بننا ہوتا تھا۔ بچیاں بیچاری پیدا ہو کے ابھی سانس لینا شروع نہیں کی ان کو ڈاکٹر بننا ہوتا تھا۔ کیا سارے کا سارا زمانہ ڈاکٹر اور انجینئر ہی بننا ہے؟ بہت ساری صورتیں تعلیم کی ایسی ہیں جس کے لیے آپ کو طالب علم کو کشادگی دینی چاہیے۔ مقدر پہ یقین رکھنا چاہیے۔ اب یہ تک ہوئی کہ جن ماں باپ نے قرآن نہیں پڑھا کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ حفظ کروانا بڑی امپورٹنٹ ویلیو ہے۔ why don`t you understand a simple thing that every child is not supposed to hifz. اگر آپ نے غلام تیار کرنے ہیں، اگر آپ محض رسمی بچے بنا رہے ہو اور اس بات کا فخر حاصل کرنا چاہتے ہو کہ آگے قیامت کے دن مجھے دو حافظ بچالیں گے تو قرآن کی اس طرح کی یادداشت کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ جو قتل و غارت چل رہی ہے اس پہ اگر آپ غور کرو تو ان میں اکثر مدرسوں سے ہی پڑھ کے گئے ہیں۔ اقبالؒ نے بڑا خوبصورت شعر لکھا

از غلام لذتِ قرآن مجو
گرچہ باشی حافظِ قرآن مجو

اگر کوئی غلام حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو اس سے لذتِ قرآن مت طلب کرو۔ اس لیے کہ

علم را بر جاں زنی یارے بود
علم را بر تن زنی مارے بود

علم کو جب دل پہ لگاؤ گے تو دوست ہوگا۔ علم کو جب تن پہ لگاؤ گے تو سانپ کی طرح ڈسے گا۔

be careful about the education of your children. ان کے ٹیلنٹ کا اندازہ لگاؤ۔ انہیں شناخت کا موقع دو۔ انہیں قرآن پڑھا دو۔ میں ابھی کل ہی کہہ رہا تھا کہ پہلی کلاس سے ناظرہ قرآن شروع کردو۔ پانچویں دسویں تک پڑھاتے چلے جاؤ۔ ان سے کوئی چیز ڈیمانڈ نہ کرو۔ جب یہ آٹھویں تک پہنچیں تو ترجمہ شامل کردو۔ جب یہ دسویں تک جائیں تو ان کا قرآن مکمل ہو جائے گا۔ پھر آپ ان کو حدیث کی تعلیم دینا شروع کردو۔ by the time they are graduates they will not only graduate in scientific technical subjects بلکہ دین کے لحاظ سے بھی ان کی تعلیم مکمل ہو جائے گی۔ ایک ہی ایڈوائس ہے آپ مسائلِ مذہب میں نہ غور کیا کرو۔ بس آپ پڑھا دیا کرو

ناظرہ سے بڑھ کر نہیں because it's always expand on. قرآن تو اتنی بڑی کائنات ہے اس کا panoramic span ہے۔ جب یہ کسی لوکل بندے سے پڑھی جائے گی جس کی انڈرسٹینڈنگ ہی نہ ہو تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ ایک دفعہ ایک کرنل صاحب میرے پاس آ گئے۔ کہنے لگے کسی پیر صاحب کو ملنے گئے تھے۔ بڑے غصے میں تھے۔ میں نے پوچھا خیریت تھی۔ بولے کہ میں نے پیر صاحب سے زمین کی سورج کے گرد گردش کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے بھئی میں کوئی اس لیے بیٹھا ہوں' میں تو اللہ کے لیے بیٹھا ہوں۔ وہ کہتے بس میں نے تصدیق کرنی تھی۔ کیونکہ میں نے قرآن میں کئی سال پہلے ایک آیت پڑھی تھی کہ "الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" {آل عمران: 191} میں نے آیت یہ پڑھی تھی کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اللہ کی یاد میں رہتے ہیں اور یہ کہ ہر وقت زمین و آسمان کی تخلیقات پہ غور کرتے ہیں۔ چونکہ آپ کو زمین کی گردش کا پتا ہی نہیں تو ہم برابر ہی ہوئے۔ چونکہ مجھے اللہ کی شناخت کا نہیں پتا میں اس حصے سے فارغ ہوں اور آپ کو دوسرے حصے کا نہیں پتا اس لیے آپ اس حصے سے فارغ ہیں۔ بغیر علم ذکر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آپ نے کبھی سوچا کبھی خیال آیا کہ ہر آیت کے آخری حصے میں ایسے اسمائے ربانی ہوتے ہیں: "وَاللهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" چار ہزار مرتبہ قرآن مجید میں یہ constructs repeat ہوئے۔ آپ نے غور کیا خدا کوئی egoist ہے؟ وہ تو اتنا بڑا ہے' کیا وہ تم لوگوں کی تعریف سے اور بڑا ہو جائے گا؟ ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ آیاتِ گرامی اور یہ اسمائے گرامی جو اُس نے دیے ہیں یہ آپ کو بہت بڑا clue اور facility دی ہے۔ خدا کہتا ہے: "وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ" {النساء: 128} میں نے تمام جانوں کو بخل پہ جمع کیا۔ پھر کہتا ہے جسے میں نے بخیلی سے نجات دی اس کو میں نے مراتب بخش دیے۔ now you and I even everybody is interested یا اللہ بخیلی کیسے ختم ہو؟ اس کے ساتھ ہم پیدا ہوئے ہیں۔ ماں کے پیٹ سے یہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ بخیلی کیسے ختم ہو سکتی ہے؟ تو خدا کہتا ہے: "وَاللهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" {سورۃ التغابن: 18} کہ جو لوگ شکر کرتے ہیں اور حلیم الطبع ہوتے ہیں وہ

بخیل نہیں ہوتے۔ اگر آپ کو یہ پتا ہو تو آپ اپنی morbid possessions کو ختم کرنے کے لیے یہ تسبیح کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ نے آپ کی آسانی کے لیے دیے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَمَآ اُبَرِّیُٔ نَفۡسِیۡ" "نفس سے تو کوئی بری نہیں ہے:" اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ" یہ تو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے۔ پھر اللہ میاں کریں کیا؟ فرمایا: اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ہاں اگر اللہ تم پر رحم کرے تو تم اس نفس کی تخریب کاری سے بچ سکتے ہو۔ پھر کریں کیا؟'' اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ '' {یوسف:53} بے شک میرا رب بہت بخشنے والا ہے اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ پھر ہمیں چاہیے جس کو اپنے نفس کی خرابی کا احساس ہو جس کو اپنے گناہ کی شدتوں کا احساس ہو اگر وہ '' اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ '' کی تسبیح کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کی گرفت کو آسان کر دیتا ہے۔ تو خدا کے قربان جایئے وہ اپنے آپ کو منوا نہیں رہا۔ we are causing our problems کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اللہ میاں بھی کہتا ہوگا اتنے نالائق لوگ ہیں۔ آپ خود سوچو قلندر سڑک کے کنارے بیٹھے ہوئے، فقیر چرس کے مارے ہوئے، نشے میں ڈوبے ہوئے اور ان لوگوں کے پاس جا کر آپ خدا طلب کرتے ہو۔ سول سروسز کے کچھ تو معیار ہوتے ہیں۔ پاکستان کی سول سروس ہو، اچھے لوگ مملکت کے نظام کے لیے چُنے جاتے ہیں۔ کچھ وقار ہو، کوئی شخصیت ہو، '' منہ متھہ ہی ہوئے'' سوال یہ ہے کہ آخر خدا اتنا گیا گزرا ہے ...... خدا کو کس قسم کے لوگ چاہئیں؟

مجھے عرب کے عام لوگوں سے اتنی محبت نہیں مگر میرے رسول ﷺ کے اصحابؓ اپنی کمٹمنٹ میں اتنے پکے تھے کہ مجھے احساس ہے اگر میں زندگی بھر بھی صبح و شام خدا کی جتنی مرضی عبادت کر لوں میں کسی خاکِ پائے اصحابؓ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس غریب مسکین سا صحابی آ گیا۔ گندے کپڑے بُو اُٹھتی ہوئی۔ انہوں نے جو جوتے پہنے تھے ان میں سے دور سے ہی بُو آ رہی تھی، وہ اونٹ کے بالوں کے تھے۔ اب حضور ﷺ کے آس پاس بڑے بڑے صحابی بیٹھے تھے۔ sophisticated, nicely dressed خوشبوئیں لگا کے the moment they sat, they saw a poor fellow coming on, somebody squeezed his nose, somebody said what he was doing in the presence of Prophet

PBUH? everybody was annoyed. کہ اس حال میں آ گیا۔ کچھ میسر ہوتا ہو تو وہ نہاتا بیچارہ، صابن لگاتا منہ ہاتھ دھوتا۔ but he just came in the presence of Prophet PBUH اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے although he knew that he was such a great man ایک نظر دیکھ لیا کہ they people are looking at the that Sahabi sarcastically. تو انہوں نے پتا ہے کیا ارشاد فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم بعض لوگ ایسے بھی ہمارے پاس آتے ہیں جن کے لباس صوف کے ہوتے ہیں اور جن کے جوتے چمڑے کے اور ان سے بو اُٹھ رہی ہوتی ہے (لگتا ہے وہ تہذیب یافتہ نہیں ہے) مگر اگر وہ اللہ کی قسم کھا لیں تو اللہ ہر حال میں ان کی قسم پوری کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں' انٹرنل صفائی کے ساتھ کہیں سے ایک ذرۂ اخلاص لے آؤ، چاہے عبادات سے ملے، ایک اخلاص کا ذرہ لے آؤ، ایک محبت کا لمحہ لے آؤ feel for your God as you feel for your father. "فَاذْكُرُوا اللهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ" {البقرة:200} ایسے یاد کرو جیسے ماں باپ کو کرتے ہو۔ اُسے حریف نہ سمجھو۔ آپ مقدر سے ڈرتے ہو۔ آپ کو لگتا ہے کہ پنجروں میں بند کر کے اس نے آپ کو آسمان کے ستونوں سے لٹکایا ہوا ہے۔ It's not Him, He is the kindest friend among all, most loving. جب ایک دفعہ آپ کو ایک لمحۂ محبت نصیب ہو گیا تو دنیا ہی ختم ہو جائے گی۔

سوال: ایک بہت common سوال ہے Is music Haram?

جواب: دیکھو اس میں ایک ہی فتویٰ ہے' دو نہیں ہو سکتے کہ جو چیز آپ کو positive رستے سے ہٹا دے، جو خدا کے کاموں میں غفلت پیدا کرے، جو چیز آپ کے روزمرہ کے الٰہی احکامات میں حائل ہو جائے وہ حرام ہے۔ وہ چاہے chess ہے چاہے تاش ہے۔ یہ چیزیں اگر آپ کا اپنے اوپر کنٹرول ہے' ان چیزوں کے باوجود اپنے فرائض بخوبی ادا کر لیتے ہیں اور priority کو ناقص نہیں ہونے دیتے جو اللہ کی آپ کے ذمہ ہیں۔ آپ ایک بازی کھیل رہے ہو تو بیچ میں نماز کا ٹائم آ گیا۔ آپ کہو پہلے نماز پڑھ لوں تو پھر آپ اچھے مسلمان ہو۔ پھر میوزک آپ کا کچھ نہیں بگاڑتا۔ باقی جہاں تک انسٹرومنٹ کا سوال ہے تو جب حضور ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو

''طلع البدر علینا'' یہ لفظ گائے جارہے تھے اور بچیوں کے ہاتھ میں دف تھی۔اب دیکھو بے وقوفی والی بات ہے کہ اگر یہ بچیاں بڑی ہوتیں تو دف نہ ہوتی۔جو فتویٰ لگاتے ہیں بڑے فنی سے ہوتے ہیں کہ یہ بچیاں تھیں جو دف بجا رہی ہیں۔بچوں کو زیادہ ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے یا بڑوں کو؟بوڑھیاں دف بجائیں تو جائز بچیاں دف بجائیں تو حرام۔اس قسم کے مسائل فقہ میں صرف لوکل انٹرسٹ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔اب بڑا فقیہہ یہ کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئے۔انہوں نے پوچھا کہ ہماری فلاں غلامہ کہاں ہے؟ کہا آج اس کی شادی ہے۔آج اُسے چھٹی دی ہے۔فرمایا گانے والیاں ساتھ بھیجی تھیں۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے سمجھا آپ برا منائیں گے۔فرمایا عائشہؓ یہ تو دستور ہے۔اب سمجھ آئی بات کہ کچھ چیزیں دستور کا حصہ ہوتی ہیں۔جو جیتے گا ڈھول تو بجائے گا۔یہ دستور ہے، وہ خوشی منائے گا۔ آپ اُس کو کیسے روک سکتے ہو؟ تو وہ تمام آرٹس جو لوکلی پیدا ہوتے ہیں جو صدیوں سے عوام میں رائج ہیں ان پہ مذہب کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ایک اور صحابیؓ تھے ان کی شادی ہو رہی تھی تو وہاں غلامائیں رقص کرتی تھیں۔ایک دوسرے صحابی آئے تو انہوں نے کہا بھئی یہ کیا خرافات ہو رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہم تجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ہم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا ہے۔اس میں کوئی ایسا فلسفہ نہیں ہے۔

اب دیکھو ایک امام ہیں وہ ذرا سخت مزاج ہیں۔گھر بیوی سے بھی لڑتے ہیں باہر آ کے فلسفی بن جاتے ہیں۔اس کا کیا کریں؟ اس کا کوئی علاج نہیں۔وہ انٹرنلی خود اپنی طرف سے ایک غلط opinion رکھتا ہے۔اور بڑے بڑے rigid لوگ ہیں مگر وہ مذہب کی وجہ سے نہیں ہیں۔مذہب تو rigidity کے خلاف ہے۔مذہب تو کسی ظالم اور سرکش کا ساتھ ہی نہیں دیتا۔مگر انسانوں کے بھی temper ہوتے ہیں۔ایک گھر میں تین بھائی ہیں۔ایک سخت ہوتا ہے۔ایک نکما ہوتا ہے۔ایک نرم ہوتا ہے۔تو یہ ہیومن ڈیفرینسز ہیں۔اس کی بنا پر وہ آگے آئیڈیاز چنتے ہیں۔جو سخت ہے وہ کہے گا ہاتھ کاٹ دو۔جو نرم ہے وہ کہے گا انگلیاں کاٹ دو باقی چھوڑ دو۔جو بہت ہی نرم ہے وہ کہے گا یار معاف کر دو۔تو so these problems can't be included. جو ریجڈ فقہ ہے اس میں شامل نہیں ہیں۔ہاں اگر واضح طور پہ قرآن کا یا اللہ کا کوئی حکم ہو تو وہ حرام ہے۔جیسے شراب کا حکم ہے۔بڑے بڑے عالم اس کی صفائی پیش کرتے ہوئے

نظر آتے ہیں۔تو میں کہتا ہوں تم اجازتیں طلب کرتے ہو حالانکہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس کے بارے میں اللہ نے ایک بڑا سخت جملہ کہا ہے۔اے لوگو دیکھو شیطان تم میں فتنہ ڈالتا ہے اور شراب کے ذریعے تم کو علیحدہ کرتا ہے تو کیا تم شیطان کی مدد کرو گے یا تم خدا کا کہنا مانو گے:"فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ "{المائدۃ:91} تم باز آؤ گے کہ نہیں۔اگر اللہ کا انداز دیکھو تو یہ اتنا سخت جملہ ہے جب وہ کسی مسلمان سے کہتا ہے کہ یہ کارِ شیطان ہے۔تم نے باز آنا ہے یا نہیں؟ مجھے سوچ کہ بتاؤ تم بطور مسلمان کیا کہو گے؟ میں نہیں باز آنا؟ جو مرضی کرلو؟اس قسم کی باتیں آپ کو زیادہ توجہ سے سننی چاہئیں' چہ جائیکہ معمولی مسائل کو ہم بڑے ایشو بنالیں۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم المومنینؓ کے گھر میں اُن سے دوڑ لگائی۔اس وقت ان کا جسم ہلکا تھا۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیت گئے۔کچھ سال بعد ایک بار پھر کہا یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوڑ ہو جائے۔ اب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑے (عمر رسیدہ) ہو چکے تھے۔فرمایا رہنے دو۔اُم المومنینؓ بضد تھیں۔ انہوں نے ایک دفعہ شکست کھائی ہوئی تھی۔کہا حضرت ہو جائے؟ حضرت عائشہؓ ذرا صحت مند تھیں' جیت گئیں۔جب جیت گئیں تو فرمایا اچھا ہوا تم جیت گئیں ورنہ تم نے کہاں جان چھوڑنی تھی۔تو وہاں بھی اتنا اچھا سا ماحول تھا۔وہاں کوئی سختی نہیں تھی۔ہاں جب اللہ کا نام آتا تھا تب مسلمان original commitment نبھاتے تھے۔یہ tolerate کر لیا،وہ کر لیا اب no more ان کی سب سے اعلیٰ کمٹمنٹ تھی اور اس کی base یہ تھی کہ خدا کے علاوہ وہ ہر چیز کی کمٹمنٹ پہ آسان تھے مہربان تھے۔مگر جہاں اللہ کا حکم آیا وہاں نہ خود کوئی آسانی لیتے تھے نہ دوسروں کو دیتے تھے۔ that`s what our attitude should be and we should understand who is our right priority. ہم تو خاندان میں لڑ رہے ہوتے ہیں' نہ بڑوں کا احترام نہ چھوٹوں کا لحاظ۔برادریوں کے میچ چل رہے ہوتے ہیں۔ہم نے تو زندگی کو بہت مشکل بنایا ہوا ہے بہت مشکل I pray that you may come out from all these obsessional rules, come towards God and stay normal and stay with God. انشاءاللہ آپ کے گھروں میں بھی رحمت آئے گی۔

سوال: ایک صاحب آکسفورڈ سے آئے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اسمِ اعظم کے بارے میں

تفصیلاً بتائیں۔
جواب: ویسے تو میں آکسفورڈ جا رہا تھا بہتر ہوتا آپ وہیں پوچھ لیتے (مسکراتے ہوئے) اسمِ اعظم کے بارے میں سب سے خوبصورت بات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تُو اگر کوئی اسمِ پروردگار ایسے کہے کہ اس کے علاوہ تیرے دل میں کچھ نہ ہو تو وہ اسمِ اعظم ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن میں اسمِ اعظم سورۃ طٰہٰ اور سورۃِ بقرۃ میں ہے۔ سورۃ بقرۃ میں جو اسم ہے: "اللّٰهُ لآ إِلَٰهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ" مگر ایک اور اسم ہے جو اس کے parallel کھڑا ہے۔ بہت بڑا اسم ہے یہ دراصل دو اسمائے الٰہی ہیں۔ اس میں ایک کے تحت امورِ ثمانیہ ہیں اور دوسرے کے تحت امورِ انتظامیہ ہیں۔ ایک constructive universe کا اسم ہے اور ایک executive universe کا اسم ہے۔ اور executive کی چونکہ اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے ایک اگر شخص پی ایچ ڈی کر کے آئے تو تھانیدار بننا پسند نہیں کرتا، ہم اکثر کہتے ہیں۔ اس لیے لوگ executive کے اسماء کو اسمِ اعظم کہتے ہیں۔ جو فیکٹ نہیں ہے۔ فیکٹ دوسرا ہے۔ وہ اسم ہے: "وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ○ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ" {البقرۃ:163-164} یہ اسمِ اعظم تمام کا تمام تخلیق کا ہے۔ اسی سے خدا نے زمین و آسمان بنائے۔ اسی سے اللہ نے بادلوں کو مابینِ آسمان ٹھہرایا۔ اسی سے گردشیں طے ہوئیں۔ اسی سے حضرتِ سلیمانؑ کو ہواؤں کی تسخیر عطا کی گئی۔ تو یہ تخلیق کے آٹھ پہلوؤں کو cover کرتا ہے۔ یہ اسمِ اعظم ہے۔ اور دوسرا بھی اسمِ اعظم ہے۔ اس میں بھی آٹھ صفتیں ہیں مگر وہ executive ہے اور اس میں پریکٹیکل چیزیں ہیں: "اللّٰهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ" اور جو مالک ہے جو حکمران ہے: "لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ" اُس کے لیے سونا مناسب نہیں ہے "لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ" {البقرۃ:255} اسی کا ہے جو کچھ ہے۔ تمام آیت الکرسی کی جتنی صفات ہیں وہ حکمران کی صفات ہیں۔ اور جو دوسرا میں نے آپ کو بتایا اُس کی تمام صفات تخلیق کار کی صفات ہیں۔ یہی دو تمام اِسمِ اعظم ہیں۔ یہ طریقہ ہے، آپ

دونوں پڑھ لیا کرو تین سو بار۔کیا پتا آپ کے گھر میں فرشتے house cleaning کے لیے آ جائیں۔فرشتے زمین پہ اُتر آتے ہیں۔آپ سے ملنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔

پچھلے لیکچر میں مَیں نے آگے بڑھنے کے لیے ایک نکتہ بیان کیا تھا۔قرآن کی تلاوت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کی دو صفات ہیں۔پہلی صفت یہ ہے کہ صبح کا قرآن حاضر کیا جاتا ہے۔صبح کو قرآن پڑھو: "اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" {بنی اسرائیل:78} صبح کا قرآن حاضر کیا جاتا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر خوبصورت پڑھو تو فرشتے باہر نکل کے سلام دعا بھی لے لیتے ہیں۔حضرتِ اُسید کے واقعہ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے بچے کی چار پائی کے پاس قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔پھر میں نے دیکھا کہ آسمان کے کچھ بادل نیچے آ رہے ہیں۔وہ اتنے نیچے آ گئے کہ میں ڈرا۔انہیں دیکھ کر میرے گھوڑے ہنہنائے تو میں نے ڈر کے سوچا کہیں میرے بچے کو زخمی نہ کر دیں۔میں نے تلاوت بند کر دی۔حضور ﷺ نے فرمایا اُسید وہ ملائکہ تھے جو تیری خوش الحانی اور تیری خوبصورت تلاوت کی وجہ سے زمین پہ اتر رہے تھے،اگر تو تلاوت جاری رکھتا تو یہ بادلوں سے نکل کے تجھ سے مصافحہ کرتے۔

یہ مت سمجھنا کہ وہ لوگ پرانے تھے بڑے تھے،ہمارا لیول چھوٹا ہو گیا ہے۔اس لیے آج آسانی سے بلا سکتے ہیں۔میں بالکل آپ کو یقین سے کہہ سکتا ہوں۔پہلے تو ان پہ زیادہ بوجھ پڑتا تھا۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ پہلے اصحاب دس باتیں کہتے تھے،نو پہ مواخذہ ہوتا تھا،ایک پہ بچت تھی۔اور تم جو بعد میں آنے والے ہو تم اگر دس میں سے ایک بھی مانو گے تو تمہیں اتنا ہی رتبہ ملے گا جتنا پہلے لوگوں کو ملتا تھا۔you are lucky people. آپ وہ نسل ہیں جن کی وجہ سے چشمانِ مبارک رسول ﷺ سے آنسو نکل آئے،بیٹھے بیٹھے آپ ﷺ رو پڑے۔اصحابؓ کی جان پہ بن آئی۔کہنے لگے حضور ﷺ ہم سے کوئی ایسی غلطی ہوئی؟ فرمایا نہیں۔پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو کیسے؟ فرمایا میں ان لوگوں کا سوچ کے رو پڑا ہوں جو میرے بہت دیر کے بعد آئیں گے،نہ انہوں نے مجھے تمہاری طرح دیکھا ہو گا نہ سنا ہو گا مگر تمہاری طرح ہی مجھ سے پیار رکھیں گے۔at least ایک عادت اپنا لو۔اللہ کے رسول ﷺ نے ایک معیار رکھا ہے۔پوچھا پتا ہے تمہیں ایمان سب سے میٹھا کیسے ہوتا ہے؟ یعنی حلاوتِ ایمان کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیسے؟ فرمایا خدا کے ساتھ شریک کرنا اتنا برا جانو جتنا کوئی بہت بڑی آفت میں دخل

دینا' اللہ کو شریک بنانے سے مکمل پرہیز کرو۔ دوسرا مجھ سے تم اتنا اُنس رکھو کہ کسی اور شے میں تمہارا دل نہ لگے۔ اور تیسری بات کفر کو پلٹنا اتنا برا جانو جتنا سانپ کے سوراخ میں ہاتھ ڈالنا پھر اُس ایمان کا مزا ہی اور ہے۔ I can wish you well, particularly in a society where you constantly confronting a match between values and religious integrities. I would advise you that you should define a policy. کہ آپ اپنی نسلوں کو محفوظ رکھنے کے لیے انہیں پرانی داستانیں نہیں سناؤ۔ کیونکہ ملائیت کے پاس there are no such arguments to bring them back اور یہ بچے عذاب کی باتوں سے گھبراتے ہیں۔ آپ خود ہی شیطان کے آلہ کار بن کے ان کے لیے عذاب بن جاتے ہیں۔ ان سے forcibly کلام نہیں ہوسکتا۔ یہ آگے بڑھ کے بہت hate کریں گے آپ کو بھی آپ کے مذہب کو بھی۔ ان کو ایسی محبت اور شناسائی اور لطافت بخشو کہ یہ سمجھیں ہمارے باپ میں ہماری ماں میں یہ حسنِ کرم جو ہے یہ مذہب کی وجہ سے ہے اسلام کی وجہ سے ہے۔ and out of this stream of religion there is no kindness. اب آفات کا زمانہ ہے' یہ کرم کی جو چادر پوری کائنات پہ اللہ نے بچھائی ہے اس کو اپنے اوپر بھی تھوڑا سا مسلط کرلو اور بچوں پر بھی۔ I pray to God کہ اللہ اگلی نسل کو ہمارا بنائے نہ بنائے مہدی دوراں کا ساتھی بنائے، زندگی بخشے۔ افادیت سے جو لکھا ہے وہ لکھا ہے۔ جو انجام اس سوسائٹی کا ہے وہ بھی لکھا ہے۔ جو انجام ہمارا ہے وہ بھی لکھا ہے۔ اس میں اللہ کی طرف سے کوئی رسوائی نہیں ہے۔ اس نے لکھ دیا ہے کہ میرے دوست اگر پریشان نہ ہوں اُداس نہ ہوں "وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ "{آل عمران:139} تم ہی غالب ہوا گر ایمان والے ہو۔

سوال: Who is your favourit philospher?

جواب: میں نے بہت فلسفیوں کو پڑھا ہے۔ شروع سے ہی میں طبعاً فلسفے کی گود میں رہتا تھا۔ بلکہ میرے ماں باپ مجھے فالتو قسم کا فلاسفر سمجھتے تھے۔ اگر سچ پوچھو تو مجھے فلسفے سے اتنی دلچسپی نہیں تھی۔ ایک چیز میں تھی کہ سچ کیا ہے؟ ہمارے زمانے میں فلسفہ بھی بڑا تھا، جادوگری بھی بڑی تھی۔ I was in a way a student and master of all occult. تو میں سوچا

کرتا تھا کہ ان ساری چیزوں کے باوجود مجھے یقین نہیں تھا there was no truth in any branch occult. I knew the rules all occult of sciences آپ لوگ رُولز نہیں جانتے I knew the rule of palmistry so I would not say they are right. آپ کو بھی بتاؤں گا تا کہ آپ بہت سارے فراڈ سے بچ سکو۔ ہمارے اعتبارات میں بہت سارے مسائل حائل ہوتے ہیں۔ just like you are standing in a bus stop and bus is late ہم کہتے ہیں bus is late today اگلے دن بس پھر لیٹ آتی ہے تو آپ کہتے ہیں بس پھر لیٹ ہے۔ اگر تیسرے دن پھر بس کے انتظار میں ہیں اور بس لیٹ ہے تو آپ کہیں گے it is always late. whereas you were not standing there for previous seven days اور ان سات دنوں میں بس ٹائم پہ آ رہی تھی۔ یعنی انہی تین دنوں میں بس لیٹ آئی ویسے ٹھیک تھی۔ تو most of our beliefs are like this, if you go to palmist and he points out some facts about your personality. ان میں شاید ایک یا دو اگر صحیح بھی ہوں تو آگے ساری باتیں غلط ہوں گی۔ اس کے علاوہ ان میں کچھ پسند کی باتیں ہوتی ہوں گی کچھ ناپسندیدہ۔ اگر اس نے پسندیدہ بات بتا دی تو ٹھیک اور اگر اُس نے ناپسند باتیں بتا دیں تو پھر سارے کا سارا علم ہی غلط ہو گیا۔ ایک اور بات ہوتی ہے۔ a student and teacher must remember this line; یہ انسانی نفسیات ہے کہ a willing suspension of disbelief, when you willingly suspend your disbelief you start believing every stupid thing. اگر آپ نے اپنا criticism معطل کر دیا، چیک اَپ معطل کر دیا تو آپ آسانی سے اس کا شکار ہو جاؤ گے۔ آپ اخباروں میں جادو وغیرہ کے اشتہارات دیکھتے ہوئے یہ سارے کا سارا علم اِس اُصول کے تحت ہے۔ you start believe because you willingly suspend your disbelief. اگر آپ کا disbelief سلامت ہے تو آپ پر ایسی کوئی فضول چیز اثر ہی نہیں کرتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا جو شگون نہیں لیں گے۔ جو guess نہیں لگائیں گے۔ خدا پہ اتنا یقین ہوگا صاف ستھرا۔ کہا گیا کہ اچھا شگون اگر چہ اللہ کی طرف سے ہو مگر جب بھی تمہارے دل میں وسوسہ آئے اس کے اُلٹ کرو۔ whenever you face fear and frustration do exactly against such ideas, this is only because of obsessional thoughts. اور وسوسہ کا ایک ہی علاج ہے اگر وسوسہ آئے کہ اُدھر نہ جانا تو آپ ضرور جا کے دیکھو۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایڈوائس ہے۔ اگر کوئی مریض کہے جا رہا ہے میرا بازو کمزور ہے یا schizophrenic ہیں psychotic ہیں سارے کے سارے bipolar disorder کا شکار ہیں۔ if they start doing exactly what prophet said اُس کے خلاف سوچنا شروع کر دیں گے تو they will get relief definitely. اس لیے میں فلسفے میں سچائی کی تلاش میں نہیں تھا بلکہ سچائی کی تلاش میں تھا۔ frankly میں مہاتما بدھ کے درخت تک آ گیا تھا۔ مجھے ویسے مہاتما سدھارتا بدھا بہت پسند ہیں He is very much like our Prophet جو رولز اور گائیڈنس مہاتما کی ہے وہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہے۔ اور کچھ اس وجہ سے بھی مجھے پسند ہیں جب ان کی موت کا وقت تھا تو ان کے پیروکار ''نندا'' نے جوان کے ساتھ تھا پوچھا اے اُستاد کیا آپ آخری استاد ہیں؟ تو انہوں نے کہا نہیں، میں آخری اُستاد نہیں ہوں۔ تو اس نے پوچھا پھر وہ آخری کب آئے گا؟ تو انہوں نے کہا میں نہیں جانتا ہو سکتا ہے جلدی آ جائے۔ تو نندا نے کہا کہ کیا میں اُسے پاؤں گا۔ تو انہوں نے کہا میں کچھ کہہ نہیں سکتا ہو سکتا ہے دیر لگ جائے۔ تو پھر آخر میں نندا نے پوچھا کہ اے اُستاد میں اُسے پہچانوں گا کیسے؟ کہا وہ مترا ہے۔ سنسکرت میں مترا کا ایگزیکٹ مترادف لفظ جو ہے رحمت ہے۔ He knew, he was sure that after him the Prophet of God would be known by the greatest aspects of rahmat.

میں نے مہاتما کے بارے میں پڑھا، شروع شروع میں جین مت بھی پڑھا مگر سچی بات یہ ہے کہ جب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے واسطہ پڑتا ہے تو سب حقیقتیں خواب و خیال ہو جاتی ہیں۔ جو عقل کے واسطے ہیں whatever Prophet did and

saidوہ بڑی عجیب وغریب باتیں ہیں، ان میں عقل کی اتنی delicacies ہیں آج بھی ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ بہت سارے علوم ایسے ہیں جو حضور ﷺ سے نکلے ہیں۔ ایک ایک لفظ ایک ایک جملے سے علم پھوٹتا ہے۔ جب ابنِ صیاد کی ماں آئی اور اُس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرا بیٹا پتا نہیں کیا اُوٹ پٹانگ باتیں کرتا رہتا ہے۔ آپ ﷺ اُس کو دیکھیں کہ مرض کیا ہے اور اِس کا کیا علاج ہے؟ تو حضور ﷺ گئے اور اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر ابنِ صیادؓ کی ماں نے اُسے الرٹ کر دیا، مبادا کہ کوئی کوئی گستاخی نہ کر بیٹھے۔ جب اُسے الرٹ کیا تو حضور ﷺ نے ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ آج اگر تو اِسے خبردار نہ کرتی تو میں اِس کی باتوں سے اِس کا مرض جان لیتا۔ particularly this was the first psycho analytical sentence. آج کل جدید نفسیاتی طریقہ علاج میں یہی ہوتا ہے کہ آپ ڈیٹا لے کر مریض کی باتیں سن کے مرض کا اندازہ لگاتے ہیں۔ بہت ساری ایسی باتیں ہیں کہ آپ ﷺ کے شرف کے حضور ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔ محبتیں اپنی جگہ مگر علمِ معرفت اپنی جگہ He is really a greater personality. میرے نزدیک ہی نہیں fundamentally جو بھی انصاف کرے گا وہ ان کو سب سے بڑا انسان پائے گا۔

سوال: میں ایک سوال آپ سے کر رہا ہوں جو بہت متنازع ہے۔ بخاری میں ہے کہ جب یہ گفتگو کہیں ہو تو اُٹھ کے چلے جاؤ but unfortunatlly the argument we are facing یہ سوال اکثر پوچھا جاتا ہے۔ آپ Prophet کی بات میں کچھ ایڈ تو نہیں کر سکتے ہیں مگر شاید آپ کچھ وضاحت کر سکیں۔ دس سال کے بچے نے سوال پوچھا ہے کہ خدا کیسے وجود میں آیا؟

جواب: بہت ہی خوبصورت سوال ہے۔ بیٹے بات یہ ہے کہ آپ نے بڑی دور کی رسائی کی۔ شاید اُس کا تو آپ کو پتا نہ ہو، درخت کا تو پتا ہے بادام کا تو پتا ہے، اصل میں اس دنیا میں جگہ مستند ہے مختصر ہے مقرر ہے۔ ہمیں پتا ہے کہ یہ ساری جگہیں فکسڈ ہیں پھر بھی میں اگر کسی سے سوال کروں کہ کیکر کہاں سے آیا اور فلاں درخت کہاں سے آیا تو end پہ جا کے ہمیں اگنورنس سے واسطہ پڑتا ہے کیونکہ first cause is totally unknown حالانکہ پہلا اصول جو فلسفہ کا ہے کہ فرسٹ کاز uncaused سے cause ہے مگر وہ غلط ہے۔ کسی بھی چیز کے انجام میں اگر آپ

پیچھے چلے جاؤ۔ مجھے سوال یہ نہیں پریشان کرتا کہ خدا کہاں سے آیا۔ مجھے سوال یہ پریشان کرتا ہے کہ پندرہ ہزار سینٹی میٹر شدت کی آگ میں زندگی کا سیل کیسے پیدا ہوا؟ بچے کو ذرا کنونس کر کے دکھاؤ کہ زندگی کا سیل پیدا کیسے ہوسکتا ہے اُس میں؟ سورج سے جدائی کے بعد دو ارب سال زمین جلی اور خاکستر ہو تی گئی ۔ ہم نے تو خود ہی لاء پاس کیا ہوا ہے there is no spontaneous growth. کوئی چیز بھی ازخود پیدا نہیں ہوتی۔ تو پھر اتنے بے شمار سوال پیدا ہوتے ہیں کہ دنیا کا کوئی سکول کوئی اُستاد اِس کا جواب نہیں دے سکتا ۔ یہاں ہمیں ایک چیز کام آتی ہے جب ان سوالوں میں ہم جاتے ہیں اس کو ہم (theory of everything) TOE کہتے ہیں۔ nothing explain everything, nothing except God ہاں اللہ کا نام لے لو پھر وہ آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ نے زندگی پیدا کی۔ اللہ نے آسمان پیدا کیے۔ اللہ نے ہمیں پیدا کیا۔ اللہ نے تمہیں پیدا کیا۔ اللہ نے سوال پیدا کیے۔ اللہ نے جواب پیدا کیے۔ سوائے اللہ کی ذات کے کوئی بھی شخص یہ جواب نہیں دے سکتا اور اب اللہ کیسے پیدا ہوا تو پوچھیں گے جب ملیں گے۔ یہ تو اُس استاد نے جواب دینا ہے جس کے پاس جواب ہے۔ وہ تو کہتا ہے میں ہوں بس آپ مانتے رہو کہ وہ ہے۔ جب اُس کو آپ مان جاؤ گے کہ وہ ہے تو اس سوال کا جواب مل جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال: کسی نے بڑا brave question کیا ہے when we get heavens do we get same family?

جواب: اس پہ بہت لطیفے ہیں۔ بیویاں اکثر یہ کہتی نظر آتی ہیں کہ جان چھوٹ جائے تو اچھا ہے۔ مگر جنت ایک ایسی جگہ ہے جہاں افسوس نہیں ہوگا اور نیچرلی آپ کو بڑی فریڈم ہوگی ۔ بلکہ ایک بڑی مزے کی بات آپ کو بتاؤں ایک دوکان ہے جس کو فیس آف کہا جاسکتا ہے۔ جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا اگر کسی کو اپنی شکل پسند نہ ہوگی، اپنی جنس پسند نہ ہوگی، اپنی باڈی پسند نہ ہو گی تو اس دکان میں جائے گی یا جائے گا اور وہاں دس منٹ کے بعد فرسٹ کلاس قلوپطرہ بن کے باہر آجائیں گی ۔ تو میرا خیال ہے اگر جنت کے بارے میں اگر کوئی کوفت اور اذیت کا سوال آ جائے تو آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ جنت ایک ایسا مقام ہے جس میں خدا کا یہ وعدہ ہے کہ کوئی کوفت نہیں ہوگی کوئی اذیت نہیں ہوگی۔ so woman will have what would she

اگر دونوں کی پسند want or men will have what they would want. اکٹھی ہوگی تو دونوں اکٹھے ہوں گے۔

سوال: سر خدا کی یاد nostalgic feelings کیوں پیدا کرتی ہے؟

جواب: میں ابھی شعر سناتے سناتے آپ کو پلٹ گیا تھا کہ محبتیں فراق سے ہوتی ہیں، جدائیوں سے ہوتی ہیں۔ اگر دیکھنا ہو کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے تو علیحدہ ہو جاؤ اور دیکھو کون زیادہ یاد آتا ہے۔ جو زیادہ یاد آئے گا تنہائی میں اُسی سے آپ کو محبت ہوتی ہے۔ محبت' یاد ہے۔ اِسی لیے وہ شعر تھا جو میں آپ کو سنا رہا تھا کہ

چیست حیاتِ دوام سوختنِ ناتمام

کہ ایک مستقل زندگی مسلسل جلنے میں ہے آرزو کرنے میں ہے۔ اس لیے وصال کو کوئی بھی شاعری نہیں سمجھتا۔

در دلِ خیش طاہرہ گشت وگرد نہ دید جز ترم

قرۃ العین طاہرہ کہتی ہے کہ میں نے اپنے دل میں بہت جھانک کے دیکھا ہے تیرے سوا کسی کو نہیں پایا۔

از پئے دیدن رخت ہم چوں صبا فتادہ ایم

تیرے چہرے کو دیکھنے کی خاطر میں ہوا کی طرح گرتی پڑتی جاتی تھی۔

شہر بہ شہر در بہ در کوچہ بہ کوچہ کو بہ کو

تو اصل میں محبت آوارہ گردی کا نام ہے۔ اور اگر گشت وگرد کا کوئی انجام نہ ہو تو آپ مل تو سکتے ہی نہیں ہو۔ اس لیے یہ مسافرت ہے۔ اپنے باطن سے نکل جانے کا نام ہے۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ ہر شخص پہ اِس کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ البتہ جس قسم کی محبت آپ فلموں میں دیکھتے ہیں وہ بہت کم پائی جاتی ہے۔ اگر آپ سچ کہو تو میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی محبت میاں بیوی میں ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں جتنے بڑے تعویذ ہیں محبت کے ہیں۔ جیسے آپ کو پتا کہ شاہ جہاں کے تاج محل کے بارے میں کیا کہا a lyric in stone, a dream in marble, and finest monument of conjugal love and finality. ہم نے بہت سارے افسانے پڑھے' محبتوں کے جو ٹاپ افسانے ہیں وہ میاں بیوی کی محبت میں ہیں۔ ظاہر

ہے وہ آج کل نہیں create کی جا سکتی' مشکل ہے۔ اپنی زندگی میں مَیں نے ایک ہی عورت دیکھی ہے I am really impressed by her اس کے شوہر نے دوسری شادی کر لی تھی۔ میں سمجھتا ہوں میں نے اسے بیوی کے طور پہ نہیں دیکھا۔ میں نے اسے مسلمان عورت کے طور پہ دیکھا۔ I was shocked میں نے پوچھا تمہیں دکھ نہیں ہوا تمہارے خاوند نے دوسری شادی کر لی؟ اس نے کہا پروفیسر صاحب جس کام کی اللہ نے اُسے اجازت دی میں اُسے کیسے روک سکتی ہوں۔ یقین کرو مجھے اس کی بات اتنی اچھی لگی میں اُس سے بہتر مسلمان عورت ہی نہیں دیکھی۔ تو یہ جذبوں کی دنیا ہے۔ یہاں کس کی سنتے ہو؟ کس کی مانتے ہو؟ کہاں تک یہ رسائی جاتی ہے؟ اسی پہ سب منحصر ہوتا ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ ہمیں ایک نہ ایک قانون ضرور ماننا چاہیے' ہو سکتا ہے ہم سارے نہ مان سکتے ہوں۔ but my advise is کہ ایک آدھ قانون اللہ کا ضرور مان لیا کرو اور تھوڑی سی یاد اُس کی ضرور کیا کرو۔ ایکچوئلی اس نے ہمیں بنایا ہے He has thrown a ball in our court اُس نے کہا جاؤ عقل دے دی، بندہ بنا دیا اب مجھے بتاؤ کیا کرو گے؟ جب آپ اُسے یاد کرتے ہو ناں تو بقول غالب کہ

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روز گار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

اے اللہ جب زندگی دی مصائب دیے اور when you threw ball in my court I accepted it and always tried to respond accordingly. تو میری خواہش ہے کہ آپ یہ complement اللہ کو لوٹا دو گے کہ تو نے زندگی بخشی ہے، بچے بخشے، عزت بخشی سب ٹھیک ہے مگر ہم بھی تیرے خیال سے غافل نہیں رہے۔

سوال: کیا عورت کے لیے جائز ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے لیے اپنا آپریشن کرا لے تا کہ مزید بچے نہ ہوں؟

جواب: بھئی اس میں جن کی ذمہ داریاں ہیں وہی ذمہ دار ہیں۔ اس میں خاوند ذمہ دار ہے گھر والے ذمہ دار ہیں۔ بعض اوقات بیماری بھی وجہ بن سکتی ہے۔ جب کوئی تھوڑے بچے چاہتے ہیں زیادہ نہیں چاہتے تو یہ چوائس مشترکہ ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ it's singularly woman's choice. جب زندگی مشترکہ ہوتی ہے تو چوائس بھی مشترکہ ہوتی ہے۔

ڈاکٹر جلیل صاحب: مجھے پروفیسر صاحب کا ایک جواب یاد ہے کہ جب life fertilize ہو جائے یعنی egg فرٹیلائز ہو جائے تو اُس کے بعد اس کو ضائع کرنا بغیر اس کی معقول طبی وجہ کے مناسب نہیں۔

سوال: اہلِ بیت کون ہیں؟

جواب: دیکھیے اہلِ بیت کی پہچان کوئی بڑا مسئلہ نہیں۔ اس میں there are categories, some are very close some are far off. کچھ بیچ میں آتے ہیں۔ اگر آپ ٹیکنیکل گراؤنڈ پہ جاؤ تو بیٹیوں کے جو بچے ہوتے ہیں Unless you are instructed to believe so. یہ اہلِ بیت میں نہیں آتے۔ نسلیں جو ہوتی ہیں وہ باپ سے چلتی ہیں۔ مگر جو ہمارے آقا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے ہیں۔ خدا نے ان کو بڑی اہمیت دی' ان کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی اہمیت دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کہا اگر میرے کوئی احسانات چکانا چاہتے ہو تو میری اولاد کے ساتھ محبت رکھو۔ جیسے فرمایا حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔ تو یہ سٹیٹمنٹس چیزوں کو لیگلائز نہیں کرتیں مگر اس اُنس و محبت کے گریڈ کو ضرور شو کرتی ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بچوں کے ساتھ تھی۔ ویسے آپ دیکھو میں نے چودہ سو برس کے بعد کیا شکریہ ادا کرنا ہے؟ میرے بچوں پہ میری اولاد پہ میری نسلوں پہ اتنے بڑے احسان ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور an answer to a task اگر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچوں سے محبت نہ کر سکوں تو میرا خیال ہے میں بہت ناشکر گزار انسان ہوں گا۔ جیسے ایک آیت میں آیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بچے اکٹھے کیے تو اس چادر میں اُم سلمٰی نے اپنا سر ڈال دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی شامل کر لیں۔ تو فرمایا خاتون تم تو ہو ہی اہل بیت میں شامل۔ اہلِ بیت کی strict definition میں بیوی آتی ہے گھر آتا ہے۔ وہ تو نکل سکتے ہی نہیں۔ جیسے اہلِ بیت کی strict definition میں بیوی بچے نہیں نکل سکتے اسی طرح پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں بھی ہیں، یہ پھر آپ کے اُنس پہ ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہستیوں سے سب سے زیادہ محبت رکھی۔ تو میرا تو خیال ہے کہ ان کو questionable کرنا نہیں چاہیے۔ یہ وہ سوال نہیں ہے کہ درجات پہ کون معتزز ہے اور کون کم ہے۔ یہ سوچ لو کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے کس سے کم ہے۔ بہت سارے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں بہت سوال کرتے ہیں' جیسے اثنا عشریہ بھائی

تھے۔ جیسے اسماعیلی بھائی تھے۔ تو میں نے کہا تمہیں کیا ''ریفر'' پڑا ہوا ہے۔ مجھے تو ایک واقعہ کا پتا ہے اس کے بعد مقامِ علیؓ کے بارے میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہوا کہ حضور ﷺ جب خیبر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے تو تو آپ نے علم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ایک جملہ بولا تھا۔ وہ حدیث میں ہے اور میرا خیال ہے جو شخص اُس جملے کو پڑھے گا وہ حضرت علیؓ کے منصب سے آگاہ ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج علم اُس کے ہاتھ میں دوں گا جس کو اللہ اور رسول ﷺ سے بڑی محبت ہے اور جس سے اللہ اور رسول ﷺ کو بڑی محبت ہے۔ اب بتائیں پہلے حصے کو تو اگنور کیا جا سکتا ہے یہ دوسرے حصے کو کیا کیا جائے؟ یہ ہو سکتا ہے مجھے بھی بڑی محبت ہے لیکن یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ علم آج اُس کے ہاتھ میں دوں گا جس کو اللہ اور رسول ﷺ سے بڑی محبت ہے اور جس سے اللہ اور رسول ﷺ کو بڑی محبت ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں یہیں رہنا چاہیے۔ احترام میں محبت میں اتنے خوبصورت لوگ تو کہیں پیدا ہی نہیں ہوئے۔ ہم ان میں بد صورتیاں کیوں ڈھونڈتے ہیں؟

سوال: کسی آنے والے زمانے میں جب انسان زیادہ curate ہو جائے گا تو کیا ہم سے intellectual reasoning چھین لی جائے گی؟

جواب: جی! certainly یہ ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا لوگ زوال پذیر ہوں گے اسی طرح بتوں کی طرح gradually یہ ہوگا۔ اور قرآن اٹھا لینے کا مطلب یہ ہے کہ سوچ تفکر تدبر اور خدا کی معرفت ختم ہو جائے گی اور اس کے علاوہ جبلی اقتدار کو بڑا عروج ہوگا کہ سڑکوں کے کنارے open animal act سارے وہ اب شروع بھی ہو گئے ہیں۔ تو ایک جو بات بڑی امپورٹنٹ ہے ہولے ہولے جیسے انسان نے ترقی کی تھی ایسے ہی ہولے ہولے اس کی mental faculties کا زوال شروع ہوگا۔ probably with one atomic war or shell shock is going to reduce the quantity of brain. اور اسی کی وجہ سے انسان لوئر تھالس تک آ جائے گا۔ آپ دیکھیں ایک اور حادثہ بھی دماغی مدتیں کم کر دیتا ہے کہ the doctor who operated case یہ کافی دیر کی بات ہے جو اس نے ایک رزلٹ بتا دیا۔ اس نے ایک سو اٹھائیس experiments کیے ہیں soone finding was کہ تمام لوگ جن کے اس نے آپریٹ کیے تھے ان کے cerebrum

squeeze ہو گئے تھے۔ that were toldاس مرض کا ایک سب سے بڑا نقصان ہے جتنی تعداد میں بڑھے گا اتنے مریض زیادہ ہوں گے۔ اس لیے یہ بھی ایک بہت بڑا لمحہ عذاب نظر آتا ہے کہ اگر خدانخواستہ ہمارے اندر نسلوں میں یہ عادت پڑ گئی تو یہ سمجھو کہ automatic squeezing ہونی شروع ہو جائے گی اور انجام اس کا بھی یہی ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ

توبہ

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا(الاسراء:80)

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ(الصّٰفّٰت:83-180)

خواتین وحضرات! آج کا موضوع اس لحاظ سے بہت دلچسپ ہے کہ جب بھی ہم کسی انسٹیٹیوشن کو پرکھتے ہیں تو پہلے خیال آتا ہے کہ انسٹیٹیوشن پیدا کیسے ہوا اور کہاں سے ہوا؟ کیسے اس کو پذیرائی ملی؟ کیسے کتابِ علم کا حصہ بنا؟ کیسے یہ احساسِ انسان میں ڈھلا؟ ابن ماجہ کی حدیث ہے میں نے بہت ساری چیزیں پڑھیں۔ بہت ساری چیزوں کی لطافت رہ گئی۔ بہت سارے کھانوں کے ذائقے رہ جاتے ہیں اور آدمی ان کو مدتوں یاد کرتا ہے۔ مگر جب سے میں نے یہ حدیث دیکھی ہے میرے دل سے اس کے جملوں کی لذت نہیں جاتی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوامع الکلم ہیں۔ قلم اور کلام یہ دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ مگر بہت ساری علمیت ہونے کے باوجود کلام میں بلاغت نہیں آتی، فصاحت نہیں آتی۔ بڑے بڑے دانشور بڑے بڑے عالم، بڑے بڑے پی ایچ ڈی بہت پڑھے لکھے ہوتے ہیں مگر کلام میں بلاغت نہیں آتی۔ تو مجھے یاد ہے ایک دفعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کے دروازے کے سامنے آئے تو ایک جملہ کہا یقین جانو اس جملے

کی لذت میرے ذہن سے گئی نہیں۔ایسی سرزنش ایسی فہمائش ایسا حسنِ تکلم کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''بری ہے ڈرائے گئیوں کی سحر۔'' چھوٹا سا جملہ۔جب خیبر کے سامنے یہودیوں کے دروازے کے سامنے اترے اور صبح اُٹھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''بری ہے ڈرائے گئیوں کی سحر۔'' اتنا کمپلیٹ اور اتنا مختصر جملہ۔اور خواتین وحضرات جب انسان کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام بنی آدمؑ خطا کار ہیں مگر سب سے اچھا خطا کار وہ ہے جو توبہ کرتا ہے۔ انسان ایک چھوٹی سی خطا کر کے کتنے مایوس حالات سے گزرتا ہے۔کتنی اداس راتوں سے گزرتا ہے۔کتنی متردّد صبحوں سے نکلتا ہے۔کیا اس کے لیے یہ حدیث کافی نہیں کہ تمام بنی آدمؑ خطا کار ہیں مگر سب سے اچھا خطا کار وہ ہے جو توبہ کرتا ہے۔

توبہ ہے کیا؟ اس کا انسٹیٹیوشن آپ کا ہے؟ کس کا ہے؟ تاسّف کو رنگ دینا توبہ ہے۔ تاسّف کا کچھ نکاس کچھ شرمندگی، کچھ عذر چاہیے۔غالباً یہ عذر یہ مفاد کا جو عمل ہے اس کے کسی بھی بیرونی پیرائے کو توبہ کہتے ہیں۔مگر یہ آیا کہاں سے؟ بڑی پرانی بات ہے ابدالآباد میں حضرت آدمؑ جب علم کی بنیاد پہ ڈکلیئر کر دیے گئے کہ یہ خلیفۃ اللہ ہیں زمین اور آسمان میں۔یہی وہ نائبِ سلطنت ہیں تو پھر جس کے پاس کچھ اقتدار ہو، کوئی تھوڑی سی عزت ومنزلت ہو اس کے حریف بھی بڑے ہوتے ہیں۔تو شیطان نے بہت زور لگایا بہت ساری اور مخلوقات نے بھی چاہا ہوگا یہ کہاں سے کہاں آگیا ہے۔یہ مٹی یہ خاک کا ایک تودہ جسے زمین سے اگایا گیا ہو۔یہ ناگہاں کیا بات ہوئی تھی کہ یہ ہم آسمانی مخلوق پہ غالب آگیا؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں فتویٰ دے دیا کہ یہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔پھر اعتراضات ہوئے علمی مقابلہ ہوا "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ" {البقرۃ: 31} دس بیس ہزار برس گزر گئے تختی لکھنے میں پھر اللہ نے ملائکہ کو بلایا۔جنات کو نہیں بلایا۔جنات اس وقت ملائکہ میں شریک تھے۔ابلیس لعین سردارِ ملائکہ تھا، آرچ اینجل تھا اگرچہ جن تھا۔تو اس مشترکہ مخلوق کو بلایا گیا اور کہا سناؤ تمہیں جو ہم نے تختی دی تھی کیا بنایا؟ تمہیں بھی دی تھی کیا بنایا؟ فرشتے بڑے سادہ سے بڑے ٹروتھ فل سی مخلوق تھے، وہ شیطان کا مکر وفریب تو نہیں جانتے تھے، ان کا ایک سادہ سا اعتراف آیا کہ اے پروردگارِ عالم ہمیں تو کچھ پتا نہیں ہے' ہمیں تو صرف اتنا پتا ہے جتنا تو ہمیں بتا دیتا ہے۔اس سے زیادہ ہمیں کچھ پتا نہیں۔اگر ہم آپ

کے دور میں اس کو جج کریں تو انہوں نے یہ کہا کہ O Lord God we are simple computers. اب ایک کمپیوٹر ہے ایک دماغ ہے جو کچھ بھی ہے اگر آپ نے اس میں سم نہیں ڈالا ہوا ایک نام ڈالا ہی نہیں ہوا تو کہاں سے آپ کو جواب دے گا؟ اگر آپ سے پوچھ لیا جائے کہ جنگِ پلاسی کب ہوئی تھی؟ تو ایک سمپل سا آپ جواب دیتے ہو never read it, never known it ہمیں تو پتا ہی نہیں ہے۔ ہاں کوئی ہسٹری کا سٹوڈنٹ ہوگا تو وہ اُٹھ کے جواب دے دے گا کہ جی جنگِ پلاسی کا یہ سن تھا۔ مگر جس نے اپنے ذہن میں نہیں ڈالا ہوا وہ کبھی جواب نہیں دے سکتا۔ ملائکہ نے سیدھا سادہ سا جواب دیا کہ اے پروردگارِ عالم simulation تو تُو نے دی نہیں۔ ہمیں اشیاء کو بنانا بگاڑنا سنوارنا تو سکھایا ہی نہیں۔ ہمارے پاس تو میموری ہے ہی نہیں۔ ہم تو ایک وقتی لمحاتی بات پہ کام کرتے ہیں۔ ہمارے امپریشنز تو صرف ان احکام تک محدود ہوتے ہیں جو ہمیں ڈے ٹو ڈے سرو کرتا ہے۔ so even after ten thousand or twenty thousand years ملائکہ کو اس تختی سے کچھ نہیں ملا۔ "قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَآئِهِمْ" {البقرۃ:33} اے آدم تو نے کیا کیا اسماء کا؟ پھر کیا تھا یوں لسٹ شروع کی گنانے کی' اس نے تختی کو زمین و آسمان میں پھیلا دیا تھا۔ ہر چیز کا نام رکھ لیا تھا۔ ان اسماء سے ہر چیز کی شناخت پیدا کر لی تھی۔ تو پروردگا بڑے خوش ہوئے، بڑے نازاں ہوئے اس تازہ ترین مخلوق پہ اور کہا میں نہیں کہتا تھا "قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ" {البقرۃ:33} میں نہ کہتا تھا میں تم سے بہتر جانتا ہوں کہ میں کس کو حق دے رہا ہوں کس کو حکومت دے رہا ہوں کس کو خلافت دے رہا ہوں۔ مزے سے گزر ہو رہی تھی۔ ساتھی بھی ایک آ گیا تھا۔ حضرتِ آدمؑ کی اداسی بھی کچھ کم ہو گئی تھی۔ مگر آخر فتنۂ روزگار تھا۔ اب دیکھئے شیطان نے آ کے کہا میاں ہو تو تم بڑے خوش نصیب اور وارثِ ارض و سما بھی قرار پائے ہو۔ خلیفۃ اللہ بھی ٹھہرائے گئے ہو۔ مگر عمر بڑی تھوڑی ہے۔ تمہیں وقت بڑا تھوڑا دیا گیا ہے۔ جو ہم لوگ ہیں ہم تو کاسناتی مخلوق ہیں' ازلی نہ سہی ابدی تو ہیں ناں۔ ہم نے ابدالآباد تک زندہ رہنا ہے۔ کل کو تیرے بچے بھی ہوں گے تو تم تو اتنی دیر نہیں جیو گے' تم بیچارے مر جانے والے لوگ ہو۔ وہ بیچاری آخر ماں تھی۔ اس کو اپنے بچوں کی بہت زیادہ فکر تھی۔ ابھی آئے بھی نہیں تھے۔ عورت کا ایک یہی مرض ہوتا ہے کہ ابھی خطرہ آیا بھی

نہیں ہوتا اور وہ آگے تک پہنچ جاتی ہے۔ تو اس کو بڑا افسوس، بڑا غم ہوا اور بالآخر شیطان کی اس چال میں الجھے اور بہک گئے۔ غلط سوچ لیا۔ اور وہ درخت کا پھل کھا بیٹھے۔

خواتین وحضرات! پھر اللہ نے آواز دی کہ میرے سامنے اتنی بڑی خطا' اتنا بڑا جرم' یہ تو میں نہیں معاف کر سکتا۔ حضرتِ آدمؑ روئے۔ کہتے ہیں برسوں روئے۔ غم والم میں صدیوں روتے رہے۔ مگر اللہ کو راضی کرنے کا کوئی طریقہ نہیں پتا تھا۔ کچھ پتا نہیں تھا کہ اب میں واپس کیسے جاؤں؟ کیسے میں خدا کو اپناؤں؟ اُدھر اللہ کو بھی یہی پرابلم تھی کہ میں اس کو کیا تحفہ دوں کہ دوبارہ بندہ اور خدا دوبارہ ایک جگہ ہو جائیں۔ تو حیرانی کی بات ہے کہ اللہ نے القا کیے کلماتِ توبہ۔ آدمؑ نے خود سے نہیں دیے۔ آدمؑ نے کوئی توبہ کا لفظ نہیں چنا۔ اللہ نے خود القا کیے کلماتِ توبہ آدمؑ کے سینے پہ۔ تو توبہ کا پہلا سراغ اس وقت ملا جب آدمؑ اتنی بڑی خطا کے مرتکب ہوئے۔ وہ اتنا پریشان تھے کہ سوائے رونے کے ان کے پاس کوئی کام نہ تھا۔ ان کے پاس لفظ نہ تھے۔ خیال کی ترتیب نہیں پا رہے تھے کہ دوبارہ ہمسائیگی پروردگار کے لیے کیا کوشش کرتے۔ عین اس سمے اللہ کو اپنے بندے پہ رحم آیا، بہت ہی کرم آیا، پہ بڑی محبت آئی۔ اور القا کیے کلماتِ توبہ آدمؑ کے سینے پہ۔ تو اس توبہ کے کلمات پہ ذرا غور کیجیے جو آدمؑ پر نازل فرمائے گئے: "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ" {الاعراف:23} جس اللہ نے توبہ کے کلمات حضرت آدمؑ کے سینے پہ نزول فرمائے وہ کیا انہیں قبول فرمانے والا نہ ہو گا؟ آپ میں سے کوئی ایسا سیانا بھی پڑھا لکھا ہو گا کہ وہ اپنے ہی نازل کردہ کلمات کو قبول کرنے سے انکار کر دے؟ کوئی ریزن آپ کو نظر آتی ہے کہ اگر کوئی شخص توبہ کرے گا اور ان کلماتِ عالیہ کے ساتھ جو اللہ نے سینۂ آدم پہ القا کیے اور اس نے چاہا کہ مجھ سے اس انداز میں معافی مانگی جائے اور اس نے چاہا کہ یہ معافی مانگے اور میں معاف کر دوں۔ پھر آپ بتایئے کہ اگر کوئی شخص آج بھی توبہ کرے گا تو کیا اللہ تعالیٰ اس کے کلمات کو قبول نہیں کرے گا؟ وہ اپنے ہی الفاظ کو رد کر دے گا؟ ایسی کوئی وجہ موجود ہے کہ آپ توبہ سے شرمسار ہو جائیں؟ ایسی کوئی وجہ ہے کہ تاسف کے ان کلمات کو اللہ نے آپ کی زبان میں ڈال دیا اور اب اگر وہ کہے جائیں کیا اس میں کوئی grammatical غلطی ہو گی؟ آپ کا کیا خیال ہے وہ جملہ جو اللہ نے سینۂ آدم پہ القا کیا، کیا اس میں کوئی grammatical غلطی ہو گی؟ کیا اللہ نے ہاف چھوڑ دیا ہو گا اس کو؟ یا اللہ کی مرضی ہو گی کہ مزید

چار پانچ شرائط کے ساتھ یہ جملہ بولا جائے؟ سادہ سا تو جملہ تھا" رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ "{الاعراف:23} جملہ آخر میں بڑا امپورٹنٹ ہے "لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ" ہر گناہ گلٹ نہیں پیدا کرتا۔ پاگل نہیں ہوجاتا بندہ خطا کر کے۔ خسارہ ضرور ہوجاتا ہے۔ خسارہ کس میں ہوتا ہے؟" لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ "{التین:3} انسان کو برابر پیدا کیا گیا۔ گناہ وثواب کے بالکل درمیان میں ڈھالا گیا۔ اس کو edge دے دیا گیا "وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا○ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا "{الشمس:8} نفسِ انسان کو بالکل درستگی میں بھیجا گیا۔ اسی پہ تقویٰ الہام کیا گیا۔ اسی پہ خطا کے خیالات بھی الہام کیے گئے۔ اب اس میں اگر دس پندرہ step آپ ادھر ہوجاؤ گے اور غلط جگہ سے گزرو گے یا اچھے خیال کو برے خیال سے مکس کرو گے یا بیرونِ ذات یا خارجی دنیا سے آئے ہوئے symptom کو غلط انٹرپریٹ کرو گے اور اس کا جواب غلط دو گے تو یہ گناہ گلٹ نہیں بلکہ خسارہ پیدا کرے گا۔ آپ نقصان میں چلے جاؤ گے۔ آپ کو دوبارہ بیلنس کی طرف پلٹنا ہوگا۔ اسی لیے قرآنِ حکیم نے گناہ کی بجائے لفظِ خسارہ استعمال کیا:" رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ "{الاعراف:23} اگر تو بخشے گا نہیں اور اگر تو ہماری مغفرت قبول نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ اور مغفرت قبول کرنے کا مطلب ہے کہ پھر خسارہ ہمارا ختم ہوجائے گا۔ توبہ وہ واحد شے ہے جو آپ کے خسارے ختم کر دیتی ہے۔

توبہ ہر صورت قبول کی جاتی ہے۔ اس کے نہ قبول ہونے کا اندیشہ کرنا پروردگار پہ شبہ کرنے کے برابر ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قولِ مبارک ہے کہ اللہ ہر صورت، ہر حالت میں درود قبول کرتا ہے اور اگر درود کے درمیان کوئی چیز مانگی جائے تو وہ رَد نہیں ہوسکتی۔ سینڈوچ بن گیا ناں، ادھر بھی درود اُدھر بھی درود، بیچ میں اگر آپ نے کوئی اپنی خواہش بھی لُڑھکا دی تو وہ بھی قبول ہوجائے گی۔ تو اسی طرح توبہ بھی ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ نے ہر حال میں قبول کرنا ہے۔ کیونکہ یہ اپنی دی ہوئی چیز ہے۔ اس کے اپنے الفاظ ہیں۔ جب ہم یہی الفاظ اس کو واپس لوٹاتے ہیں اور خلوصِ نیت کے ساتھ لوٹاتے ہیں تو سب سے پہلا خیال آتا ہے کہ یہ سب سے بڑا المیہ جو ہمارے اندر پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جو زمین پر اللہ چاہتا ہے اور جو اگر نہ اسے ملے گی تو وہ کوئی شے قبول نہیں کرتا۔ ایسی کیا چیز ہے جو زمین وآسمان میں اللہ بندے سے توقع کرتا ہے؟

باقی تمام گناہوں کی وہ پروا نہیں کرتا۔باقی گناہوں کو تو صاف کرنے کے لیے اللہ کی رحمت ہی کافی ہے۔ "قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ "یہاں بھی اسراف کا لفظ ہے۔آپ نے دیکھا گناہ اسراف ہے۔آپ نے جو چیز جائز خرچنا تھی' ناجائز خرچ لی۔آپ نے جو چیز بچا کے رکھنی تھی اس کو خرچ کر دیا۔تو گناہ ٹیکنیکلی قرآن کی ٹرم میں گناہ نہیں ہے اسراف ہے۔تمہارے نفس نے تمہارے خیالات نے تمہارے زندگی کے معمولات نے بہت ساری غلطیاں کر کے تمہیں خسارے میں ڈال دیا ہے۔مگر سب سے بڑا خسارہ تب ہوگا جب آپ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاؤ گے۔اگر کسی شخص نے یہ کہہ دیا کہ اے اللہ میرے تو اتنے گناہ ہیں اتنے گناہ ہیں کہ کبھی معاف ہی نہیں ہو سکتے تو پھر اس نے خدا پر جبر کیا زیادتی کی۔اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔کیونکہ خداوند کریم یہ فرماتے ہیں: "إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا" کوئی کسر ہی نہیں چھوڑی لفظ "جَمِيعًا" میں، کوئی بھی کسی قسم کی exception نہیں چھوڑی کہ میں تمام گناہ معاف کرتا ہوں' جملہ تمام گناہ: "إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا why? because "إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"{الزمر:53} تو ہم نے کوالٹی میں چیزوں کو دیکھنا ہوتا ہے۔کون سی بڑی ہیں کون سی چھوٹی ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تخصیص بھی قرآن میں کر دی۔ننانوے اسما ہوں گے، سو اسما ہوں گے اللہ کے' ساڑھے چار ہزار اسما بھی قرآن میں تراکیب کے ساتھ درج ہیں۔تمام ناموں کی اپنی اپنی مصلحت ہے۔عزت ہے ان کا کرم ہے۔زمین و آسمان میں تمام کرشمہ ہائے قدرت ان اسما کے مرہونِ منت ہے۔مگر ہم دیکھتے ہیں کچھ ناموں کو خدا نے باقی ناموں پہ تھوڑی سی بزرگی دے دی۔:"هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ○ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "{سورة الحشر} یہ سب اچھے نام ہیں زمین و آسمان میں سب انہیں ناموں کی تسبیح کرتے ہیں۔تو کچھ اسما کو زیادہ معزز کر دیا کچھ کو مینشن کر دیا۔ان اکیس اسما کو بڑی برکت دی خصوصی' فتوح الغیب میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھا کہ اگر کسی شخص کو قربتِ خداوند منظور ہو تو سورہ حشر کی آخری آیات کی تلاوت کرے۔

سیدنا ابو درداءؓ کی حدیث کے مطابق جس نے تین دفعہ اعوذ باللہ السمیع العلیم

من الشیطان الرجیم پڑھ کر ایک دفعہ سورہ حشر کی آخری آیات تلاوت فرمائیں تو ستر ہزار ملائکہ اس کی حفاظت کے لیے متمکن کیے جاتے ہیں صبح سے شام تک۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ دیکھنا چاہے کہ سب سے بڑا اسم کون سا ہے جو زمین و آسمان پہ حاوی ہے تخلیقات کی نسبت سے بندگانِ خدا کی نسبت سے تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ میں نے تخلیقات کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی۔ یعنی تمام اسما کی کارکردگی وہی رہے گی جو ہے۔ مگر میری رحمت تمام چیزوں پہ غالب آجائے گی۔ پھر جب رحمت کو explain کرنا چاہا، خدا تو نہیں بتا سکتا تھا میں کتنا رحمان و رحیم ہوں۔ تو پھر اللہ نے ایک دوسرا آفس تخلیق کیا "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" {الانبیاء: 107} یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی شکل میں اللہ نے آپ کو یہ بتایا کہ میں کتنا رحم کرنے والا ہوں۔ اگر یہ تمہارا پیغمبر رؤف و رحیم ہے اور تمہاری بخشش کی حرص رکھتا ہے اور تمہاری کائنات کو سنوارنے کے لیے یہ اپنے دن اور رات جلا رہا ہے اور زندگی بِتا رہا ہے تو پھر یہ سوچو اگر تمہارے پیغمبر کو تمہاری خطا پہ ناراضگی نہیں ہوئی، اگر ہر وقت تمہارا پیغمبر تمہارے لیے خطا کی معافی طلب کر رہا ہے استغفار کر رہا ہے تو پھر وہ اللہ جو محمد ﷺ کا بھی رب ہے وہ کتنا مہربان ہوگا اور آپ کا گناہ کتنا ہوگا؟ کتنے بڑے گناہ کر لو گے؟ جب سے پیدا ہوئے ہو جب تک مرو گے کتنے بڑے فاسق ہو سکتے ہو؟ کتنے بڑے ظالم ہو سکتے ہو؟ ایک شرط ہے اور شرط وہی ہے جو اللہ نے کہا: "لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ" کہ کسی بھی گناہ کے سرزد ہونے کے بعد ایک رجعت چاہیے۔ تو جب اللہ نے تعقل کو پیدا کیا عقل کو پیدا کیا، انسان کو عقل بخشی، انسان کو جملہ تخلیقات سے معزز کیا تو ایک شرط لگا دی۔ صرف ایک شرط!

اب یہ دیکھیں میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ لوگ کیوں گناہوں کو فضیلت دیتے ہیں؟ وہ اصل کام کو فضیلت نہیں دیتے۔ تخلیقِ کائنات کا باعث ثواب و گناہ کی آزمائش نہیں تھی۔ تخلیقِ کائنات کا باعث ایک ایسی ہستی تھی جو اللہ کو پہچان سکے۔ اگر کوئی سنگولر حدیثِ قدسی موجود ہے جو purpose of God پہ ہے why did He create us? یہ اصل سوال تھا۔ تو اصل سوال کا جواب صرف ایک حدیثِ قدسی سے ملتا ہے کہ جب اللہ نے چاہا "کنت کنزاً مخفیاً مااحببت عن اعرف فخلقت الخلق لیعرفونی" کہ یومِ ازل سے جب اللہ نے اپنی بے شمار تخلیقات کا شرف دیکھا تو اس نے چاہا کہ اسے کوئی appreciate کرے،

میری تخلیقات کی تعریف کی جائے۔ مجھے تخلیقات کار جانا جائے۔ مجھے "الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ" کی نظر سے دیکھا جائے۔ جب اس نے یہ چاہا تو پھر اس نے انسان کے ذمے ایک کام لگا دیا۔ یہ کام ممکن نہیں تھا' ایک غلام کو کیا پتا تعریف کیا ہوتی ہے۔ ایک اندھا دھند اور بے کار ایک ویل سیٹ روٹین والی تخلیق کو کیا پتا جس کی ساری چیزیں پہلے سے ریکارڈیڈ ہوں۔ اور جس کے جین پہ خدا کی شناخت ریکارڈیڈ ہی نہیں ہے تو وہ کیسے تعریف کرے گا؟ تو اس کے لیے ایک ایڈیشنل کوالٹی چاہیے تھی۔ ایک خاص صفت چاہیے تھی۔ ایک اختیار چاہیے تھا۔ ایک ادائے نو چاہیے تھی۔ انسان کو عقل چاہیے تھی۔ پھر "إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ" پھر ہم نے وہ امانت زمینوں پہ نازل فرمائی آسمانوں پہ نازل فرمائی۔ پہاڑ اور پہاڑوں کی مخلوقات پہ نازل فرمائی۔ سارے گھبرا گئے۔ جب امانت کو وصول کر کے پہچاننے کا مسئلہ آیا اور ناکامی پر سزا کی خبر سنائی گئی تو سارے ہی ڈر گئے "فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا" انجام دیکھا تو سارے ہی ڈر گئے۔ جب ذہن کو یہ سیادت ملنی شروع ہوئی تو تمام مخلوقات کو بڑا خسارے کا سودا نظر آیا۔ جب جہنم دیکھی اور جنت کی دوری دیکھی۔ ایوارڈ بہت دور تھا' عذاب بہت قریب نظر آیا تو سارے ہی ڈر گئے۔ ہم سے سیانے نکلے۔ ہم آج جسے گدھا کہتے ہیں وہ ہم سے سیانا نکلا۔ ہم جنہیں گھوڑا کہتے ہیں ہم سے زیادہ عقل مند نکلے۔ ہم جنہیں بچھو اور سانپ کہتے ہیں وہ زیادہ ذہین نکلے۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ جب جہنم کے رستے دیکھے خطوط دیکھے اونٹوں کے سائز کے شعلے دیکھے تو انہوں نے کہا it was not worth it رسک بہت بڑا ہے۔ impossible ہے۔ رسک اتنا بڑا ہے کہ لیا نہیں جا سکتا: "وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ" انسان نے آگے بڑھ کے فوراً شوخی برتی۔ ناز میں آیا۔ حکومت مل رہی تھی۔ تمکنت مل رہی تھی۔ غرور تھا پھر اللہ نے کہا" إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولًا he has underestimated the job, and he has overestimated himself. جہاں بندہ اپنے آپ کو overestimate کرے گا جہاں جاب کو under- estimate کرے گا وہاں خسارہ ہوگا۔ underestimation ہی سب سے بڑی خطا ہے جو انسان اپنے کاموں کے بارے میں کرتا ہے۔ آپ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ میں اس سرزمین سے سلامت نکل جاؤں گا۔ کوئی بھی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور تمہارا دشمن تمہیں غیاب میں دیکھ لیتا ہے۔ تم نہیں اسے دیکھ سکتے۔ اور

تمہارا دشمن تمہاری گھات میں ہے، یہ تمہیں دیکھ لیتا ہے، تمہیں بہکا سکتا ہے، تمہیں اندھا اور بہرہ کر کے insinuation in the brain دے دیتا ہے۔ یہ decision بدل جائے گا۔

خواتین وحضرات! سادہ سی بات تو آج نظر آتی ہے۔ سات ارب کے قریب انسان ہیں۔ لے دے کے ایک ارب مسلمان ہوں گے اور اگر اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے زیادہ ریجڈ نہ بھی ہوا جائے تو ساڑھے پانچ ارب انسان شیطان کے حوالے ہو چکا ہے۔ باقی رہ گئے ہم تھوڑے سے ڈیڑھ ارب مسلمان اور ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو بھی اگر سنگولرلی دیکھ لیا جائے تو میرا خیال یہ ہے کہ دنیا قائل ہو چکی ہے کہ ہم تو خدا کو نہ مان کے خواہ مخواہ پریشان ہیں۔ یہ خدا کو ماننے والے ہم سے زیادہ کرپٹ لوگ ہیں۔ ہماری توبہ میں اثر کیوں ہو؟ ہمارے واپس پلٹنے میں کیا چیز حائل ہے؟ اللہ نے کیا تعریف کی شناخت کی؟ سب پیغمبروں کے ذمے صرف ایک کام تھا، ایک کام۔ سب پیغمبر ایک کام کرتے تھے، تمام قرآن دیکھ لیجئے۔ پیغمبروں میں ایک صفت بار بار شمار کی گئی ہے "نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ" {ص:44} توبہ کرنے والے تھے۔ واپس مڑنے والے حلیم الطبع تھے۔ توبہ رجعت کا نام ہے۔ مرکزی حیثیت کو پلٹنے کا نام ہے۔ شکست خوردگی ہو یا فتح دونوں صورتوں میں واپس آنے کو توبہ کہتے ہیں۔ اور توبہ جتنی جلدی ہوگی اتنا اس شخص کے لیے مقامِ مغفرت اور عزت کا باعث ہے۔ یہ تمام فیصلہ ٹائمنگ پہ ہوتا ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ " نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ " {ص:44} تمام پیغمبر جلدی جلدی لوٹنے والے تھے اور حلیم الطبع تھے۔ تو جتنا فاصلہ آپ کی توبہ میں ہوتا ہے اور خسارے میں ہوتا ہے جتنی جلدی واپسی ہوتی ہے اتنی جلدی آپ کو انعام ملتا ہے۔ اتنی جلدی آپ کے بیلنسز کلیئر ہو جاتے ہیں۔ اتنی جلدی آپ کا خسارہ پورا ہو جاتا ہے۔ اس لیے پہلی جو ڈائرکٹ نصیحت ہوتی ہے کہ کبھی بھی اپنے سیلف کو اسراف پر اُڑنے نہ دیں۔ خطا ہے تو قبول کرو اور فوراً اس کا مداوا اپنی توبہ میں کرو۔ توبہ کے ویسے اوصاف بہت زیادہ ہیں۔ توبہ ہی اصلِ انسانیت، توبہ ہی مغفرت اور توبہ ہی رحمت ہے۔ کسی پیر فقیر پیغمبر کو توبہ سے (استثنا) حاصل نہیں ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ توبہ کیا کرو۔ میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ کبھی انگلیوں پہ گن کے کبھی ویسے۔ جب میرا پیغمبر اتنی عظمت کے باوجود پوری رحمت کے مالک ہونے کے باوجود سو مرتبہ استغفار پڑھے تو ایک اُمتی کتنا زیادہ ضروری ہے آپ خود سوچ

لو۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے بخاری کی حدیث ہے "واللہ معطی وانا قاسم" اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔ اللہ نے تو مال ڈال دیا ایک سٹور میں۔ اب سٹور کا مالک اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بنا دیا۔ اب ان سے ہٹ کے جاؤ گے کہاں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ عطا کرنے والا ہے "وانا قاسم" میں بانٹنے والا ہوں۔ تو پھر مشرق و مغرب کا کوئی بندہ انہیں مردہ کہہ سکے گا؟ "وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ" {البقرة:154} جب خدا کہہ رہا ہے کہ تمہاری عقل کو نہیں پتا "وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ"۔ بھئی ہر چیز تو نہیں اللہ نے تمہیں کھول کے بتا دینی کہ موت کیسے ہے؟ موت کے پیچھے کیا ہے؟ موت کے بعد حیات کیسی ہے؟ تم اتنے لائق ہوتے خود بخود نہ سمجھ جاتے؟ یہ جو بڑے بڑے علمائے دین ہیں ڈسکس کرتے ہیں حضور ﷺ زندہ ہیں یا نہیں ہیں؟ اگر انہیں اتنی عقل ہوتی تو خدا یہ کیوں کہتا "وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ" اگر تم حیات کے اس پیٹرن کو جانتے ہوتے جس پیٹرن سے محمد رسول اللہ ﷺ کو اوجھل کیا گیا۔ ایک پیٹرن سے دوسرے پہ ڈال دیا گیا۔ تو تم کبھی یہ گلہ نہ کرتے کہ وہ زندہ ہیں کہ وفات پا گئے۔ اس قسم کی گفتگو تو insulting ہے۔ وہ کیسے محمد رسول اللہ ﷺ کا اُمتی رہ سکتا ہے جو انہی کی اُمت کے دسویں شہری کو باقاعدہ زندہ سمجھتا ہے اور ان کو زندہ نہیں سمجھتا؟ یہ کبھی پروٹوکول میں آیا ہے؟ یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا this thesis is too wrong. تو یہ وہ بات ہے کہ اگر آج بھی ہم خدا کی رحمت سے آشنا ہونا چاہیں گے آج بھی ہم اس توبہ کا خسارہ دور کرنا چاہیں گے تو ہمیں شفاعتِ رسول ﷺ کی کیا ضرورت نہ ہوگی؟ وہ جو صاحبِ کرامت ہیں وہ جو صاحبِ رحمت ہیں "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" {الانبیاء:107} ذرا دیکھو قرآن کی diction کیسی عجیب سی ہے۔ اِدھر کہہ رہا ہے الحمد للہ رب العالمین اُدھر کہہ رہا ہے "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" {الانبیاء:107} رب العالمین وہی ہے تو رحمت للعالمین بھی ادھر ہی ہوگا جہاں رب العالمین ہوگا۔ دونوں جگہ عالمین کا لفظ تو ایک ہی ہے۔ یہ رب العالمین ہے وہ رحمت للعالمین ہیں۔

ہاں احتیاط اس میں ہے کہ وہ مالک نہیں ہیں۔ وہ مدارُالمہام ہیں۔ وہ منتظم ہیں۔ وہ بانٹنے والے ہیں۔ کوئی شخص بغیر proper channel کے کائنات بالا کے رشتوں کو نہیں جان سکتا۔ ادب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ سیدھے کھڑے ہو کے اللہ اللہ پکارنا شروع کر دو' آپ

کبھی بھی نہیں پا سکتے۔آپ پھر ادھر ہی آؤ گے کہ اللہ نے فرمایا کیا؟ کون سی کتاب میں کہا؟ کہاں سے بیلنس ہوئے؟ کیا خطاؤں کے رینکس ہیں؟ کیا جزاؤں کے رینکس ہیں؟ اور اگر یہ سارے حق بھی نہ پورے کر سکیں پھر خسارہ کیسے پورا ہوگا؟ حضرت کعبؓ بڑی تسبیحات کرتے تھے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کعبؓ درود پڑھا کرو۔عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ایک تہائی کر دوں؟ فرمایا اور پڑھا کرو۔عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نصف کر دوں؟ فرمایا اور پڑھا کرو۔عرض کی یا رسول اللہ ﷺ درود ہی نہ پڑھا کروں؟ فرمایا کفایت کرے گا۔درود ایک تسبیح ہے جو تمام تسبیحات کو کفایت کرتی ہے۔

خواتین وحضرات! اللہ کو توبہ سے تھوڑی سی دلچسپی ہے۔ بندوں کے توبہ کرنے سے دلچسپی ہے۔ایک تو اس نے inherent flaw رکھ دیا سب کے بیچ میں۔بڑے مزے کی آیت ہے ویسے آدمی سوچتا ہے کہ ہمارا advantage کہاں سے نکل رہا ہے؟"الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ"{ النجم :32 } ایڈوائس ہے اگر تم بڑے گناہوں سے پرہیز کرو بڑے بڑے گناہوں سے اس میں قتل انسان سب سے بڑا گناہ ہے۔چھوٹے چھوٹے تو تم کرو گے ہی۔یہ کوئی اور نہیں کہہ رہا' خود خدا کہہ رہا ہے۔"لمم" کہتے ہیں چھوٹے وقفے کو' تو چھوٹے چھوٹے گناہ تو کرو گے ہی۔مگر کچھ خطائیں ایسی ہیں جو چھوٹے وقفوں کے لیے ہوتی ہیں۔پھر آگے دوسری آیت جوڑ لو تو بالکل صاف پتا لگتا ہے کہ گناہِ کبیرہ کیا اور صغیرہ کیا ہے:" وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا "{اٰلِ عمران:135} اور اگر اصرار نہ کرو اپنے نفس کی حالت پر..... میرے شیخ سیدنا علی بن عثمان ہجویریؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک ولی سے بھی ستر مرتبہ گناہِ کبیرہ سرزد ہو سکتا ہے۔اتنا بڑا قطب الاقطاب علم وحکمت ومنطق کا اتنا بڑا استاد اگر یہ شخص کہہ سکتا ہے تو پھر کیا مراد ہے کیا اجازت دے رہے ہیں لوگوں کو خطا کی؟ نو ناٹ ایٹ آل۔اگر آپ غور کرو تو اضطرابی گناہ وقتی گناہ مستقل سوچوں کو خراب نہیں کرتے۔یہ تاسّفات پہ آ کے ریٹرن کرتے ہیں مگر جس گناہ کے آپ مکمل عادی ہو جاؤ اس کے لیے تاویلات آپ کے پاس جمع ہونی لگ جائیں تو وہ آپ کی جسمانی خطا سے بڑھ کر آپ کا ذہنی گناہ بھی ہو جاتا ہے۔اور جب ذہن میں اس کمپیوٹر میں flaw آ جائے۔ہمارے سب کے کمپیوٹر میں تھوڑے تھوڑے (flaw) آتے ہیں گڑبڑ ہوتی ہے۔

وائرس لگتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس وائرس کو دور کرنے کے لیے جب ہم مذہب کو چنتے ہیں تو مذہب بھی وائرس زدہ ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مستقل ایک damaging bad ایک مرض ہم میں پیدا ہو جاتا ہے جو ہماری قبروں تک ہم سے جدا نہیں ہوتا۔ اس قسم کی خطائیں بہت بری ہیں۔ اس قسم کے خسارے کبھی پُر نہیں ہوتے۔ therefore یہ کہا گیا کہ ایک پہچان سب سے بڑے خسارے کی یہ ہے کہ آپ مستقل اس پہ قائم ہو جاؤ گے۔ ایک پہچان یہ ہے کہ وہ خطا جس کو آپ جزِ جاں بنا لو اور دوست بنا کے اس کو پالتے رہو بڑی دیر تک۔ ہاں اگر تم اصرار نہ کرو تو بڑے سے بڑا گناہ بھی صغیرہ ہے۔ اور اگر تم اصرار کر کے مستقل کرتے جاؤ تو چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے۔ that is the only recognition of gunah e kabirah or saghira.

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنوئیں میں پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ حضرتِ ابوذرؓ ساتھ تھے، معاذ بن جبلؓ ساتھ تھے تو فرمایا جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے اور دوزخ کی آگ اس سے دور ہو گئی۔ تو حضرتِ ابوذرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا گناہِ کبیرہ بھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ پھر آپ نے کہا جس شخص نے ایک مرتبہ دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس کے تمام گناہ معاف ہوئے۔ پھر انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا گناہ کبیرہ بھی؟ جب تیسری مرتبہ کہا تو انہوں نے فرمایا تمہاری ناک خاک آلود ہو چاہے وہ زنا ہو چاہے وہ قتل ہو چاہے وہ کچھ بھی ہو جس نے دل سے ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس کے تمام جملہ گناہ معاف ہوئے اور کبھی بھی اسے دوزخ کی آگ چھو نہ سکے گی۔ خواتین و حضرات مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسی وجہ ہے کہ دل سے لا الہ الا اللہ کہنے کی؟ again I will take you to the same old commitment. اللہ کے لیے آپ کی پوری زندگی میں صرف ایک چیز امپورٹنٹ ہے، صرف ایک چیز اور وہ ایک چیز کا معاوضہ لینا چاہتا ہے جو اس نے آپ کو دی ہے۔ وہ عقل ہے "إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ" جب اس نے یہ امانت پیش کی "فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا" تو سارے ڈر گئے۔ کسی نے یہ نعمت نہیں اٹھائی "وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ" اور انسان نے اٹھالی۔ یہ عقل انسان نے اٹھالی۔ اللہ نے اس امانت سے جواب لینا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ میں سے کون اپنی عقل کو امانت سمجھتا ہے؟

آپ تو اس کو ملکیت سمجھتے ہو۔ آپ تو اس کو میری عقل کہتے ہو۔ میرا خیال کہتے ہو۔ میرا دماغ کہتے ہو۔ میری فضیلت ہے۔ میں سوچتا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں۔ مگر خدا کی دی ہوئی اس امانت کا (کچھ تقاضا ہے)۔ کبھی امانت بھی پاس رکھنے کے لیے ہوتی ہے؟ basically تو اس کو لوٹایا جانا ہے۔ پھر اس کے لوٹائے جانے میں فرض کون سا حائل ہے؟ فرض ایک ہی حائل ہے، وہ جو قبر کے شروع میں پوچھا جاتا ہے۔ جب دو گلیکسیز نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ ایک طرف انتہا درجے کی خوبصورت گلیکسی نظر آ رہی ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف عذاب کی گلیکسی تو ایک ''کوڈ ورڈ'' میں جواب لیا جائے گا' وہ جو عقل دی تھی میاں اس کے سہارے تم نے ایک چیز کو پہچاننا تھا وہ اللہ کی ذات تھی۔ کیا زمین سے گزر کے عیش و عشرت کے بعد تمام اچھی اچھی خوراک کھانے کے بعد، سیر و سیاحت کے بعد بیوی بچوں اور مردوں سے اختلاط کے بعد، اصولِ شہوانیت و نفسانیت پورے کرنے کے بعد باقی تو چھوڑو میرے سوال کا جواب لائے ہو؟ چھوٹا سا سوال ''من ربك'' تمہارا رب کون تھا؟ کبھی نہ کبھی سوچا کہ میرا رب کون تھا؟ زندگی میں کبھی سوچا اپنے اللہ کو پہچان کے چلوں؟ کبھی خیال آیا میرا کہ میں بھی ہوں؟

خواتین و حضرات جن کو خیال آتا ہے ان کے بارے میں میں آپ کو ایک حدیث ضرور سناؤں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تک آپ کی تعلیمات پہنچی ہیں ہم کبھی گناہ نہیں کریں گے۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا' غصے سے فرمایا تم یہ کہتے ہو کہ تم کوئی گناہ نہیں کرو گے تو پھر اللہ تمہیں زمین سے مٹا دے گا اور پھر نئے لوگ لائے گا۔ اور وہ نئے لوگ گناہ کریں گے اور اللہ سے بخشش چاہیں گے اور خدا ان کو بخشنے میں زیادہ خوشی محسوس کرے گا' نسبتاً تم جیسے متقیوں کو دیکھنے کے۔ یہ' وہ فلسفہ ہے جو اللہ کی طرف سے آتا ہے اور ہمارے مدرسوں سے جو فلسفہ نکلتا ہے وہ ذرا ڈیفرنٹ ہوتا ہے۔ یہاں عذاب و ثواب کے کڑے شکنجے لگے ہوئے ہیں۔ ہر بچہ ہر بڑا ہر عورت جاتے ہی ان میں پہلے جکڑے جاتے ہیں۔ پھر ان کے اعضا کھینچے جاتے ہیں۔ پھر اس کو طوق پہنائے جاتے ہیں۔ پھر اسے جہنم میں پتا نہیں کیا کیا مقام دیے جاتے ہیں۔ اور پھر مقدس صاحبان ایک طرف بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ بہت بڑا اختلاف ہے ہم نے اپنی طرف سے کوئی چیز interpret نہیں کرنی ہوتی۔ مگر دیکھو صحیح مسلم کی حدیث بھی چھوٹی نہیں ہے۔ ابھی بھی حدیث

سنا دو لوگ کہتے ہیں یہ حدیث غلط ہے۔ دوسری بخاری میں سے نکال دو کہیں گے یہ حدیث غلط ہے۔ اپنی مرضی کے خلاف تو حدیث سُنی نہیں۔ سب سے بڑی اس وقت کی جو مصیبت ہے ہر آدمی قرآن و حدیث کا وہ حصہ چنتا ہے جو اسے سوٹ کرتا ہے۔ عورت کو کہو تو وہ کر جو اللہ تعالیٰ نے تجھے مرد کے حقوق کے بارے میں کہا۔ وہ حصہ اسے نہیں آتا ہوگا مگر اسے اپنے والا حصہ پورا پورا آتا ہے۔ اسی طرح مرد کو کہو کہ عورت سے کوئی اچھا سلوک کر تو کہتا ہے نہیں مجھے تو اللہ نے رتبہ دیا "وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ" {البقرہ:228} وہ شخص کبھی بھی عورتوں کے حقوق کے بارے میں نہیں پڑھے گا۔ یہ کون سا اسلام ہے جس کو ہم partially ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ آج کل تو نیا فیشن آ گیا ہے۔ جو کوئی اچھی سی دوائی نکلتی ہے اس پہ لکھ دیتے ہیں کہ یہ مسنون ہے۔ یہ حدیث میں آئی ہے۔ دو چار چیزوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ مگر پرانے زمانے میں بھی متعدد احادیث ان دوائیوں کے بارے میں لکھی گئیں جن کے بارے میں کوئی کہا نہیں گیا تھا۔ مگر ان کو بیچنے کے لیے ایک حدیث ساتھ اٹیچ کر دیتے ہیں۔ یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسمِ گرامی خانہ کعبہ اور مسجد نبوی سے لے کر دور دراز تک بیچا جا رہا ہے۔ ان کو تجارتاً use کیا جا رہا ہے۔

یہ وہی اشرافِ عرب ہیں جنہوں نے سب سے پہلے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مسمار کرنا چاہا۔ پھر جب مدینہ کے لوگ نکل آئے..... آپ کو پتا ہے وہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ تو گھر میں جو چیز بھی تھی کسی کے پاس چھری تھی کسی کے پاس ہتھوڑا تھا کسی کے پاس جو بھی تھا سب لے کے نکل آئے۔ انہوں نے کہا دیکھو میاں باقی تم نے جنت البقیع اجاڑ دی۔ ہم نے برا نہیں منایا۔ مگر اگر اس گھر کو آنکھ بھی اٹھا کے دیکھو گے تو ہم مدینہ کے سب لوگ قتل ہو جائیں گے مگر تمہیں آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ خیر غنیمت ہوئی چھوڑ گئے نام و نشان ورنہ آج آپ ڈھونڈ رہے ہوتے کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِدھر تھا یا اُدھر تھا۔ آپ یقین جانیے ایسی سفاقیت تو روئے عالم میں دیکھی نہیں جا سکتی۔ بھئی آپ نے ایک رسم خراب کرنی ہوتی ہے۔ ایک رسم خراب ہو گئی قبروں کی مٹی پوجی جا رہی ہے۔ ہمیں بھی دکھ ہے آپ کو بھی دکھ ہے تو اس کا یہ مداوا ہے کہ قبر ہی اُٹھا دو؟ اللہ اللہ خیر سلا۔ حضرت عمرؓ نے بیعتِ رضوان کا درخت صرف اس لیے کٹوا دیا تھا کہ منتیں مانی جا رہی تھیں۔ بڑے چڑھاوے دیے جا رہے تھے۔ انہوں نے بیعتِ رضوان کے مقام کو ایک

بُت بنالیا تھا۔ مگر مسلمان کے بارے میں ایک بات یقینی ہے چاہے وہ کمزور ہے یا اچھا کہ میں آپ میں سے کسی سے پوچھ لوں کہ خدا کتنے ہیں کیا جواب دو گے؟ ایک۔ مسلمان کے بارے میں انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن کا مصنف یہ کہتا ہے کہ ایک ایسی چیز ہے مسلمانوں میں there is such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology was possible کہ اسلام کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اس میں نظریہ وحدانیت کی اتنی سختی سے تاکید ہے کہ geometrical precision لگتی ہے۔ جس طرح جیومیٹری کی لائنیں پکی ہوتی ہیں اسی طرح خدائے واحد کی وحدانیت کی سختی سے محافظت کی گئی ہے کہ کوئی بھی اس میں کوئی mythology کوئی بُت پرستی ممکن نہیں۔ پھر ہم ہر دوسرے بندے کو بُت پرست کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ بھئی اصول طے ہے۔ غیر بھی تصدیق کرتے ہیں کہ مسلمان کتنا جھوٹا سہی کتنا منافق سہی مگر جب بھی اس سے پوچھو گے کہ خدا کتنے ہیں؟ تو ایک ہی جواب دے گا خدا ایک ہی ہے۔ پھر آپ کو اس سے کیا اختلاف رہ جاتا ہے؟ آپ نیتوں کے دیکھنے والے کون ہوتے ہو؟

خواتین و حضرات! سب پیغمبروں کی اپنی اپنی رائے تھی۔ میں کچھ قرانی آیات پڑھ دوں کہ یہ توبہ رنگ کیا لاتی ہے؟ فرمایا: "فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا " {نوح:10} لوگو اپنے رب سے استغفار کرو توبہ کرو وہ بخشنے والا ہے۔ خالی بخشنے والا نہیں ہے۔ دو چار چیزیں اور بھی ہیں: "يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا " {نوح:11} تم ایسے کرو گے تو وہ کثرت سے تم پہ بارش بھیجے گا۔ یعنی استغفار کا ایک ضمنی فائدہ یہ ہے کہ وہ کثرت سے آپ پر بارشیں بھیجے گا: " وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا " {نوح:12} تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا۔ تمہارے لیے باغات بنائے گا۔ تمہارے لیے نہریں جاری فرمائے گا۔ وجہ صرف ایک ہے کہ اس نے تمام عقل کی صرف ایک priority رکھی ہے۔ the top priority of the mind is to know your God. اس کے بعد باقی کے سارے کام کرو کھاؤ پیو۔ بلکہ اس کے بعد جو اللہ نے کہا: "الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ " کہیں کہیں تم ضرور خطائیں کرو گے مگر اگر تم نے top priority کو maintain کر لیا اپنی اس عقلِ مختصر سے اس زندگیٔ مختصر میں اس

لمحۂ عارضی میں اگر آپ یہ پہچان گئے کہ کوئی ہمارا رب ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارا کوئی خسارہ پیچھے پورا کرنے والا ہے تو ربِ کعبہ کی قسم ہے کہ تم کامیاب ہو گئے۔ تم یقیناً اپنے رب کے حضور سرخرو ہو جاؤ گے۔ میں اس کی دو مثالیں حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور دوں گا۔ اس نے ایسے ہی نہیں کہا کہ: "یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا" {التحریم: 8} کیونکہ اس کے advantages ابھی آپ نہیں جانتے جو توبہ کے بعد آپ کو ملتے ہیں۔ ایک تو یہ بات کہ توبہ کبھی غیر مقبول نہیں ہوتی۔ ہو ہی نہیں سکتا کہ اپنے کلام کو خود اللہ رد کر دے۔ یا تو اس نے توبہ کے کلمات منسوخ کر دیے ہوتے۔ منسوخ نہیں ہوئے۔ اللہ کبھی بھی توبہ قبول کیے نہیں چھوڑ سکتا۔ ہاں اس کے اثرات آپ کی زندگی پہ مختلف آ سکتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جس آدمی نے استغفار کو لازم کر لیا ''أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' وہ نجات پائے گا۔ ویسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا استغفار بھی بہت خوبصورت ہے ''رَبِّ اغْفِرْ لِی وَ تُبْ عَلَیَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم'' فرمایا جس آدمی نے استغفار کو لازم کر لیا اللہ اس کو ہر تنگی سے نکال دے گا، اس کے ہر غم کو دور کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہو گا۔ یہ وقت کی بات ہے ہم توبہ کرنے کے فوراً ساتھ ہی بیٹھ جاتے ہیں کہ چلو ابھی رزق آ رہا ہے۔ وقت تھوڑا سا تو لگے گا۔ جب تک اللہ یہ نہیں دیکھ لیتا کہ تم استغفار میں کتنے صحیح اور کتنے جعلی ہو تب تک تو مراعات ایشو نہیں ہوں گی۔ خدا کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں اگر آپ کا شعار استغفار ہو جائے تو اللہ کا شعار تو رحم و کرم ہے۔ اس نے تو دینا ہی دینا ہے۔ ویسے بھی دے رہا ہے ورنہ دنیا میں کوئی زندہ نہ ہوتا۔ اگر وہ رب العالمین نہ ہوتا تو کوئی بھی زندہ نہ ہوتا۔ حضرتِ ابنِ عمرؓ سے روایت ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے ''لوگو اللہ کے سامنے توبہ کیا کرو اس لیے کہ میں خود دن میں سو مرتبہ اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔'' اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ توبہ کے لفظ آپ کو سکھا رہا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ دن میں خود سو مرتبہ توبہ کرتے ہیں۔ بہت سارے لوگ اُٹھ کے کہیں گے لو جی وہ تو پاک تھے ان کو توبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ حدیث مسلم ہے حسن ہے صحیح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا توبہ کرتے ہوں گے' سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے۔ تو بڑا مشہور قول ہے کہ جو چھوٹے لوگوں کی نیکیاں ہیں وہ بڑے لوگوں کے گناہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہم تو بڑے خوش ہوتے ہیں

چھوٹے چھوٹے نیک کام کر کے تو بڑے لوگوں کو پوچھو تو وہ بڑا برا مناتے ہیں کہ یہ تو عام عادتیں ہیں ان کو نیکی کون کہتا ہے؟ دیکھیں میں نے ایک اندھے کو سڑک پار کروا دی میں تو پورا ہفتہ اس کا ذکر کروں گا۔ میں نے بڑا کمال کیا' بڑی انسانیت کا کام کیا۔ میں تو بہت اونچا ہو گیا۔ اور ایک بڑا آدمی کہے گا او نالائق انتہائی معمولی انسانی کام تھا یہ تو ہر انسان کو کرنا چاہیے' کتنا بھی برا ہو۔ اس میں کیا ایسی فضیلت ہے کہ تم نے کوئی بڑا کام کر دیا۔ اگر اسی پہ ایک پڑھا لکھا بندہ ناز کر بیٹھے کہ میں نے ایک اندھے کو بڑی سڑک پہ چھوڑ دیا تو اس سے پوچھا تو جائے گا تیری عقل کام نہیں کرتی، اس کے لیے تم عزت طلب کر رہے ہو؟ یہ جو ہر انسان کی خصلت میں ہونا چاہیے تم اس پہ فخر کر رہے ہو؟ کوئی اس سے بڑا کام تو مانیں۔

یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ سو، سو مرتبہ میں بھی توبہ کرتا ہوں۔ فرض کرو کوئی وجہ نہ ہو توبہ مانگنے کی تو کیا یہ بڑی وجہ نہیں ہے کہ اللہ نے توبہ کو پسند کیا ہے؟ اگر مجھے پتا ہو کہ اللہ کو توبہ کرنے والے زیادہ پسند ہیں تو میں گناہ کروں نہ کروں توبہ تو ضرور کروں گا۔ میرے لیے بہت بڑا وصف ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے راضی اس کو کرنا ہے۔ کسی اور کو نہیں کرنا۔ میں نے تو اس کے قریب ہونے کی خواہش کرنی ہے۔ میرے دل میں اگر آرزوئے قربت ہے تو اللہ کی ہے۔ مجھے گناہ و ثواب سے کوئی غرض نہیں۔ جو خدا سے اُنس رکھتے ہیں وہ کم از کم ان عادات کا شعور رکھتے ہیں جو اللہ کو پسند ہیں اور چاہتے ہیں کسی نہ کسی طریقے سے خدا کی وہ صفات اپنے اندر پیدا کر لیں۔ آپ نے کچھ اصطلاحات کے نام تو سنے ہوں گے ''فنا فی الرسول''، ''فنا فی اللہ''۔ تو بعض اوقات ان لفظوں کی وجہ سے ہم بڑی غلط فہمیوں میں پڑ جاتے ہیں کہ فلاں تو مقامِ فنا پہ قائم ہے۔ کوئی مرتا نہیں ہے رسول ﷺ کے قریب جا کر اور کوئی بھی اللہ کی قربت میں مرتا نہیں ہے۔ فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کا سادہ سا مطلب ہے کہ میں اپنی عادات چھوڑ کر رسول ﷺ کی عادات اختیار کر لوں۔ اور کوئی نہیں سوائے اس کے کہ میں اپنے اندر اللہ کی عادات پیدا کروں۔ میں جو صبح و شام اس کو رحمان و رحیم و کریم کہتا ہوں تو میرے اندر بھی تو کوئی ایسی صفت پیدا ہو جائے۔ میرے اندر تو غضب کی قہر کی ظلم کی صفات ہے' اگر میں خدا میں فنا ہونا چاہتا ہوں تو میں ان عادات سے گریز کروں گا۔ لوگ کہتے ہیں تسبیح کیوں کرتے ہو؟ ایک تو اللہ کو پسند ہی بڑی ہے۔ اتنی پسند ہے کہ زمین و آسمان میں اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ فرمایا ''اُحِبُّ مَا

أُوحِیَ إِلَیْكَ مِنَ الْكِتَابِ" قرآن کی تلاوت کرو۔ بڑے لوگ کہتے ہیں تسبیح قرآن پڑھنا ہے' تسبیح نماز پڑھنا ہے۔ ہم بھی جانتے ہیں قرآن بھی ذکر ہے، نماز بھی ذکر ہے: "وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِیْ" {طٰہٰ:14} مگر قرآن نے دونوں کو علیحدہ کردیا ہے۔ "أُتْلُ مَا أُوحِیَ إِلَیْكَ مِنَ الْكِتَابِ" "قرآن کی تلاوت کرو" وَأَقِمِ الصَّلَاةَ "اور نماز قائم کرو۔ "إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" "یہ تمہیں فحش اور منکر سے روک دیتی ہے۔ دو چیزیں ہوگئیں "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ" {العنکبوت:45} مگر ہماری یاد تو بہت بڑی بات ہے۔ دیکھیں اِدھر تین چیزوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے۔ قرآن کا ذکر کیا ہے۔ نماز کا ذکر کیا ہے۔ مگر یہ فرمایا کہو "لَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ" مگر ہماری یاد تو بہت بڑی بات ہے۔

میں حیران ہوں کہ وہی بات ہے ایک آیت اپنے لیے اٹھا لیتے ہیں۔ جب ہم ان کو کہتے ہیں بھئی دیکھو تم جو بھی ہو اعتراض کرنے والے اگر تم یہ کہو کہ قرآن اللہ کا ذکر ہے تو ہم بھی مانتے ہیں کہ قرآن اللہ کا ذکر ہے۔ ہم قرآن پڑھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ دونوں اذکار کرتے ہیں۔ مگر یہ جو تیسرا ذکر ہے ذرا زیادہ کرتے ہیں: "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ" مگر ہماری یاد تو بہت بڑی بات ہے۔ اس لیے ہم تسبیح کرتے ہیں: "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" {الاعلیٰ:1} اور: "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ" {الواقعۃ:74} یہ وہ چیزیں ہیں جن کی چھ مسبحات تخلیق کی ہیں جس میں تلقین ہی تسبیح کرنے کی ہے۔ اور ایک دو سورتیں ایسی اللہ نے قرآن میں دی ہیں کہ اگر جن کو آپ ایک مرتبہ پڑھو تو ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک ہزار مرتبہ دوسری آیات پڑھنے کے ثواب کے برابر ہے۔ ایک تو سورہ حشر کی ہے اور دوسری "حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ" {المومن:1-3} مسبحات میں یہ دو آیات ایسی ہیں جن کو پڑھنے کا ثواب کم سے کم ایک ہزار آیات کے برابر ہے۔ ایسے چھوٹے چھوٹے سے تو نسخے ہیں۔ ایک ہی دفعہ دن میں پڑھ کے نکل جاؤ۔ آپ کا کم از کم بنیادی خرچہ تو نکل آئے گا۔ اور دیکھو کتنا آسان ہے جہاں خطرہ زیادہ وہاں صلہ زیادہ۔ مسجد میں دو چار دس جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ مگر اگر تم بازار میں سے گزرتے ہوئے پڑھ لو "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" تو دس

لاکھ نیکیوں کا ثواب ہے۔ اتنا مسجد میں نہیں ہے۔ بھئی جدھر مقابلہ زیادہ ہو جدھر جھوٹ چل رہا ہو فراڈ چل رہا ہو، جعل سازی چل رہی ہو، جہاں مکر و فریب کی چادریں تنی ہوئی ہوں، جہاں بات بات پہ خدا کی جھوٹی قسم اٹھائی جا رہی وہاں اللہ کو یاد کرو تو دس لاکھ کا ثواب ہے۔ لہٰذا چلتے پھرتے بھی ذکر کرو۔

دیکھیں اللہ کبھی اتنا واضح ہوتا ہے میں حیران ہوں کہ ہم پھر بھی اس پہ جھگڑتے ہیں:

"فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ "{النساء:103}

جب تم نماز پڑھ چکو تو پھر اللہ کو یاد کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں کے بل: " فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ " جب تم باقی کام پورے کرلو "فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ " ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو کرتے ہو" أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا "{البقرۃ:200} ذرا زیادہ کرلو تا کہ آپ کی زندگی میں اس کی حیثیت باقی رشتوں سے ممتاز ہو جائے۔ یہ وہ تعلق ہے جو توبہ سے رجوع میں آتا ہے۔ آپ کو خدا تب ہی یاد آ سکتا ہے اور توبہ تب ہی کی جا سکتی ہے جب آپ اللہ کی ٹچ میں رہو گے۔ دیکھو ہمارا برین اس چیز کا جواب نہیں نکال سکتا جس کو ہم نے اس میں ریکارڈ نہیں کیا۔ لوگ کہتے ہیں تسبیح کیا ہے؟ خواتین و حضرات تسبیح اس برین میں اللہ کا ریکارڈ مہیا کرنا ہے تا کہ مصیبت کے وقت عجلت کے وقت آپ کو وہاں سے جواب مل سکے۔ آپ کے پاس سٹور ہاؤس ہی نہیں ہے جواب کا۔ آپ کے پاس ڈیٹا نہیں ہے اللہ کا۔ جب ڈیٹا نہیں ہے تو خدا کی طرف سے آپ کو جواب بھی نہیں ملے گا۔ اس کی یاد اور توبہ میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے بڑی خوبصورت مثال دی ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ پر اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے جنگل میں کسی کو کھویا ہوا اونٹ مل جائے۔ کیا خوبصورت شعر ہے

رات یوں دل میں تیری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے

تو اصل میں انسان کی جلتی ہوئی کائنات میں اجڑتے ہوئے لمحوں میں جب اللہ کی یاد آتی ہے تب ہی توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ پھر انسانی حیات کے ذرے ذرے پہ بہار چھا جاتی ہے۔ آنسوؤں کی رمق صحراؤں میں شبنم کے قطروں کی طرح گرتی ہے اور دلوں کے گداز میں اضافہ ہوتا ہے اور دوستی اور محبت کا سراغ ملتا ہے۔ ندامت توبہ سے ہے۔ توبہ ندامت سے ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی کسی

غلطی پہ ندامت ہو تو توبہ کے مترادف ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب سے کم ہلکا پرت ہے توبہ کا نادم ہونا شرمسار ہونا۔

ہم تو ہر حال میں بڑے گندے سڑے ہیں۔ بائیلوجیکلی دیکھو بہت سارے ایسے مقامات پہ انسان کو دیکھ کے مجھے شرمندگی ہوئی ہے اے کاش میں انسان نہ ہوتا۔ جب میں ہسپتالوں میں گیا۔ میں نے کہا کیا حشر کرتے ہیں مرد اور عورتوں کا؟ دل کہتا ہے کاش انسان ہی نہ ہوتے۔ جانوروں کی طرح کہیں گل سڑ گئے ہوتے۔ اس لیے کہ ہر حال میں انسان اپنی عسرتِ حال پہ ہوتا ہے ہر چیز میں کمی ہے۔ ہر شے میں کسی نہ کسی شکست و خسارے کا گمان ہوتا ہے۔ یہ تو غالب نے اچھا کہا ہے

ڈھانپے کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی

کہ کفن نے ہمارے عیب ڈھانپ لیے، کفن نے ہمارے برہنگی کے داغ ڈھانپ لیے.....

میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

فرمایا "ندامت ہی توبہ ہے، گناہوں کا کفارہ ہی ندامت ہے۔" جیسے میں نے آپ کو شیخ ہجویرؒ کی بات سنائی جو کہ جناب صدیق اکبرؓ کے اس قول سے مشتق ہے کہ جو شخص استغفار کرتا رہتا ہے وہ گناہ پہ اڑنے والا شمار نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ایک عجیب و غریب خیال ہے ہمارے علمائے حاضر کا کہ دیکھو جی مذاق بنایا ہوا ہے انہوں نے، گناہ کرتے رہتے ہیں پھر توبہ کرتے ہیں۔ اصل میں ہمارا جتنا معزز طبقہ ہے religious leaders کا یہ کوئی اچھی بات کیوں نہیں بتاتے؟ یہ ڈرا ڈرا کے کیوں مارتے ہیں؟ ایک بچے کو انعام دے کے کیوں نہیں سکھاتے؟ کوئی ترغیب بھی تو دے کے دیکھو؟ اگر گناہ سے عذاب سے ڈراتے رہو گے تو ایک دن ڈھیٹ ہی ہو جائے گا۔ بھئی کوئی ترغیب بھی تو دو کہ کوئی بھی گناہ کر لے تو واپس آ سکتا ہے۔ ایک دروازہ تو ہمہ وقت کھلا رہتا ہے۔ تائیدِ ربانی تو مغفرت میں جاتی ہے، بخشش میں جاتی ہے۔ ظلم و ستم میں نہیں جا رہی ہوتی یا مار پیٹ میں نہیں جا رہی ہوتی۔ جب تک سکرات میں آخری ایک لحہ باقی ہو، خواہ ملٹی سیکنڈز پہ مشتمل ہو تو بھی توبہ قبول ہو جائے گی۔ اگر ان کو کہو کہ توبہ کے حق میں اللہ تو بڑی بڑی باتیں کرتا ہے۔ کہتے ہیں یہ اسرائیلیات (روایات) ہیں۔ حدیثِ رسول ﷺ ہے۔ ایک شخص مر گیا۔ اس نے کہا میرے پورے نامۂ اعمال میں ایک چھینٹا تک بھی نہیں پڑا کسی نیکی کا اتنے گناہ ہیں۔ اس نے کہا

بات سنو مجھے دفن نہ کرنا میں پکڑا جاؤں گا۔ مجھے آگ لگا کے میری خاک کو ڈیوائیڈ کر دینا۔ تھوڑی سی بحرالکاہل میں تھوڑی سی اوقیانوس میں پھینک دینا اور جو میرے قریب ہے بحیرہ روم اس میں کچھ چھانٹے دے دینا اور کچھ پہاڑوں پہ پھینک دینا۔ خیر مر گیا تو پروردگارِ عالم نے ہر چیز کو حکم دیا this is very important خواہ کوئی آگ سے جلے پانی میں ڈوبے مچھلیوں کے پیٹ میں جائے' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حکم دیا کہ جو حصہ تم نے اس کا لیا واپس کرو۔ پلک جھپکنے میں موصوف اللہ کے سامنے کھڑے تھے۔ اللہ نے پوچھا یہ تو نے کیا عجیب و غریب منطق نکالی؟ تمہارا کیا خیال تھا میں تمہیں واپس نہیں لاسکوں گا؟ تم نے اپنے آپ کو پانیوں میں پھینک دیا آگ سے جلا دیا۔ اس نے کہا اے میرے مالک و کریم باقی چیزیں تو بڑی مشتبہ تھیں۔ ایک مجھے بات کا یقین تھا کہ تو ہے اور تو نے ''چھوڑنا'' میرا کچھ نہیں۔ اس نے کہا یا اللہ مجھے پکا یقین تھا کہ تو ہے اور کوئی نیکی میری یاد میں نہیں تھی، میں عذر کرنے کے بھی قابل نہیں تھا۔ اس لیے میں نے سوچا کہ میں اس طرح وصیت کر جاؤں تا کہ میں پکڑا نہ جاؤں۔ تو اللہ نے اسے کہا بات سن اتنا یقین تھا کہ میں ہوں۔ کہتا یا اللہ باقی تو پتا نہیں یقین تھا کہ نہیں مگر یہ ضرور علم تھا کہ تو ہے۔ اللہ میاں نے کہا ایسے اچھے یقین والے کو میں کیسے مایوس کروں؟ جا تجھے بخش دیا۔ بھئی لوگ ضرور گناہ گار ہوتے ہوں گے۔ لیکن کیا خوبصورت ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ آدمؑ کی اولاد تمام خطا کار ہے مگر سب سے اچھا خطا کار وہ ہے جو توبہ کرتا ہے۔

یہود کہتے تھے اللہ کے ہاتھ بند ہیں۔ تھوڑی تھوڑی سی چیز ان میں سے نکلتی ہے۔ اللہ کہتا ہے ان فاسقوں اور فاجروں سے کہو کہ تم کنجوس ہو، میرے ہاتھ مغلولہ نہیں ہیں۔ میرے ہاتھ کشیدہ نہیں ہیں۔ میرے ہاتھ بند نہیں ہیں۔ کائنات اور زمین و آسمان کے خزانے میرے ہاتھوں میں ہیں۔ جدھر چاہوں بانٹوں جدھر چاہوں تقسیم کروں۔ ہاں جو مجھے مانتا نہیں اس کو میں کیسے دے دوں؟ جو مجھے جانتا ہی نہیں اس کو کیسے دے دوں؟ تو supreme task of human intellectual is to know God, this is the top priority of every human mind اس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا۔ ایک گناہ نہ کوئی کرے تو "إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ" {لقمٰن:13} شرک گناہِ عظیم ہے۔ مگر ایک بہت بڑا

گناہ ہے جو زمین و آسمان میں کسی صورت معاف نہیں ہو سکتا اور وہ گناہ یہ ہے کہ آپ خدا کو جانو ہی نہیں، مانو ہی نہیں۔ اس لیے تمام جملہ گناہوں کے بعد بھی ایک جملہ ضرور آئے گا کہ جس نے دل سے ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہہ دیا اس پہ اللہ نے نارِ دوزخ حرام کر دی۔

سوال و جواب

سوال: نماز روزہ حج زکوٰۃ کے باوجود کیا کمی ہے کہ ہم خداوند تک نہیں پہنچ پاتے؟

جواب: خواتین و حضرات! جن باتوں کا آپ نے ذکر کیا ہے یہ معاشرتی ویلیوز ہیں۔ مسئلہ نماز کی سب سے بڑی حیثیت یہ ہے کہ ہم اس کو safe passage کہتے ہیں۔ بار بار قرآن کہتا ہے مجھے تمہاری نمازوں کی، تمہارے صدقات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ تک صرف تمہاری نیات پہنچتی ہیں۔ actually جب اللہ نے بہت سارے انسان پیدا کیے معاشرہ بنایا اس معاشرے میں بہت ساری tendencies ہوتی ہیں۔ بہت سارے رخ ہوتے ہیں I can tell you when I was about to start my post-graduation تو ہمارے اردگرد جتنا ماحول تھا وہ خدا کے خلاف تھا اور کم از کم چھ سے سات نظریات ایسے تھے جو بالکل خدا کے خلاف تھے۔ ان میں communistic philosophy تھی جو مذہب کو افیون سمجھتی تھی۔ اس کے بعد semantic philosophy تھی جو مذہب کو لفظوں کا ایک مجموعہ سمجھتے تھے۔ پھر logical positivist تھے جو خود خدا کو نان سنس ڈیٹا سمجھتے تھے۔ اس طرح skepticism تھا جو ہر بات کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ تو there were so many things which went against God and we were fighting about those things اب ایک جو یقین آپ کے پاس موجود ہوتا ہے وہ آپ کو اتنی عقل نہیں دیتا یا اتنا فہم نہیں دیتا۔ قرآن میں مَیں ابھی کل ایک بات دیکھ رہا تھا کہ نماز میں میرا ذکر کرو۔ "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا" {طه:130} لفظ تھا کہ "وَقَبْلَ غُرُوبِهَا" غروب سے پہلے۔ اب وہاں علماء نے جو ترجمہ کیا ہوا تھا کہ یہ نماز کے بارے میں ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور کرو تو اس کے بارے میں کوئی فرقہ واریت کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ بھئی قبل از غروب تو نماز نہیں ہوتی۔ غروب کے وقت ہوتی ہے۔ مگر تمام لوگوں نے یہ فیصلہ دیا ہوا تھا کہ اس سے مراد اللہ کی نماز پڑھنی ہے۔ مغرب کی نماز ہے۔ مغرب کا تو ذکر نہیں تھا، قبلِ مغرب تھا۔ بعض لوگوں کو ایسی چڑ ہوتی ہے کہ خدا کی یاد سے گریزاں رہتے ہیں۔ ایک دفعہ

میں ایک مجلس میں تھا تو پانچ گھنٹے کے بعد کہا جی کہ ہم نماز کو ہی ذکر سمجھتے ہیں، we say yes it's true ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ غلط ہیں۔ نماز بھی ذکر ہے ۔:"وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي " {طٰہٰ:14} قرآن بھی ذکر ہے۔ "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ " {الحجر:9} ہم نے خود نازل کیا ہے یہ ذکر اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ تو قرآن بھی ذکر ہے نماز بھی ذکر ہے۔ مگر جب آپ کو اچھی طرح بتا دیا گیا کہ ذکر اس کے علاوہ ہے۔ ذکر ہر وقت کی یاد ہے۔ باقی mannerism ہے۔ نماز mannerism ہے۔ میں ہر وقت نماز کے manners کو نہیں maintain کر سکتا۔ یا میں ہر وقت قرآن کے وضو کو آداب کو maintain نہیں کر سکتا۔ تو کیا میں پھر تسبیح چھوڑ دوں؟ میں اللہ کا ذکر چھوڑ دوں۔ میرے خیال میں جو اس سے اُنس رکھتا ہے اس کی زبان ذکر سے تر رہتی ہے۔ صرف ایک گھنٹے میں ساری نمازیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر میں اللہ سے اُنس رکھتا ہوں تو میں اس سے ایک قدم آگے نہ بڑھوں؟ کچھ نہ کچھ تو ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ذکر کو آزاد کر دیا۔ تو آپ دیکھو کہ آیتِ کریمہ پڑھتے وقت جو ہمارے لوگ ہیں ایسے ایسے ناز نخرے کرتے ہیں۔ جگہ کی صفائیاں ہو رہی ہیں، اگربتیوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ اب ان سے پوچھو بھئی جس نے پہلی دفعہ یہ ذکر کیا، جس نے پہلی دفعہ یہ توبہ کی، ذرا اس کا ماحول تو دیکھو۔ غلیظ ترین ماحول' ایسا ماحول جسے خدا خود ظلمات کہتا ہے: "فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ " {انبیاء:87} ایک نارمل صفائی رکھنا تو ہر مسلمان کا شیوہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ مگر سارے نمازی پرہیز گار باہر کیوں نہیں صفائی رکھتے؟ ہمارے اعمالِ ظاہرہ میں وہ خلوص شامل نہیں ہوتا۔ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ رات گئے کی نماز اور صبح کی نماز ایک جیسے جذبات کے ساتھ نہیں پڑھ رہے ہوتے۔ کوئی تھکن سے بھرپور ہوتی ہے تو کوئی بیزاری میں پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ فیلنگ ہمارے پاس نہیں آتی۔ مگر خدا کی یاد اخلاص سے مزین ہوتی ہے۔ میرے اندر اگر کسی کا اُنس و محبت ہے..... یہ محبت عجیب وغریب سی شے ہوتی ہے۔ محبت کا بہترین جو ٹیسٹ ہے وہ وصال نہیں ہوتا' فراق ہوتا ہے۔ اجنبیت اور جدائی میں ہوتا ہے۔

تو نمی دانی ہنوز شوق بمیرد ز وصل

اگر آپ کے دل میں کسی کی محبت تو ہو وصال سے ختم ہو جاتی ہے۔ اب دیکھو شادی شدہ لوگوں میں

بھی کیا ہوتا ہے؟ شادی سے پہلے وہ تمام قصیدے، اردو اور عربی کی شاعری اس خاتون پہ ختم ہو رہی ہوتی ہے۔ ناخن بھی نہیں بخشے جا رہے ہوتے۔ نزلہ بھی نکلے تو اس کو بھی عجیب وغریب نام دیا جا رہا ہوتا ہے۔ شادی کے بعد کیا ہوتا ہے؟ شادی سے پہلے جو قصائدِ فلک شمار کر رہے ہوتے ہیں شادی کے بعد تو لگتا ہے کوئی شے ہے ہی نہیں سرے سے۔ اب ان ماں باپ کو دیکھ لو جو ذرا دلہن لینے جاتے ہیں۔ اب اگر کہہ دو ناں بی بی وہ ذرا مزاج کی تیز ہے نہیں چلے گی، تو کہتے ہیں نہیں جی ایسی تو ہے ہی نہیں زمانے میں اور وہ۔ وہ تعریفیں کرتے جا رہے ہوں گے جن کو میں سن کے سوچوں گا کہ یا اللہ مجھ سے assessment کی غلطی ہوگئی ہے۔ واقعی جو صاحبہ تشریف لا رہی ہیں ''یکِ از نادرِ روزگار'' ہوں گی۔ مگر جوں ہی گھر میں گھسی بس گئی۔

اب یہ انسانی تغیر اور یہ کمال اس میں اخلاص کی کمی ہوتی ہے۔ رتبوں میں کمی انداز میں کمی ہو جاتی ہے۔ مگر جو نیت کی محبت ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس لیے اللہ نے کہا یہ جو تم جانوروں کی قربانیاں دیتے ہو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون نہ ان کی کوئی شے مجھ تک پہنچتی ہے۔ صرف تمہاری نیت پہنچتی ہے۔ اور بنیادی طور پر اعمال جو ہیں نیت کے مطابق نہیں ہوتے۔ اگرچہ driving force جو ہوتی ہے نیت ہوتی ہے تو نیات کا علم اور ہوتا ہے اور عملیات کا علم اور ہاں اگر آپ کی نیت میں اخلاص ہے اور خدا کی محبت کوئی ذرہ برابر عنصر بھی موجود ہے تو قرآن حکیم میں پروردگار کہتا ہے کہ اے شیطان تو میرے بندوں کو بڑی جانب سے اغوا کرے گا اوپر سے نیچے سے دائیں سے بائیں سے ہر سمت سے تو میرے انسانوں کو اغوا کرے گا۔ "إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ" {الصافات:160} مگر جن لوگوں کو ذرہ برابر مجھ سے اخلاص ہے اے شیطان تو قیامت تک ان کو گمراہ نہیں کر سکے گا اور وہ تیرے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ ان کی نگرانی میں خود کر رہا ہوں۔ تو اللہ کو پانے کا ایک نارمل سا طریقہ ہے کہ اپنی نیات پہ ضرور نظر رکھو۔ اور خدا کے انس کو روزگار بنالو۔ اپنے اخلاق کا حصہ بنالو۔ تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے جیسے یہ تسبیح ہے بہت سارے لوگوں کو دی بھی ہے الحمدللہ (وہ اللہ کی یاد میں رہتے ہیں)۔ مجھے ایک لفٹیننٹ جنرل صاحب نے پوچھا تھا آپ تو خواہ مخواہ تسبیح پھینکتے پھرتے ہو کوئی پڑھتا بھی ہے کہ نہیں؟ میں نے کہا بھائی آپ کا تو مجھے پتا نہیں ہے مگر مجھے یہ پتا ہے کہ 80 percent لوگ اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ اب میں اس سے یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ یہ وہ فیکٹ ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے ہند

سے خوشبو آتی ہے۔آپ یقین جانیے کہ رسول اللہ ﷺ کو خوشبو کیسے آتی ہے ہند سے؟ اتنی دور سے کیسے آئے گی۔مگر ایموشنل اور sincerity کے لیول پر ہم مسلمان کوئی نہ کوئی سطح محبتِ رسول ﷺ رکھتے ہیں۔اور ہم ان کو یاد بھی کرتے ہیں اگر چہ ہمارے طریقے بڑے ہی فضول ہیں۔ہم نے لب ورخسار پہ توجہ رکھ لی ہے۔کیا عجیب ہوتا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی ایک عادت کے شریک ہو جاتے۔ایک چیز ان کی پکڑ لیتے' صرف ایک چیز کہ ہمارے رسول ﷺ نے ایسے کیا تھا اور ہم بھی ایسے ہی کریں گے۔مگر ہم قدر کو ظاہری ویلیو سے جدا کرنا جب تک نہیں سیکھیں گے اس وقت تک یہ نہیں ہوگا۔ہم نے رسول اللہ ﷺ کی تمام معرفت کو ان کی ظاہری قد وقامت میں بند کر دیا۔آپ کہیں بھی چلے جائیں خصائل اور شمائلِ رسول ﷺ پہ گفتگو کم ہو گی۔اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں کتنے کتنے بڑے جلوس نکل رہے ہوتے ہیں، یہ لوگوں کی سادگی ہے' ان کا جذبہ درست ہے مگر آگے گائیڈ کرنے والے فلمی گانے گا رہے ہوتے ہیں۔

آدمی کو خیال آتا ہے کہ یار اس شخص کی تمکنت کا کیا حال ہوگا اس کی کرامت کا کیا حال ہوگا وہ بزرگ و بلند ہستی جو علم وفکر کی انتہا ہے۔اگر میرا رسول ﷺ مجھ سے زیادہ قابل نہ ہوگا تو میں اسے رسول ﷺ کیسے مانوں گا؟ میں چاہے پی ایچ ڈی ہوں میں چاہے زمین وآسمان کا کتنا پڑھا لکھا بندہ ہوں اگر مجھے اپنے رسول ﷺ کی علمیت پہ شبہ ہوگا تو پھر میں اسے کیسے پیغمبر مانوں گا؟ میں جو ایک خودغرض سا انسان ہوں بڑے تمرّد والا انسان ہوں۔میں نے کبھی رسل کی بات نہیں مانی، کبھی مجھے اپنے جیسے اور بعض جگہ اپنے سے نالائق لگتے ہیں how would I believe in the West? میں آئن سٹائن کو نہیں مانتا۔اس کی سٹیٹمنٹ ہی جاہلانہ ہے۔میں ہاوکنگ کو نہیں مانتا۔ٹھیک ہے اس کی ریسرچ اپنی جگہ مگر اتنی اگر جاہلانہ سٹیٹمنٹس ہوں گی تو میں اسے نہیں مانوں گا۔میں تو اپنے رسول ﷺ کو اس لیے مانتا ہوں کہ ان کے سامنے میں اپنے آپ کو جاہل feel کرتا ہوں۔اتنے بلند' ایک ایک لفظ میں علم کی جھلک نظر آتی ہے۔آپ کے ماڈرن زمانے میں کوئی فرد وبشر ایسا مجھے نظر نہیں آتا جو اس آرڈر آف تھینکنگ تک پہنچ جائے۔psychology of acts of Prophet تک پہنچ جائے۔دیکھو بڑے بڑے شرفا کے اور ادبِ عالیہ کے ماحول دیکھے ہیں۔classic of literature دیکھے ہیں۔ مگر سادہ سے ایک لفظ میں جہانِ معنی کو ادا کرنا اور پھر تا قیامت اس کا اثر۔مجھ پہ کس چیز کا اثر

ہے؟ آج پندرہ سو برس میں کسی عالمِ دین کے کہے پہ تو مسلمان نہیں ہوں۔ میرے والد نے اشارۃً تو کہہ دیا تھا کہ ہم مسلمان ہیں مگر انہوں نے مجھے ٹریننگ تو نہیں دی۔ آج بھی اگر میں شکر گزار ہوں تہہ دل سے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوں۔ اگر ان کی زندگی کاملہ میرے سامنے نہ ہوتی ان کی محبتیں میرے ساتھ نہ ہوتیں...... مگر آپ کو پتا ہے سب سے بڑی چیز جو میں نے ان سے پائی ہے کہ میں اپنے بچے کا سوچتا ہوں، میں نے اسے دیکھا ہوا ہے۔ مجھے سب سے عجیب بات لگتی ہے۔ میں وہ آپ کو بتا رہا ہوں۔

حضرتِ عیسیٰؑ سے اللہ نے پوچھا عیسیٰ تم نے سکھایا تھا ان کو کہ میرے بچے ہیں میری بیوی ہے! حضرت عیسیٰ نے کہا کہ اے اللہ جب تک میں ان میں رہا میں ان کی نگہداشت کرتا رہا۔ ان کی علمی فراستیں دیکھتا رہا ان کے رستے درست کرتا رہا۔ اب جب میں ان میں نہیں ہوں تو میں ان کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ اے اللہ تو جانتا ہے تو دیکھنے والا ہے سننے والا ہے۔ اُدھر دیکھیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا فکر پڑی ہوئی تھی ایک نسل نہیں دو نہیں اصحابِ رسول نہیں پیچھے آنے والے نہیں تبع تابعین نہیں حتیٰ کہ میرے جیسے پندرہ سو برس سال بعد آنے والوں کی بھی نہیں بلکہ قیامت کے شفاعت کے روز اپنی اُمت کے آخری بندے میں بھی اتنے ہی انٹرسٹڈ ہیں جتنا پہلے میں ہیں۔ اتنی محبت کہاں سے کوئی لا سکتا ہے؟ ایسی محبت کس رسول کو اپنے غلاموں سے اپنے اُمتیوں سے ہوتی ہے؟ کیا زمین و آسمان میں اتنا ظرف کسی انسان کا ہے؟ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری اُمت تو بارش کی طرح ہے پتا نہیں اس کا پہلا حصہ اچھا ہے یا آخری حصہ اچھا ہے۔ آخری حصے تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا آتی ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور اصحابؓ ساتھ تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تو اصحابؓ سمجھے کہ ہماری کسی خطا کی وجہ سے آئے ہیں۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے کوئی خطا ہو گئی ہے تو ہم معافی طلب کرتے ہیں۔ فرمایا میری آنکھوں میں آنسو ان لوگوں کی وجہ سے آئے ہیں جو تم سے بہت دیر بعد آئیں گے زمانۂ آخر کے، انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہو گا مگر وہ تمہاری طرح مجھ پہ ایمان لائیں گے۔ وہ تمہاری طرح بڑے خلوصِ دل سے میرے احکامات کو فالو کریں گے۔ ان کی یاد سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ایسے پیغمبر پر تو ویسے ہی جان نثار کرنے کو دل کرتا ہے۔ ایسی غلامی تو

ہزار بادشاہتوں سے بہتر ہے۔ پھر وہ لوگ جو آج کے زمانے میں حضور ﷺ کی عزت و تکریم میں کمی کرتے ہیں ان کو کیسے ہم مسلمان مانیں؟ جس مسلمان کو اپنے نبی کے علم پر شک ہے میں اسے کیسے مسلمان مان لوں؟ میں نے تو مانا ہی اس لیے ہے کہ اس کا علم مجھ سے ہزار ہا درجے بہتر ہے۔ میں نے خدا کو نہیں دیکھا ہوا اس نے دیکھا ہوا ہے۔ this is the difference دیکھو کئی لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم تھا؟ میں کہتا ہوں پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کائنات میں غیب کیا ہے؟ ملائکہ غیب ہیں، جنات ہیں، کائنات کی اوپر کی سطح غیب ہے۔ فاصلے غیب ہیں۔ بالائے کائنات غیب ہے۔ سب سے بڑھ کر پروردگارِ عالم غیب ہیں۔ تو جس شخص کے بارے میں قرآن یہ کہے "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى" {النجم: 17} اس کی آنکھ نے کجی نہیں کی۔ اس کے دماغ نے کوئی خطا نہیں کی۔ میں اس کے علم سے بڑھ کر اپنے آپ کو عالم جانوں تو کتنی بڑی خطا ہوگی۔ بھئی He is the only witness on God. اگر محمد رسول اللہ ﷺ نہ ہوتے تو خدائی جادو اور سحر بن کے رہ جاتی۔ He is the one who was witness کہ ہاں میں نے اللہ کو دیکھا ہے اور میں جانتا ہوں۔

لوگ کہتے ہیں کہ کوئی بندہ اللہ کو نہیں دیکھ سکتا اور یہ درست ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ آپ اللہ کو نہیں دیکھ سکتے وہ آپ کو دیکھتا ہے۔ بالکل سچ ہے مگر جسے special preparations کرائی جائیں وہ تو دیکھ سکتا ہے۔ بھئی جب آپ کو پتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج پہ لے جانے سے پہلے ان کو شقِ صدر ہوا، ان کا دل چیرا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آلائشِ دنیا نکال کے اسے علم و حکمت سے بھر دیا۔ جب علم و حکمت سے بھر دیا تو ان کو اس قابل کر دیا کہ وہ across the skies گزر سکتے تھے۔ آسمانوں سے گزرنا مرحلہ تھا' تو وہ گزر گئے۔ بخاری کی حدیث کہتی ہے کہ جب آسمانِ اول پہ پہنچے تو محافظ ملائکہ نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل ہوں۔ اکیلے ہو یا کوئی ساتھ ہے؟ محمد ﷺ ساتھ ہیں۔ پوچھا خود آئے ہیں یا بلائے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا بلائے گئے ہیں۔ مرحبا گزر جایئے۔ اب یہ پیٹرن آف لائف یا پیٹرن آف possibiltiy جو ہے اور یہ کائناتی probability جن سے رسول اللہ ﷺ گزر کے گئے ہیں۔ اس کے بعد اگر میں سوچوں کہ میرے نبی ﷺ کا علم مجھ سے کم ہے تو میری اس سے بڑی جہالت کیا ہوگی۔ تو جب خدا اور رسول ﷺ کو سمجھنا ہو تو ہر علم سے بڑھ کر ایک علمِ خاص ہے

اور وہ اخلاص ہے کہ اپنے دلوں کو پھرول لو کہ مکر وفریب اور ریا کاری اور نفاق کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہماری تعریف کی برصغیر کے لوگوں کی تعریف کی اور اہلِ ہند کے مسلمانوں کی بات کی کہ مجھے خوشبو آتی ہے۔ خوشبو اس اخلاص کی ہے جو آپ کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ ہم جو چاہے کر لیں ہم انہیں مرا ہوا نہیں سمجھتے۔ ہاں اس دنیا سے گزر گئے، چلے گئے۔ اس دنیا میں اب دوبارہ پلٹیں گے نہیں۔ پلٹیں گے تو قرآن کا علم ناقص ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ کا علم ناقص ہو جاتا ہے۔

ایک صاحب نے مجھے کبھی پوچھا تھا کہ پروفیسر صاحب کیا خدا ماضی بدل سکتا ہے؟ تو میں نے کہا ہاں اس کے نزدیک اگر ماضی اس نے ٹھیک نہیں بنایا تو بدل سکتا ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ خدا نے ماضی غلط بنایا ہے؟ خواتین وحضرات اس قسم کے تمام مسائل اس لیے ہیں کہ اگر تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک لمحہ بھی ضرورت ہوتی اس دنیا میں تو خدا کبھی نہ ان کو لے کے جاتا۔ اگر وہ چھوٹے چھوٹے سے لوگوں کو زندہ رکھ سکتا ہے تا قیامت جیسے برنباس ہیں جو پہاڑوں کی کھو میں ہیں اور قیامت کے نزدیک نکلیں گے۔ جیسے سیدنا حضرتِ عیسیٰؑ ہیں جن کو شہادتِ کبریٰ کے لیے اٹھا لیا گیا۔ اگر خدا نے ان سے کافی جونیئر فضیلت میں کم رتبہ پیغمبروں کو بزرگوں کو یہ گنجائش دی جیسے خضرؑ ہیں جو رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔ جب ان لوگوں کو زندہ رکھ سکتا ہے تو کتنا عجیب سا سوال بنتا ہے؟ ایک سوال کا مجھے جواب دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر میں کیا فرمایا تھا جب ان سے کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جانا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا تھا ہاں میں اپنے رفیقِ اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ تو بھئی دنیا سے وہ رفیقِ اعلیٰ کے پاس گئے۔ ان کا آخری جملہ یہ تھا کہ میں رفیقِ اعلیٰ کے پاس جا رہا ہوں۔ میں بڑے دوست کے پاس جا رہا ہوں۔ کیا اللہ کے پاس جانے والے بندے کو موت آ جاتی ہے؟ تو بہت ساری باتیں چھوٹی چھوٹی built کر لی گئی ہیں جو دین کی نہیں ہیں، عقل کی ہیں۔ اور عقل ہی نہیں سلامت رہے گی تو پھر اس کا آپ کیا کرو گے؟ تو سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مقدس مآب جو اپنے آپ کو بنا کے بیٹھا ہوں میری تقدیس نکلے گی تو کوئی اور معزز ہو گا ناں۔ اپنی غرورِ ذات سے انائے ذات سے میں آگے بڑھوں گا تو اپنے سے بڑا کسی کو مانوں گا۔

ویسے تو آپ کا حق ہے بہت سارے لوگوں کو آپ نہیں مانتے ہو بہت سارے لوگوں کو

آپ بڑا مانتے ہو وہ جائز ہے کیونکہ وہ آپ کی طرح کے لوگ ہیں۔ جیسے امام ابن سیرینؒ نے کہا تھا مذہب کو معمولی شے نہ سمجھا کرو۔ مذہب دیکھ بھال کے لیا کرو کہ دکاندار کون سا ہے؟ جب تک مکمل آگہی کا شوق پیدا نہ ہو تو (تبلیغ چہ معنی دارد)۔ ابھی میں تبلیغ والوں کو دیکھتا ہوں نہ قرآن پورا پڑھا نہ حدیث پڑھی نہ فقہ کا پتا۔ اگر خدانخواستہ اگلا تم سے زیادہ لائق نکلا فقہ وحدیث میں تو پھر کیا کرو گے؟ آج کل تو علم ادھر ہی ہوتا ہے۔ وہ آپ سے زیادہ بہتر اعتراض کرنے والے ہیں۔ پھر اگر ان کے برابر کا علم آپ کے پاس نہ ہو گا تو آپ اپنی شرمندگی کے سوا کیا لائیں گے؟ ایک صاحب نے مجھے کہا کہ جی پروفیسر صاحب آپ غلط فہمی میں ہیں، ہم نے امریکہ میں پانچ ہزار مسلمان کر لیے ہیں۔ تو میں نے کہا اپنے گھر کی بھی تو خبر لو، کسی سچائی پہ ہاتھ رکھ دو۔ کسی فعلِ شریف کو اختیار کر لو۔ کسی تحفۂ رسول ﷺ کو قبول کر لو۔ اتنی قیمتی اور خوبصورت باتیں آپ کو عطا کر گئے ہیں۔ اگر ان کی ظاہری زندگی میں باطنی اخلاص بھی آتا تو قرآن کی وہ آیت پوری ہو جاتی کہ میرے بندے اگر بازاروں میں بھی چلتے ہیں تو ان کے آگے آگے میرے نور کا ہالہ چلتا ہے۔ وہ ہالہ نظر نہیں آیا کہ رحم کرم سے ہم کسی ایسے گائیڈ کو دیکھیں سمجھیں۔ اس کے لب و رخسار اور چہرے پہ کرمِ رسول ﷺ کی نظر ہو اور ہمیں بھی ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بھی یہ بندہ پسند آئے گا۔ پیرامیڈ کی ٹاپ پہ ایک تو بندہ لے آؤ، نیچے نہ سہی۔

چند مذہبی جماعتوں نے سیاست میں مذہب ڈال دیا۔ مذہب بھول گئے تعلیمات بھول گئے۔ نہ کسی کو پڑھایا نہ کسی کو لکھایا مگر سیاسی بیانوں میں حکومت درازی میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا حکومت اتنی معزز ہو گئی ہے؟ حکومت تو ایسی تھی جیسی اب ہے۔ اس کے علاوہ تو نہیں ہو گی۔ حکومت تو اسی طرح رہے گی۔ مگر تم لوگ ایک جماعت تو لاؤ جس کے بندوں کو دیکھ کے عام آدمی یہ کہے کہ ہاں یار ان کا اسلام دل کو لگتا ہے۔ ہم میتھوڈسٹ ہیں۔ ہم دل سے کوئی کام نہیں کرتے۔ خدا کی یاد کا کوئی تیقن ہمارے پاس نہیں ہے۔ ٹھیک ہے سب اچھے مسلمان ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں، حقیقت ہے۔ ہم ان کو دیکھ کے اپنے ظاہر سے شرمندہ ہوتے ہیں۔ مگر ان میں باطنی خوشبو نہیں آتی۔ یہ کوئی اور لوگ ہوں گے جن سے اللہ کے رسول ﷺ کو خوشبو آتی ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں سادہ مسلمان ہیں چاہے کتنے پیچیدہ عقائد ہوں وہ اپنے دل میں محبت کی خبر رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اقبالؒ نے کہا تھا کہ دشمن

چاہتا ہے کہ

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بدن سے نکال دو

سوال: آپ نے فرمایا خدا تو بندے کو معاف کر دیتا ہے' سوال یہ ہے کہ بندے کو یہ یقین کیسے حاصل ہو جب کہ وجہ گناہ جو انسانی جبلت ہے اس کو اپنے اندر زندہ دیکھ رہا ہو؟

جواب: ایک دفعہ تصوف کے دو بڑے امام بیٹھے تھے۔ خدا رسیدہ لوگ تھے۔ جنید بغدادؒ بیٹھے تھے۔ ساتھ خواجہ ابوالحارث المحاسبیؒ تھے۔ ایک شخص آ گیا۔ اس نے کہا اے شیخینِ کرام توبہ کیا ہے؟ تو جنابِ جنیدؒ نے کہا ابوالحارثؒ سے پوچھو۔ تو ابوالحارثؒ نے کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے ہمیشہ یاد رہے۔ پھر کہا جنیدؒ آپ کیا کہتے ہیں؟ جنیدؒ نے کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ آئے۔

خواتین و حضرات ایک جواب بہت اچھا بھر پور سائیکالوجیکل ہے' جو جنید کا ہے۔ ایک جواب dogmatic ہے۔ مستند ہے۔ وہ ابولحارث المحاسبیؒ کا ہے۔ ابوالحارث المحاسبیؒ کا مطلب یہ ہے کہ توبہ ندامت پیدا کرے آپ مسلسل اسے یاد رکھیں۔ اللہ کا خوف آئے۔ اس کے غضب کا غلبہ رہے۔ مگر اس میں ایک المیہ ہے کہ تھوڑے عرصے کے بعد جب گناہ کرتے کرتے اس کی طاقت اور مدافعت کم ہوتی ہے تو پھر اس گناہ کی وہ لذتیں جس کی وجہ سے اس کا ارتکاب کیا وہ دوبارہ پیدا ہو جاتی ہیں اور کچھ عرصے کے بعد دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' اگرچہ وہ اس کو پسند نہیں کرتا۔ پھر کچھ عرصہ اس پہ ندامت کا غلبہ ہوتا ہے وہ پکا ارادہ کرتا ہے اب نہیں کروں گا۔ اور ہوتے ہوتے وہ ندامت کا وقفہ کم ہوتا جاتا ہے اور لذت کا رتبہ بڑھتا جاتا ہے۔ تا آنکہ وہ کہتا ہے I am forced to do it again and does it again یہ ہے توبہ میں گناہ کو یاد رکھنا۔ اور جو شیخ جنیدؒ نے کہا ہے یہ ایک بڑا strong, clear mental decision ہے اور اس میں صرف یہ کہنا ہے کہ I won`t remember it because I don`t want to do it میں نے کام کرنا ہی نہیں ہے تو میں اس کو یاد کیوں کروں؟ میں اسے بھلا دیتا ہوں۔ یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ جس نے توبہ کی وہ ماں کے پیٹ سے تازہ جنا گیا۔ once you are very clear کہ یہ گناہ ہے جب کہہ دیا کہ میں نے آئندہ نہیں کرنا تو اس کو یاد کیوں کرنا؟ پھر اس کی یاد بھی بھلا دی۔ دیکھو خدا نے سب سے بڑی سزا جو رکھی ہے

انسانوں پر کہ ڈرو اس بات سے کہ خدا تمہیں اپنی یاد سے نکال دے۔ وہ تمہارے بارے میں ہر چیز بھول جائے۔ پھر وہ تمہیں اصول پہ mathematical rules پہ چھوڑ دے گا۔ پھر ہر چھوٹی خطا کے بدلے ایک آفت تیار پاؤ گے۔ تو میں جنیدؒ کے قول سے 100 percent متفق ہوں کہ توبہ ایک فیصلہ بھی ہوتا ہے جو کہ کمزور بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے جب اس میں دوبارہ دہران آئے گا تو وہ لذتِ گناہ سے نہیں آئے گا۔ اس لیے آپ اگر گناہ چھوڑ سکتے ہیں اور مکمل توبہ کر سکتے ہیں تو صرف اس ایک بات سے کہ you make a decision and ask God کہ وہ آپ کو اس میں توفیق دے دے۔

آپ دیکھیے توفیق کیا ہے؟ "وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ" {هود:88} تمام توفیق اللہ کی طرف سے ہے، استطاعت اللہ کی طرف سے ہے۔ اور ہے کیا؟ اس میں صفت کیا ہے؟ توفیق والا خدا کی طرف بار بار جاتا ہے۔ یہی پیغمبروں کی صفت ہے "نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ" {ص:44} کہ بار بار اللہ کو پلٹتے ہیں۔ تو میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ پلٹنے کا فاصلہ کم ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ سال کے بعد پلٹو اور توبہ کرو یا ہزار سال بعد پلٹو۔ خطا ہو تو پلٹو، خطا ہو تو پلٹو، خطا ہو تو پلٹو اور اس پلٹنے کے ساتھ اللہ کی توفیق آپ کی بقا میں شامل ہو جائے گی۔ جب اللہ کی توفیق شامل ہو جائے گی تو اللہ دو بندوبست کرے گا۔ ایک تو آپ کو گناہ سے بچنے کی تقویت دے گا۔ دوسرے وہ ماحول ختم کر دے گا جس کی وجہ سے تقویت پیدا ہو رہی ہے۔ اور یہ دوسرا کام صرف اللہ ہی کر سکتا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔

سوال: حالاتِ حاضرہ پہ سوال ہے کہ پانامہ لیکس کی حقیقت کیا ہے اور اس پہ اپوزیشن کی سیاست پاکستان پہ کیا اثرات مرتب کرے گی؟

جواب: آج سے پندرہ بیس برس سال پہلے بہت ساری باتیں which I said against the temper of the time and against the people of the time مگر ان کی گواہی بعد کے آنے والے واقعات میں خداوندِ کریم نے ایسی تائید پیدا کی جو اس کے بندے کے حق میں تھی۔ میں آپ سے کہتا تھا کہ ایران کبھی بھی امریکہ سے نہیں لڑے گا۔ ایک نیت، ایک خیال ہے، ایک منصوبہ ہے جس سے وہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ they did not fight and came together finally اب وہ پارٹنرز ہو گئے ہیں۔ میں آپ

سے کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ پاکستان کا پچاس سال ایک اور دس سال ایک' ساٹھ سال کا چلّہ ختم ہوا ۔اب پاکستان کی برکت وترقی ہے۔عزت پانے والا ہے۔ہماری نالائقیوں کے صلے میں اللہ نے ہمیں تباہ نہیں کیا مگر ہمارے چند لوگوں کے صلے میں جو شریف تھے نیک تھے جنہوں نے بحران میں بھی زمانے کی کاپی نہیں کی بلکہ اپنی اصابتِ رائے پہ اڑے رہے۔اپنے اخلاق کی حفاظت کی اور ہر طرح کے فضول وقتوں میں بھی انہوں نے اللہ کی ذات کا آسرا لیا تو they have won the battle finally اللہ تعالیٰ نے اس ملک کے نصیب میں وسعت،فراست، طاقت اور حکومت کی ایک ایسی نس رکھ دی ہے جو آنے والے وقتوں میں بڑی نمایاں ہوگی۔انشاء اللہ تعالیٰ العزیز آپ اچھے سرمایہ دار اور بہت طاقتور ملک ہوں گے۔اس کے لیے لیڈر ضروری نہیں ہے ۔میرا خیال ہے اب اللہ کو رحم آ گیا ہے۔لیڈر جیسے بھی ہوں ملک ترقی کرے گا۔مگر افسوس کی بات ہے کہ Pakistan does not have single statesman اور یہ پالیٹیشنز کا اجتماع ہے جو انتہائی گھٹیا حرکتیں کرتے ہیں۔

اب پچھلے دنوں لیکس کا واقعہ ہوا ہے۔شاید آپ کو یاد ہو میں نے ایک جلسے میں کہا تھا کوئی administrator اچھا ہو اس کو ہم آفر کر دیتے ہیں کہ کرپشن کیوں کرتے ہو' تینتیس پرسنٹ ہم سے لے لو باقی کام میں لگا دو۔ضروری ہے کرپشن؟ لے لو جو لینا ہے۔بھئی باہر کے لوگوں کو بھی دیتے تو ہیں۔اب پی آئی اے کے لیے باہر سے بندہ منگوایا ہے۔پچیس لاکھ پہ،دے تو رہے ہیں۔چلو تم بھی آ جاؤ' جتنے پیسے لینے ہیں ہم سے لے لو اور ہمیں ملک چلا دو۔مگر الزام یہ جو ہے بڑا غلط ہے۔یہ جو ملک ہے جہاں سے لیکس آئیں ہیں کبھی کسی نے question ہی نہیں کیا یہ کون ہوتے ہیں ساری دنیا پہ کرپشن کا چارج لگانے والے؟ انہوں نے امریکہ کو کیوں چھوڑ دیا؟ برطانیہ کو کیوں چھوڑ دیا؟ یعنی جن پہ الزام لگائے ہیں کیوں لگائے ہیں؟ اور جن کو چھوڑ دیا ان کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟ کیا ان کے حکمران نیک پاک ہیں؟ یہ ایک سیدھا سادہ منطقی سوال ہے کہ بھئی تم لوگوں نے لیکس میں مخصوص ممالک کو کیوں ہدف بنایا ہے؟ پانامہ دراصل ایک ڈرگز سٹیٹ تھی اگر کسی کو تاریخ یاد ہو۔1997ء میں امریکن فورسز پانامہ اتر گئی تھیں۔جنرل نوریگا تھا جو ڈرگ کے لیے ساری دنیا میں مشہور تھا۔نوریگا کے بعد یہ پانامہ سٹیٹ ٹوٹلی سی آئی اے کے کنٹرول میں آ گئی تھی۔اس وقت سے اب تک، بلکہ ایک فلم بنی اس کا نام تھا ٹیلر آف پانامہ جس میں ملکی اور غیر ملکی

اثرات اور جاسوسیاں بتائی گئی تھیں۔ یہ سی آئی اے کی ایک ملٹی سٹیٹ بنی ہوئی تھی جہاں اگر اندر سے نہیں کوئی کام کر سکتے تو باہر سے کرتے تھے۔ میں آپ کو تھوڑا اساذکر کر دوں کہ perhaps 70's میں دولڑکے میرے پاس آئے۔ ایک کا نام صباح دین تھا' ایک کا نام زبیر تھا۔ اس وقت میں اپنی تربیت پوری کر رہا تھا اور سخت حالات میں تھا۔ اس وقت انہوں نے کہا پروفیسر صاحب ہمارے پاس ایک انڈسٹریل سرمایہ دار ہے۔ اس نے درخواست بھیجی ہے کہ کیا ہم شریفوں کے لیے کوئی وقت نہیں ہے کہ ہم اقتدار میں آئیں اور ملک وملت کے خدمت کریں؟ this was exactly what he said میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ ان پہ تو وہ وقت ضرور آئے گا جب اس ملک میں سردار بنیں گے۔ تم اس وقت ساتھ نہیں ہو گے۔ اس وقت بھی وہ لڑکے واپس لوٹ کے آئے۔ ان کا اختلاف ہو گیا۔ نواز شریف زیادہ سمجھدار ثابت ہوا یا جو وہ آرزو لیے بیٹھے تھے نواز شریف نے پوری نہیں کی۔ نواز شریف کی پرسنل ڈوئنگ کے بارے میں میرے پاس جتنی بھی اطلاعات ہیں ان کے مطابق he is very clean and honest in his personal doings. میرے ایک دوست تھے۔ یہ بہت دیر کی بات ہے۔ جب یہ سٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں آتے ہیں یا یہ جو مال روڈ پہ بنا ہوا تھا' اس وقت یہ گیسٹ ہاؤس نہیں بنا ہوا تھا، یہ فری مشنری ہال تھا ادھر لاہور میں، تو وہ مجھے کہا کرتے تھا آج تک اسے کوئی سرکاری پیسہ مہمانوں پہ لگاتے نہیں دیکھا پلے سے لگاتا ہے۔ he does not take any favour from guest houses.

دوسری طرف وہ شخص ہے جس کو میں نے اپنے ہاتھوں میں رکھا بڑا کیا۔ خان صاحب کو جب ہم نے introduce کیا۔ ادھر گجر خان میں ہی اس کو لیڈر بنایا۔ چونکہ بات چیت کرنے کے قابل نہیں ہو رہا تھا تو then I took him in my special session in Jhelum ہمیں تسلی نہیں ہوئی پھر میں انہیں میرپور لے گیا۔ وہاں ان کو پڑھایا لکھایا کچھ باتیں سکھائیں۔ ایک اہم واقعہ جو اتنا اہم بھی نہیں ہے کہ آپ کو سناتا ہوں کہ الیکشن ہونے والے تھے' خان صاحب کا فون آیا مشورہ لینا ہے آپ مجھے ضرور ملاقات کا موقع دیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے چلو آجاؤ۔ میں نے کہا کتنی دیر بیٹھنا ہے؟ کہا تین گھنٹے۔ میں نے کہا تین گھنٹوں میں تو ساری دنیا مسلمان ہو سکتی ہے۔ ایک آدھ گھنٹہ بڑا ہے۔ پھر ہم وہاں ملے۔ تو یہ بڑے لطیفے کی بات

ہے۔ جب یہ پہلی دفعہ الیکشن لڑ رہے تھے تب بھی میرے پاس آئے۔ میرا خیال ہے کہ فیصلہ کن موقعوں پہ یہ ہمیشہ میرے پاس آجاتے ہیں۔ مجھے کہنے لگے پروفیسر صاحب آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا تمہارے پاس صرف ایک سیٹ ہے اور وہ بھی تمہاری اپنی ہے۔ تم ادھر پھر رہے ہو تم وہ بھی ہار جاؤ گے۔ واپس جاؤ۔ خان صاحب ڈرے اور واپس گئے and he won that single seat اب کی بار انہوں نے پوچھا میری پنجاب میں کیا پوزیشن ہے؟ میں نے کہا زیرو۔ ایک بھی نہیں آئے گی۔ اس وقت خان صاحب نے پبلک بڑی دیکھ لی تھی تو بڑے افسردہ بھی ہوئے چڑے بھی اور کہا پروفیسر صاحب! یہ کیا ایک بھی نہیں۔ مجھے تو اتنی پبلک ملی ہے اتنا ہجوم ہوا میرے جلسوں میں۔ میں نے کہا یہ 60 thousand کا ہجوم ہے۔ یہ ایک لاکھ بیس ہزار کا نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ رونق دیکھنے کے لیے آپ کے جلسوں میں آجاتے ہیں۔ بندوبست بڑا ہے، یہ معاملاتِ حسن کی کارفرمائی ہے اس لیے۔ مگر آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ اگر ایک سکوٹر پہ تین بندے بیٹھے ہیں تو قانوناً بھی جرم ہے۔ دو ہی ووٹر ہوں تو بہتر ہے۔

خان صاحب پریشان کہ پروفیسر صاحب کوئی سیٹ نہیں؟ میں نے کہا کوئی سیٹ نہیں ہاں البتہ سرحد جیت جاؤ گے۔ مگر پھر میں نے انہیں کہا کہ سرحد بھی اس لیے نہیں جیت جاؤ گے کہ تم کوئی باغیانہ لیڈر رہو۔ اس لیے ظاہر ہے کہ ہمارا ابھی تو تعصب ہے، فرسٹ ٹائم اگر پٹھان پرائم منسٹر بن رہا ہو تو آپ کو وہ ووٹ ملیں گے آپ جیت جاؤ گے۔ تو جب یہ بات ہوئی تو خان صاحب نے مجھے یہ کہا کہ پلیز کچھ کریں۔ مجھے کچھ سیٹس دے دیں۔ تو میں نے کہا اچھا خان صاحب دیتا ہوں سیٹس مگر یہ وعدہ کرو فلاں فلاں کو سیٹیں دو گے۔ کہتے یہ کیسے ہوسکتا ہے میں تو ہر صورت آپ کو دوں گا۔ میں نے کوئی بارہ نام ان کو لکھوائے۔ کہنے لگے یار نعیم ادھر آ اور یہ بارہ نام لکھ لے۔ یہ ہر صورت فائنل کر دے۔ پھر کہا پروفیسر صاحب یہ تو بہت تھوڑے ہیں، اور کہاں سے آئیں گے؟ میں نے کہا اچھا پہلے میں ان کو دیکھ لوں۔ پھر دو چار سات دن میں نے انتظار کیا۔ ان میں سے ایک بھی نام نہیں آیا۔ میں نے کہا خان صاحب اگر میں خدانخواستہ ان کو کہہ دیتا جا کے جیسے آپ نے کہا تھا تو (پھر خواہ مخواہ شرمندگی ہوتی)۔ میں سب کو اپنے سے بڑا ہی سمجھتا ہوں۔ میں نے خان صاحب کے بارے میں یہ بھی کہہ دیا کہ میں تو سمجھتا ہوں یہ مجھ سے بھی زیادہ ایمان دار ہیں۔ I think he has many complexes but the worst of the

اور تھوڑے complex is every strong man looks rival to him عرصے کے بعد اس کی مٹی بھی پلید ہو جاتی ہے۔ ان کو نکالنا بھی شروع کر دیتے ہیں۔ he is fearful and apprehensive personality میں نے ان کو کہا تحریکیں نہیں جیتا کرتیں۔تحریکیں چھوڑو۔تم اس کو پاکستان انصاف پارٹی کا نام دے دو۔ پارٹی کو مستقل مزاج دو۔ تحریک کا کوئی مزاج نہیں ہوتا، اس کا مزاج صرف لڑائی جھگڑا ہوتا ہے۔تب بھی مان گئے لیکن پھر بھی کچھ نہیں کیا تھا۔he is surrounded by his counters میں تو یہی کہوں گا۔

کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا تھا کہ عمرؓ کامیاب ہوئے اور آپ کیوں نہ ہوئے؟ دونوں بڑے آدمی تھے۔عمرؓ بھی اور علیؓ بھی، ان سا بڑا کون ہو سکتا ہے۔تو انہوں نے کہا ان کے مشیر ہم جیسے تھے اور ہمارے مشیر تم جیسے ہو۔اب سچ پوچھو تو یہ بات بڑی درست ہے۔ان کے مشیروں میں کوئی بھی اس قابل نہیں ہے۔کوئی سٹیٹ مین شپ نہیں ہے، ان کا پولیٹیکل تجربہ نہیں ہے۔اب کل میں خبر دیکھ رہا تھا کہ علیم خاں کے چار گھر تھے' کوئی چوالیس کروڑ کے۔انہوں نے سٹیٹمنٹ میں ستائیس لاکھ لکھوائے ہوئے تھے۔ادھر وہ انکار کر رہے تھے کہ اتنے کے نہیں ہیں۔ میں نے سوچا کوئی چون لاکھ دے کے کہتا وہ گھر مجھے دے دو۔ یہی ہو سکتا ہے اس کا حل۔ بات یہ ہے کہ کچھ چیزوں پہ افسانے زیادہ ہیں۔جو بھی industrialist ہے اس کا اکاؤنٹ باہر ہے۔اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ضرورت نہ پڑتی ہو۔ان کے گھر ہوتے ہیں۔ وہاں پر بچے بھی جاتے ہیں they had to open an account outside there. اور دوسرے ملکوں میں رہائش گاہیں بھی ہوتی ہیں۔میرے کئی دوست ایسے تھے جو بہت امیر تھے۔پاکستان کو بڑا ٹیکس دیتے تھے مگر پانچ پانچ کروڑ کے ان کے گھر لنڈن میں بھی تھے دوسری جگہ پہ بھی تھے۔میرا خیال ہے کہ یہ اتنا بڑا کرائم بنتا نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جیسے نواز شریف نے کہا اب میں دیکھوں اس کے لیے کتنی آسان ہے آزادی۔اگر وہ نہ ایکٹ کرے تو یہ اور بات ہے۔جب وہ یہاں سے رہا ہوا تو اس وقت میں نے خبر سنی تھی کہ five hundred million dollars جو ہیں سعودی عرب نے اس کے ساتھ کارخانے میں انوسٹ کیا ہے۔جب وہاں گیا بہت بڑا اسکریپ کا کارخانہ لگا رہے تھے۔ فرض کرو سعودی عرب یہ سٹیٹمنٹ دے دے کہ یہ ڈالر جو بتائے جا رہے ہیں یہ میں نے اسے دیے

ہیں تو کیا ہو؟ ہاں اگر یہ لیکس دباؤ ڈال رہے ہیں تو کس چیز پہ؟ اس لیے کہ ہم نے بہت جلدی کر کے چائینہ کے ہاتھ میں گوادر دے دی ہے۔ چائینہ کے ہاتھ میں گوادر جانے سے امریکہ کے بہت بڑے allies متاثر ہوتے ہیں جیسے ایران ہے، اس کا چاہ بہار کا سسٹم، دبئی کا سسٹم ہے۔ پھر آپ غور کرو کتنے بڑے بڑے مفاد اس کے خطرے میں پڑتے ہیں اور دنیا کی سب سے بڑی ٹریڈ روٹ چینج ہو جاتی ہے۔ اور آپ کے گھر سے گزرے بغیر اور ہر جانہ دیے بغیر کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ آپ کو شاید پتا نہیں ہے آج سے سات ہزار سال پہلے بھی اس روڈ کے لیے Roman emperor Tiberius 2 آ کے لڑا تھا۔ یہ ایسی روڈ ہے جس پہ سات ہزار سال سے پہرے لگے ہوتے تھے۔ جتنے قافلے ادھر سے گزرتے تھے رستے میں جو قبیلہ ہوتا تھا روک کے پیسے لے کے آگے جانے دیتا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہی روڈ ایک دفعہ پھر دنیا کا راس الخیمہ بننے والی ہے۔ سارا atmosphere چینج کرنے والی ہے۔ اس کی مخالفت صرف اس لیے کی جا رہی ہے کہ یہ نہ بنے یہ کمزور رہ جائے یہ قوم بگڑ جائے۔ اب آپ مجھے آخری بات یہ بتائیں کہ اگر ہم اس وقت پرائم منسٹر کو دور کر دیتے ہیں اور اس کے بدلے میں کیا چنتے ہیں chaos, disturbance and reelection قوم کو اتنی عقل تو ہونی چاہیے کہ باقی کرپٹ لوگوں کو ہم نے سات آٹھ سال دے دیے جو ایک تنکا بھی نہیں توڑ کے گئے۔ تو اس کو دو اور سال دے دو۔ He has been continuing something تو ہمیں بحیثیت ملت کے اپنا خیال ضرور رکھنا ہے کہ what is good? loss and benefit lies with a nation الحمد للہ میں تو دیکھتا ہوں پاکستان میں پبلک پہ اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ public has taken it as scandalous move بہر حال عمران خان بھی ٹھیک کہہ رہا ہے اگر وہ اتنا نہ چیخے تو شاید یہ واقعی کرپٹ ہو جائیں۔ میرا خیال ہے as a negative influence he is always there, and he is ok. یہ فتنہ خانہ سامانی کو کم نہیں ہے۔ And may Allah be with you

وما علینا الا البلاغ

زمان و مکاں کی حقیقت

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (الاسراء:80)

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الصّٰفّٰت:83-180)

خواتین و حضرات! شکر گزار ہوں کہ میرے دو بڑے ہی عزیز دوست آپ کے شہر میں اپنے فرائض سرانجام دینے آئے اور ان کی وجہ سے مجھے آپ سے ایک دفعہ پھر ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ یہ مضمون جو ہے زمان و مکاں کی حقیقت، ٹیکنیکلی اتنا ڈیفرنٹ اور مشکل ہے کہ جبرائیل کے پر جلتے ہیں اور مشرق و مغرب کے بڑے بڑے فلاسفہ جب زمان و مکاں کی حیثیت پہ غور کرنے چلتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ وہ بہت بڑی کنفیوژن کا شکار ہو گئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں زماں و مکاں ایسا اچنبھا ایسا عجوبہ روزگار مضمون نظر آتا ہے کہ لوگ اس پہ تکلفاً بھی حرف آزمائی نہیں کرتے اور خیال کی جستجو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ ایک بہت آسان طریقہ بھی ہے زمان و مکاں پہ گفتگو کا اور میں کوشش کروں گا کہ ہم اُس انداز سے اس پہ غور کریں۔ کہ میں ایک بات جانتا ہوں اللہ کی طرف سے عقل کو اتنی وضاحت سے اور اتنی سلاست سے انسانوں کو پیش کیا گیا ہے کہ ایک راہ گیر بھی چلتے ہوئے جب اللہ کی بات سنتا ہے تو وہ سمجھ جاتا ہے

کہ یہ بہت سمپل اور understandable ہے۔

خواتین وحضرات جب خدا نے ایک منصب عطا کیا انسانوں کو اور کہا مجھے تم سے کوئی زیادہ تردد نہیں ہے۔ میں کوئی مشقت نہیں لینا چاہتا۔ ہاں تمہیں صرف ایک سوال کا جواب دینا ہوگا تو معرکتہُ الآرا سورہ دھر میں فرمایا" هَلۡ أَتَىٰ عَلَى ٱلۡإِنسَٰنِ حِينٞ مِّنَ ٱلدَّهۡرِ لَمۡ يَكُن شَيۡـٔٗا مَّذۡكُورًا "{الدھر:01} کہ تمہیں پتا ہے کہ تم زمانے میں کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھے، نہ تم آدم لگتے تھے اور نہ تم انسان لگتے تھے۔ ایسی عجیب وغریب منفی حالات میں۔ Will Durant کہتا ہے کہ probably, billion or trillion years before انسان ایک کائی کی صورت میں کہیں کسی تالاب کی greenery میں چپکا ہوا تھا۔ پھر ایک بہت بڑا حادثہ ہوا کہ انسان نے موت اور regeneration قبول کر لی۔ موت کے بعد اس کو continuity کا انعام دیا گیا۔ در اصل موت continuity کا نام ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ڈاکٹر ڈیووکا ایک بہت بڑا نظریہ سامنے آیا ہے جس پہ نوبل پرائز اس کو دیا گیا۔ اس نے کہا کہ اتنا انسان مر رہا تھا اور انسانی حیات بالکل تباہ و برباد ہو رہی تھی ملین اینڈ ٹریلین میں یہ جرثومۂ حیات مر رہا۔ تھا پھر سڈنلی اللہ نے اس پہ بہت بڑا اور عجیب وغریب احسان کیا کہ اس کو external stimulus کا جواب دینا سکھا دیا۔ اس کو خارجی حالات میں adjust کرنا سکھا دیا۔ اس موت کے عوض اس کو بقائے حیات عطا کی گئی۔

سنا ہے کہ عالم ِبالا میں کوئی کیمیاگر تھا
صفا تھی جس کے خاکِ پا کی بڑھ کے ساغرِ جم سے

اس کائنات میں کائناتِ بالا کے اس حکیم نے جو نسخہ بنایا تھا وہ بڑا عجیب وغریب تھا۔ آئیں ذرا سوچیں کہ اس نے کیا کیا ہوگا؟ اور یہ دیکھیں کہ اس نے جو کیا ہم ویسے ہی نہیں کرتے۔ آپ نے کسی بستی کی advertisment دیکھی تو ہوگی کہ اتنے انسانوں کی capacity کی ہم ایک جگہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس میں سب سے پہلے پانی اور سڑک کی ضرورت ہوتی ہے، رستے کشادہ ہونے چاہئیں۔ کیا قرآن نے کہا نہیں ہم نے پہاڑوں میں تمہارے لیے رستے بنائے زمین کو پھیلایا "وَٱلۡأَرۡضِ وَمَا طَحَىٰهَا "{الشمس:6} ہم نے اس کو ہموار کیا۔ ایک بہت بڑی بستی جس کی limitation شاید اگر ساڑھے تیرہ ارب سال سے نہیں تو کم سے کم سوا چھ ارب سال سے شروع

ہوئی۔ اس کائناتِ بسیط سے ایک بستی علیحدہ کی گئی ۔ پھر اس میں ایک ایک چیز کی ضرورت کا دھیان کیا گیا' زندگیٔ انسان کے مطابق ۔ خدا نے کہا دو ارب سال لگائے اس میں ضرورتِ اشیائے انسان کے رکھنے میں ۔ دو ارب سال لگائے ہم نے زمین کو بنانے میں ۔ اگر قرآن میں مینشن کیے گئے ''دو دن'' کے آپ پیمانے کو دیکھیں تو جیسے آپ اپنے نقشے پہ دیکھتے ہو ایک اِنچ برابر ہے ایک ہزار سال کے' اگر آپ زندگی اور کائنات کا اندازہ لگائیں تو آپ کو معلوم ہو گا اس میں جو پیمانہ استعمال ہوا ہے وہ قریباً قریباً کم و بیش ایک دن برابر ہے ایک ارب سال کے۔ مسئلہ یہ ہے کہ زمانہ کہاں سے آیا؟ زمین آ گئی سپیس آ گئی اور زمانہ کہاں سے آیا ہے؟ اتفاقاً میں نے دو بہت بڑے یورپی سائنس دانوں کے اقوال سنے ۔ تاہم مجھے بہت احمقانہ لگے ۔ وہ نام اتنے مقدس اور بڑے ہیں کہ آپ ان کو qoute کر کر کے نہیں تھکتے ۔ اور یہ بھی نہیں ہے کہ انہوں نے کوئی غلط تحریر لکھی ہے ۔ بہت بڑی جستجو سے کام کیا ۔ کائنات کے اسرار کی گنجائشیں دیکھیں ۔

ایک قول آئن سٹائن کا ہے ۔ وہ کہتا ہے I know there is a design in the universe but I don't believe in a personal God. میں نے سوچا کہ اتنا بڑا سائنس دان اور اسے ابھی تک یہ پتا بھی نہیں لگا تھا کہ سب سے بڑا ڈیزائن تو خود انسان تھا how would it be possible? خدا چھوٹے موٹے ڈیزائن پہ تو بہت غور کرتا بڑی نگرانی کرتا مگر اپنے سب سے بڑے ڈیزائن سے بے تعلقی برت لیتا ۔ and how is it a super scientist always think I only see God in the design outside me and not inside me? تو یہ naivety ہے اس کو کسی صورت مذہباً ایک سمجھ دار آدمی ثابت نہیں کر سکتا ۔ اکثر ایسا ہوتا ہے ایک نان سائنٹسٹ سائنس پہ جب رائے دیتا ہے تو بڑا معصوم سا لگتا ہے ۔ اسی طرح ایک بہت بڑا سائنٹسٹ جب مذہب پہ رائے دیتا ہے تو بس وہ ایک ایسا ہی شخص لگتا ہے کہ جس کو شاید مذہب کی اے بی سی کا بھی پتا نہیں ہوتا ۔ اب دیکھیں ہاکنگ نے کیا کہا؟ وہ کہتا ہے کہ بِگ بینگ سے پہلے ٹائم نہیں تھا ۔ اگر ٹائم نہیں تھا تو خدا نہیں تھا ۔ اس کا کہنا ہے کہ I don`t believe in a God, why? کہ بِگ بینگ سے پہلے ٹائم نہیں تھا ۔ اب آپ خود ذرا غور کرو اس کو شاید ایک بات کی کبھی بھی سمجھ نہیں آئے گی کہ خالق کون ہے اور مخلوق کون ہے؟ کیا ٹائم خدا کا خالق تھا کہ ٹائم کے شروع

ہوتے ہی خدا پیدا ہو گیا؟ یا یہ کہ خدا خالق تھا جس نے چاہا اور ٹائم پیدا ہو گیا۔

خواتین و حضرات قرآن حکیم میں ایک چھوٹی سی آیت میں خدا نے ٹائم پہ اپنی آسان ترین گرفت کا نمونہ دیا۔ اتفاقاً حضرت عزیرؑ جب کسی بستی سے گزرے تو پوچھا "قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا " کہ اے میرے رب تو مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے؟ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ " اللہ تعالیٰ نے سو برس کے لیے مار دیا۔ دو چیزوں کو عزیرؑ کو ان کے گدھے کو، اور ان کے ساتھ کھانا بھی تھا۔ چھوٹا سا کمرہ جس کمرے میں ایک عجیب و غریب واقعہ گزرا۔ زمان و مکاں کی حیثیت سے میں نے پوری زندگی میں ایسا عجیب و غریب واقعہ نہیں دیکھا۔ واقعہ کیا ہوا؟ سو برس کے بعد جگایا "ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ " کتنی دیر سوئے؟ کہا اے پروردگارِ عالم ایک دن آدھا دن ڈیڑھ دن سویا ہوں گا۔ کہا " فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ" اللہ نے فرمایا نہیں عزیرؑ آپ سو برس مر گئے تھے۔ ذرا کھانے پہ تو نظر ڈال۔ وہ تازہ تھا مہک اُٹھ رہی تھی۔ پھر کہا "وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا" { البقرة: 259} ذرا گدھے کو تو دیکھ سو برس میں اس پہ کیا بیتی' اس بیچارے کی ہڈیاں پڑی تھیں۔ سوکھی پڑی تھیں۔ اب دیکھیں اتنے عجیب و غریب واقعہ کا اگر حضرتِ عزیرؑ پہ کوئی اثر ہوا تو یہ کہ رونا دھونا شروع کر دیا اے پروردگار میں سفر کیسے کروں گا میرا تو گدھا ہی ہڈیوں میں بدل دیا ہے۔ تو اللہ میاں نے کہا اب دیکھ اس پہ ہم گوشت کیسے چڑھاتے ہیں۔ مگر قطع نظر پیغمبر محترم کی اس معجزاتی تھنکنگ کے وہ آسان سا تجربہ دیکھئے چھوٹا سا کمرہ تھا، چھوٹے سے کمرے میں تین incidents رونما ہوئے۔ ایک جگہ سرے سے وقت نہیں گزرا۔ کھانے پہ سرے سے وقت نہیں گزرا۔ حضرت عزیرؑ پر سارا وقت squeeze ہوا اور دن اور رات کی شکل میں گزرا۔ گدھے پہ سو برس گزر گئے۔ there is no such example in the whole universe of this miraculous happening. ٹائم اور سپیس کی کتنی ہی ڈائی مینشنز اس چھوٹے سے کمرے میں وقوع پذیر ہوئیں that`s why I say قرآن ہزاروں برس آگے ہے ہر سائنس ہر علم سے۔ ایک ایسی گرفت نظر آتی ہے کہ وہ ربِ کریم جس نے یہ کائنات تخلیق کی ہے ٹائم کو ایک سپیشل differentiation instrument بنا دیا۔ اگر وقت نہ ہو تو آپ کے ہاں ہر چیز jamble کا شکار ہو جاتی ہے۔

اب دیکھئے کسی بھی جگہ ٹریفک میں ایک بہت بڑا jamble کیوں ہوتا ہے؟ صرف ایک وجہ سے ہوتا ہے کہ ٹائم پہ وہ چیز وہاں سے نہیں گزرتی۔ تو ٹائم کی اپنی حیثیت چیزوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کی بن جاتی ہے۔ جو زمانہ، مقام اور اشیاء کا تشخص علیحدہ کر دیتی ہے۔ زمانہ پہلے نہیں بنا تھا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے وہی چیز تخلیق کی تھی جس کا اس نے قرآن میں ذکر کیا۔ ایک امریکن پروفیسر میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ میں ایک سوال کا جواب ڈھونڈ رہا ہوں جس کے لیے میں ہندو mythologist کے پاس گیا ہوں۔ انہوں نے زمان و مکاں کی عمر اٹھارہ ہزار برس گنی ہے۔ پھر میں Christian theologian کے پاس گیا ہوں تو اس نے زمانے کی عمر سات آٹھ ہزار سال بتائی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میں قرآن اور سائنس پہ کتاب لکھوں اور میں چاہتا ہوں کہ میں قرآن کی بھی version دوں کہ قرآن میں زمان و مکاں کے بارے میں کیا لکھا ہے؟ اس دنیا کی ایڈجسٹمنٹ کیسے کی ہے؟ میں نے کہا بھائی بات سنو زیادہ کچھ تو میں نہیں جانتا۔ میں قرآن کی ایک سادہ سی آیت آپ کو quote کر دوں گا۔ اس سادہ سی آیت میں ایک بہت بڑا وصف ہے۔

دو آیات دو بہت بڑے موضوعات سے ڈیل کرتی ہیں۔ ایک میں خلاصۂ تخلیقِ کائنات ہے اور دوسری آیت میں خلاصۂ تخلیقِ انسان ہے۔ اس طرح نہیں جیسے میں بتا رہا ہوں بلکہ scientifically میں نے ان آیات کے ساتھ کھینچا تانی نہیں کرنی۔ میں نے اس سے بھی کہا کہ میں سمپلی آپ کو ٹرانسلیٹ کر دوں گا۔ ایک میں بڑے بلند بانگ لہجے میں اللہ کہتا ہے تمہیں مجال کیسے ہے کہ تم میرا انکار کر دو: "أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنَاهُمَا in the beginning heaven and earth were one mass then I forcibly tore them apart کہ پہلے زمین و آسمان ایک وجود تھے پھر ہم نے انہیں جبراً پھاڑ کے جدا کر دیا جیسے کاغذ کو forcibly پھاڑتے ہو تو بے ترتیب پھٹتا ہے۔ ترتیب سے نہیں پھٹتا۔ اللہ نے کہا شروع میں سات آسمان سات زمینیں ایک وجود تھے پھر ہم نے اپنی قدرت اور اختیار سے جبراً انہیں پھاڑ کے جدا کر دیا۔ یہ ہے آغازِ کائنات اور پھر دوسری آیت میں کہا "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ " {الأنبياء: 30} اور تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ امریکن پروفیسر مجھے کہتا ہے isn`t this big bang? تو میں

نے کہا Yes! مگر آج یہ ہمارا المیہ ہے کہ ہم سب قرآن کو ماڈرن ریفرینسز سے نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں۔ کچھ ریڈیکل مسلمانوں، کچھ سیکولر مسلمانوں، کچھ decadent مسلمانوں کے جو اپنے آپ کو جدید ترین کہتے ہیں ہم ان کے پروپیگنڈہ کا شکار ہیں "هذا اسا طير الاولين" کہ قرآن میں پرانی کہانیوں کے سوا کیا ہے؟

مگر خواتین وحضرات ایسا نہیں ہے۔ آج تک انسانوں کے علوم اس دہلیز تک نہیں پہنچے جہاں قرآن کی advanced education شروع ہوتی ہے۔ اب آپ دیکھ لیجیے اس امریکن نے اسی لیے یہ اصول دریافت کرلیا کہ وہ سائنٹفکلی بہت ٹریننگ لے کے آرہا تھا اور اس کو پتا تھا کہ بگ بینگ کیا ہے کہ بہت بڑا وجود جو کائنات کے آغاز میں تھا جو جبراً پھٹ گیا۔ اس کے آگے بہت دیر کے بعد بہت لوگوں نے فیصلہ دیا کہ کائنات پھیل رہی ہے مگر about seven or eight years before میں نے ٹائم میگزین کا سرورق دیکھا۔ اس میگزین پہ ایک جملہ لکھا ہوا تھا۔ وہ جملہ یہ تھا کہ "expanding universe of Einstein" دل میں مجھے بڑا افسوس تھا اپنے لوگوں پہ مڈل ایجز کے وہ تمام علماء جنہوں نے اپنی جہالت اور کم علمی سے قرآن کے ماخذ کو خراب کر کے اس کے علوم کی تحصیل ہمارے لیے مشکل کر دی۔ اگر آج سے ایک ہزار سال پہلے قرآن پڑھنے والے یہ لکھ جاتے کہ خدا یہ کہتا ہے کہ کائنات کا بنیادی ماخذ ایک وجود تھا جسے ہم نے پھاڑ کے جدا کیا ہے۔ پھر ایک اور جملہ ساتھ لکھ جاتے کہ اللہ یہ کہتا ہے کہ ہم نے تمام زندگی کو تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ اگر ایک اور جملہ لکھ جاتے unlike sciences خدا کہتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے" كُلٌّ يَجْرِيْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى " {فاطر :13 } کہ کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے۔ ایک اور جملہ ہمارے لیے سوغات میں چھوڑ جاتے کہ " كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَسْبَحُونَ " {الأنبياء :33 } کہ کائنات میں ہر چیز اپنے اپنے دوائر میں تیر رہی ہے۔ تو اس کے آگے آج کے ماڈرن انسان نے کون سی کائنات کی حقیقت جان لی؟ کیا آج سے ایک ہزار سال پہلے کا مسلمان دورِ حاضر سے اگر آگے نہ بھی ہوتا لیکن ہم پلہ نہ ہوتا؟ یہی آج آپ سیکھ رہے ہوتے۔

طولیمی کی ابتدا سے جس نے کہا کہ زمین کھڑی ہے اور تمام کائنات اس کے اردگرد موود کررہی ہے۔ 1542ء میں کوپرنیکس نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے سورج کھڑا ہے اور زمین اس

کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اور قرآن کیا کہہ رہا تھا" وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ "{النحل:12} کہ ہم نے سارے چاند ستاروں کو مسخر کیا مگر rule یہ ہے کائنات میں ہر شے کا rule ایک ہے" كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى "{فاطر:13} کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ ایک ایگزیکٹ اسی فقرے کی ٹرانسلیشن کرتے ہوئے 20th centuary میں سر جیمز جین نے کہا everything is moving in the universe. یہ وہ اثاثہ تھا اگر ہم غور وفکر کی راہ اپناتے۔

ایک کرنل صاحب میرے دوست تھے۔ وہ کہتے کہ میں ایک پیر صاحب کے پاس چلا گیا۔ میں نے اس سے پوچھا زمین سورج کے گرد کتنی تیزی سے حرکت کر رہی ہے؟ اس نے کہا تو یہ مجھ سے پوچھنے آیا ہے؟ یہ میرا کام ہے؟ میرا کام تیری اخلاقی تربیت کرنا ہے۔ کرنل صاحب نے کہا میں نے تو قرآن حکیم میں بہترین بندوں کی کچھ اور شناخت پڑھی ہے کہ "الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ " کہ میرے بہترین بندے وہ ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے کروٹوں کے بل ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں مگر ایک دوسری صفت بھی ہے وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"{ آل عمران:191} کہ وہ زمین وآسمان کی تخلیقات پہ غور کرتے ہیں ۔کرنل صاحب کہنے لگے حضرت صاحب! میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ آدھے آپ ولی ہیں آدھا میں ولی ہوں۔ کیونکہ میں نے سائنس پڑھی ہوئی ہے اور آپ تسبیح کر رہے ہو۔

خواتین وحضرات! افسوس کی بات یہ تھی کہ جو سب سے پہلا ظلم ہماری عبادت گاہوں پہ اُٹھا کہ دین اور دنیا کے علوم کو علیحدہ کر دیا۔ میں آج کتاب اللہ کو سوائے (گناہ وثواب کی کتاب اور کچھ نہیں سمجھتا)۔ سائنس ہے کیا؟ حکمت "يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ" جسے چاہا حکمت عطا کی" وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا " {البقرۃ:269} اور جسے حکمت عطا کی اسے خیر کثیر عطا کی مگر" وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ "{البقرۃ:269} اہل عقل کے سوا ہمیں یاد ہی کون کرتا ہے۔ یعنی عقل کا خالق یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے جو سب سے قیمتی اور سب سے خیر کثیر والی چیز کسی انسان کو عطا کی ہے وہ حکمت ہے۔ حکمت کہتے ہیں علم کی execution کو علم جب مرتبۂ اصول سے نکل کر عمل پذیر ہوتا ہے تو اس کو حکمت کہتے ہیں۔ مگر ہم نے سائنس کے خلاف محاذ باندھ لیا۔ دشمنی انگریز سے تھی۔ ہم نے علم کے خلاف محاذ بنالیا۔ میں تو اب بھی کہتا ہوں

کہ آپ جن آقاؤں کے غلام تھے کبھی ان کا یہ عالم ہوتا تھا کہ آج بھی ایک تصویر کہیں پڑی ہوگی کہ جلال الدین محمد اکبر کے سامنے ملکۂ برطانیہ کوئین الزبتھ کی ایک سفارت آئی۔ اس میں جو سفیر تھا اس نے آ کے خطابات پڑھنے شروع کیے the queen of the sea and the queen of skies تو بہت لمبی چوڑی جب تعریف کر چکا سفارت نامہ پیش کرنا تھا تو جلال الدین اکبر نے اپنے مشیر ابوالفضل فیضی سے پوچھا ایں جزیرہ نما چراں است؟ چپکے سے اس نے کہا یہ ہے کہاں؟ اس وقت تک موجودہ مہذب لوگوں نے انگلینڈ کا نام بھی نہیں سنا ہوا تھا اسی طرح 1588ء میں آرمیڈہ کی جنگ ہو رہی تھی۔ کوئین الزبتھ کے زمانے میں ایک تاریخ ساز جنگ ہے جس کے بعد اصل میں برطانیہ کو عروج حاصل ہوا۔ ملکہ نے Ottoman سلطان سلیمان ذیشان کو چار لیٹرز لکھے جو کہ ابھی بھی موجود ہیں۔ اور اس میں لکھا کہ ''اے بادشاہِ عالم ہم ایک بڑی جنگ کرنے کے لیے نکلے ہیں۔ ہمیں امید نہیں کہ زندہ بچ کے آجائیں گے۔ آپ سے درخواست ہے کہ ہماری چھوٹی سی مملکت کی حفاظت فرمائیے۔'' اس سو سال میں مسلمانوں کو کیا ہو گیا؟

اور دیکھیں ہم ایک اور غلط کام کرتے ہیں کہ زوال کی وجہ بے عملی کو سمجھتے ہیں۔ میں اپنی غلامی کی وجہ اس ''لاعلمی'' کو سمجھتا ہوں' جب ہم نے علم سے گریز کیا جو کہ ہمارے مسلمانوں کا خاصہ تھا۔ جب ہم نے مسجدوں اور خانقاہوں کے دروازے اور علم گاہوں کے دروازے شعور پہ بند کر دیے۔ جب ہم نے خدا کے نام پہ زبردستی کی کہ خدا کی محبت کے نام پہ لوگوں کو علم سے دور کر دیا۔ کیا خدا یہ چیزیں چاہتا تھا؟ وہ تو یہ کہتا ہے "لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ" جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا "وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ" {الانفال:42} جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔ اور خواتین و حضرات یہی وہ ربِ کائنات ہے جو آپ کو اعزازِ علم دینا چاہتا تھا۔ اس نے واضح طور پہ کہا "إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ" {الانفال:22} کہ بدترین جانور میرے نزدیک وہ ہیں جو نہ سوچتے ہیں نہ سمجھتے ہیں، اندھے اور بہرے ہو کے میری آیات پہ گرتے ہیں، بھلا میں ان کو اپنا بندہ کہوں گا۔ اور یہی نہیں کہا کہ اس نے درجات رمضان کے روزوں پہ نہیں رکھے، تلاوتِ قرآن پہ نہیں رکھے اور یہ نہیں کہا کہ تہجد گزار ہیں۔ ان کے اپنے صلے ہیں مگر جب درجات کی بات کی تو کہا کہ "نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ" جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں۔ "وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ" {یوسف:76} اور ہر علم

والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ جاہل صورتوں کو اپنا بندہ سمجھے گا۔ اس کی graces unlimited ہیں۔ آج بھی دیکھو مسلمانوں کے عالموں کا کیا حال ہے کہ دو بڑے بڑے حضرات یہ فرما رہے تھے کہ پتا ہے سورج زمین کے گرد کیوں چکر لگا رہا ہے؟ سامنے پانچ ہزار طالب علم جدید سائنسز کا بیٹھا ہوا تھا' عقیدتیں آسمان پہ ہیں محبتیں گھری ہوئی ہیں۔ اور پوچھا جا رہا ہے کہ پتا ہے کہ کیوں سورج زمین کے گرد چکر لگاتا ہے؟ کوئی ایک بچہ نہیں اُٹھا یہ کہنے کے لیے کہ حضرتِ اعلیٰ کہیں آپ کا علم ناقص تو نہیں ہے؟ سورج تو نہیں زمین کے گرد چکر لگاتا چکر تو زمین سورج کے گرد لگاتی ہے۔ مگر ایک بھی نہیں بولا۔

بہت پہلے میں نے ایک چھوٹا سا جملہ لکھا تھا کہ عقیدت علم کی دشمن ہوتی ہے۔ استادوں سے محبت ہوسکتی ہے۔ استادوں سے تعلق ہوسکتا ہے۔ عقیدت نہیں ہوسکتی۔ عقیدت صرف ایک چیز کو کمٹ کرنے کے بعد جس تصور کو آپ ذہن وقلب میں پالتے ہو، جو زمان ومکاں کے امتحانات سے گزر جاتا ہے صرف اسی سے عقیدت ہوسکتی ہے۔ اگر آپ ایک عقیدہ بچپن میں لے کے چلو اور وہ جوانی تک سلامت نہیں پہنچتا۔ چار کتابیں آپ فلسفے کی پڑھ لو تو درمیانی عمر تک نہیں پہنچتا۔ عمرِ آخر تک پہنچتے پہنچتے سارا یقین ایک سراب کی بارش کی طرح ہوتا ہے۔ ایسے عقیدے صحیح کارگر نہیں ہوتے۔ آپ کی سوسائٹی میں جادو کیوں بڑھ رہا ہے؟ ہائپر ٹینشن کیوں بڑھ رہی ہے؟ آسیب کی طرح جنات کی حکومت کیوں نظر آ رہی ہے؟ اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ آپ کا یقین اللہ پہ زیرو لیول کا ہے' لفظی ہے۔ ایک طرف تو اللہ آپ کو یہ بڑی وضاحت سے کہے "وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ" انہوں نے کفر نہیں کیا" وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا "شیاطین کفر کرتے تھے "يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ" {البقرة:102} لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔ سحر زمان ومکاں کی ایک ڈائی مینشن ہے۔ نظر چوک جائے تو سحر ہو جاتا ہے۔ ایسی پرفیکٹ ٹائمنگ ہوتی ہے کہ آسیب ذہن پہ عمل کرتا ہے۔ ذہن گریز کر جائے تو جادو چھو بھی نہیں سکتا۔ زمان ومکاں کی سب سے بڑی ڈائی مینشن ذہنِ انسان ہے۔ یہ خوبصورتیاں پڑی رہتیں۔ یہ برف پوش چوٹیاں اسی طرح رہتیں۔ یہ سبزہ زار اسی طرح رہتے۔ یہ حسن وصوت کے کرشمے اسی طرح بیکار چلے جاتے۔ اگر آپ نہ ہوتے اگر آپ کا ذہن نہ ہوتا اگر آگہی نہ ہوتی اگر شعور نہ ہوتا اگر حسن کو دیکھنے والی آنکھ نہ ہوتی۔ وہ لیلیٰ سے ایک بادشاہ نے پوچھا کہ کیا صورتِ حال ہے کچھ سمجھاؤ تو سہی؟ تو سیاہ کالی شبِ دیجور کی طرح نہ تیرا

رنگ نہ روپ یہ کیا مجنوں کا شور ہے آخر کس بات پہ؟

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی

تو ہے وہ لیلیٰ جس کے بڑے افسانے ہیں۔

کز تو مجنوں شد پریشاں و غوی

تیری وجہ سے مجنون دیوانہ ہوا ہے۔ آخر کیوں ہوا ہے؟

گفت خامش اے کہ مجنوں نیستی

اس نے کہا چُپ رہو بادشاہ۔ تجھے نہیں میں نظر آؤں گی تو مجنوں نہیں ہے۔ اسی لیے بڑا مشہور محاورہ ہے کہ "beauty lies in the eyes of beholder" اس کائنات میں اگر کوئی حسن ہے کوئی چاشنی ہے کوئی زندگی ہے کوئی خوبصورتی ہے تو وہ آپ کی آنکھ کی وجہ سے ہے۔ آپ کے ذہن کی وجہ سے ہے۔ اللہ نے آپ کو پڑھنے والا بنایا ہے۔ آپ کو سوچنے والا بنایا ہے، کائنات پتا نہیں کتنی آتی کتنی گزر جاتی۔ اللہ نے بڑے مزے کی ایک سپیشل ٹائم پہ ایک رائے دی میں کبھی حیران ہو جاتا ہوں کہ جیسے کوئی بہت اچھا chess player اگلے بہترین کھلاڑیوں کی موومنٹس کو اپنے ذہن میں دیکھ لیتا ہے۔ اللہ کا عجیب کمال ہے اس نے لفظ بھی دیکھے ہوئے ہیں کہ آگے جا کے یہ پڑھے لکھے دانشور کیا کیا لفظ بولیں گے؟ یہ بھی اللہ کو پتا ہے۔ اس کو پتا تھا کہ لوگ کیا گمان کریں گے؟ کیا سوچیں گے؟

خواتین وحضرات! میں امریکہ میں ایک پروفیسر آف ریلیٹیوٹی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا سنو تمہاری سائنسز تو ابھی بہت پیچھے ہیں۔ یہ 1997ء کی بات ہے۔ میں نے کہا دیکھو میرے اللہ نے کہا ہے کہ میں نے ایک کائنات نہیں بنائی۔ تم تو ایک کائنات کو ہی بس سنبھال کے بیٹھے ہوئے ہو۔ اور اس کی بھی دہلیز تک نہیں پہنچے۔ تو اللہ کہتا ہے میں نے ایسی سات کائناتیں بنائی ہیں اور سات زمینیں " اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ " یعنی ہر کائنات میں ایک ایک زمین کی بیلٹ بھی رکھی ہے۔ اگر زمین کی ٹیکنیکل ٹرانسلیشن کرو تو یہ پوری کائنات میں ایک لائف بیلٹ ہے۔ زندگی کی ایک بیلٹ ہے وہ یہ زمین ہے۔ بڑی بڑی اور بھی تحقیقات ہوئی ہیں۔ مگر ابھی تک ایسی لائف بیلٹ کہیں دریافت نہیں ہوئی جہاں انسان بستا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ساتوں کائناتوں میں جب تک آپ کسی بڑی کائنات کو بریک تھرو نہیں

کریں گے اس وقت تک آپ کو دوسری زمین کا سراغ نہیں ملے گا۔ نہ صرف یہ کہ خدا نے کہا کہ میں نے سات آسمان اور زمینیں بنائی ہیں بلکہ "یَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَیْنَهُنَّ" ان ساری زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے۔ "حکم" قرآن کو کہتے ہیں۔ اگر آپ مجھ سے سچ پوچھو ایک تو قرآن ہے پروردگار کا کلام، مگر یہ ایک میکر کا مینول بھی ہے۔ کائنات چلانے کا سب سے بہترین اگر کوئی اصول نظر آئے گا تو آپ کو اس قرآن میں نظر آئے گا۔ کیسے آپ صحت اور سلامتی سے اس کائنات سے گزر سکتے ہو۔ آپ کو پتا ہے شرع کا ترجمہ کیا ہے؟ اصلی ترجمہ شرع کا یہ ہے کہ کم سے کم زادِراہ جسے لے کر آپ منزل تک پہنچ سکو۔ لغوی مطلب یہ ہے کم سے کم زادِراہ جسے لے کر آپ دنیا سے نکل جائیں۔ پانچ وقت کی نماز روزے یہ دو باقی داخلی مینول ہے۔ کیسے behave کرنا ہے، کس اخلاق سے کام لینا ہے، کون سی چیزیں آپ کو اس دنیا میں پیچیدہ ترین انوالومنٹ سے بچائیں گی۔ وہ قرینہ سکھا دیا۔

اللہ نے جب جنت تخلیق کی تو کہا جبرائیل میں نے جنت بنائی ہے دیکھنا چاہو گے؟ انہوں نے کہا اے مالک وکریم کیوں نہیں؟ ہم تو آپ کی حمد وثنا کرنے والے ہیں۔ اللہ نے کہا ذرا جنت دیکھ کے آ۔ پھر جبرائیل گئے حیران و پریشان واپس آئے۔ عرض کی اے پروردگار اس درجہ حسن اتنی خوبصورت تو نے لوگوں کے لیے بنائی ہے؟ کون ایسا ہے جو اس حسنِ کامل کی طرف متوجہ نہ ہوگا؟ کون سا ایسا شخص ہے جو اس کا اسیرِ زلف نہ ہوگا؟ اتنی خوبصورتی! اچھا کہنے لگے ذرا دوزخ بھی دیکھ کے آؤ۔ دوزخ بھی میں نے بنائی ہے۔ اگر زمین دیکھو تو اَپر کرسٹ ہمارا جنت کی طرح ہے اور جو لوئر کرسٹ ہے باطن ہے وہ جہنم کی طرح ہے۔

جنت کے بارے میں ہم نے جو پرانی بات سنی ہوئی ہے جنت ایسی بالکل نہیں ہے۔ باغ کا لفظ ضرور استعمال ہوا۔ سرسبز کوئی چیز ہوگی تو باغ ہی ہوگا مگر جنت کا حدود اربعہ قرآن میں لکھا ہوا ہے مگر وہ بھی پورا نہیں۔ صرف جنت کی چوڑائی قرآن میں لکھی ہوئی ہے "عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ" {آلِ عمران:133} جنت کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی لمبائی سے بھی زیادہ ہے۔ یہ ہے اس کا عرض، لمبائی کتنی ہوگی؟ مگر ایک چیز سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنت کیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک گھر سے دوسرے گھر کا فاصلہ پانچ سو برس کا ہے۔ اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ جائیں گے کیسے؟ فرمایا براق کے ذریعے۔

خواتین وحضرات میں اگر دونوں حصوں کو جوڑ دوں تو بڑا واضح ہے کہ جنت میں ایک گھر دوسرے گھر سے 500 hundrer light year کے فاصلے پہ ہے۔ یہ کیوں اور کیسے ہو سکتا ہے؟ جب ہم سنٹرل یونیورس سے آگے بڑھتے ہیں اور اَپر یونیورس میں جاتے ہیں تو اتنے ہیوج موسٹ سٹار ہیں اس کائنات میں کہ جو ہمارے قریب کی اینڈرومیڈا گلیکسی ہے اس میں ایک کھرب ستارہ ہے۔ اب اوپر چڑھتے جاؤ گے جب ہیوج گلیکسیز کو جاؤ گے جیسے ابھی ایک latest information آئی ہے کہ اگر کسی گلیکسی کے خارجی پیٹرن میں ایک کھرب ستارہ ہے تو اندر بھی ایک کھرب ہو گا' اتنے ہی اندر بھی ہوں گے۔ it`s unimaginable vastness, it's a shocking bigness. اس کا تصور بھی ذہنِ انسان کے سارے پیمانے ختم کر دیتا ہے۔ اِدھر تو ختم ہوں گے مگر جو فہم وفراست کو پیمانے عطا کیے ہیں وہ کم نہیں ہوتے۔ کارٹکس برین میں ایک بلین سیل ہیں۔ اور برین کنکشنز کی تعداد میں گن نہیں سکتا صرف اندازہ بتا سکتا ہوں 18 into 36 zeros۔

اندازہ کیجیے کہ ہم اس چھوٹی سی جسمانی حدود میں کتنے بڑے کائناتی امکانات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ اسی لیے زمان ومکاں ہم سے ہو کے جاتے ہیں۔ اللہ imagine کر لیتا ہے کہ کل کا اعتراض کیا ہے۔ دو بہت بڑے فلاسفر ہوئے ہیں: جرمنی کا نیٹشے اور فرانس کا برگساں۔ اقبالؒ بھی برگساں کا بڑا معترف تھا اور تعریف اور توصیف کی کہ یہ ایک قسم کا موحد سائنس دان تھا۔ دونوں سائنسدانوں نے زمان ومکاں پہ دو علیحدہ علیحدہ تھیسز دیے۔ نیٹشے نے کہا کہ درحقیقت زمانہ ہمیں میٹر کو اپنے سپیس میں گزار رہا ہے جیسے میں اور آپ۔ اصل میں جو ہمیں گزارنے والا ہے وہ زمانہ ہے مختصراً یوں سمجھیں the time is exhausting all shapes in matter. بے شمار صورتوں کا جنگل ہے اور زمانہ ہمیں اس میں سے گزار رہا ہے۔ مگر آخر کوئی نہ کوئی وقت آئے گا کہ shapes ختم ہو جائیں گی کیونکہ اس کی ایک limit ہے۔ آخر ایک نہ ایک دن مٹی ختم ہو جائے گی ساری ساخت ختم ہو جائے گی سانچے ختم ہو جائیں گے ڈھلنا ختم ہو جائے گا۔ اب زمانہ کیا کرے گا؟ زمانہ repeat کرنا شروع کر دے گا جیسے اقبالؒ نے بھی کہا تھا کہ

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی نہیں کٹتی مہینوں میں

یہ شعر relativity کی وضاحت کرتا ہے۔ یہی ریلیٹیوٹی ہے کہ جس چیز پہ آپ خوش دلی سے تین راتیں بھی بغیر پلک جھپکائے جاگ سکتے ہیں مگر رنج سے آپ ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتے۔

لگتی نہیں پلک سے پلک جو تمام شب
یہ ایک شعبدہ نگاہِ نیم باز کا

کوئی وقت ہوتا ہے جب اذیت میں انسان یہ کہتا ہے کہ ایک پل نہیں گزرتا اور جب خوشی ہو ایک ہفتہ دو ہفتے بھی آپ ہنس کھیل کے گزار دیتے ہو۔ یہ relative emotional side کی interpretation ہے۔ یہی relativity ہے۔ انسان کی نظر سے ہر چیز ہو کے گزرتی ہے۔ جب اس نے یہ کہا کہ "آخر ایک نہ ایک دن مٹی ختم ہو جائے گی، ساری ساخت ختم ہو جائے گی، سانچے ختم ہو جائیں گے ڈھلنا ختم ہو جائے گا۔" اس کا سادہ مطلب یہ بنا کہ ارب ہا ارب سالوں کے بعد شاید زمانہ پھر ہمیں اسی مقام سے گزارے، یہی صورتِ حال آ جائے، یہی ہال آ جائے، یہی آپ لوگ ہوں، یہی ہم سب بیٹھے ہوئے ہوں، یہی ساری چیزیں بنی ہوں، میں یہی بات کہہ رہا ہوں۔ میں کسی وقت وقت تھوڑی بہت شاعری کیا کرتا تھا تو اس repetative وجود کے فلسفے میں مَیں نے دو مصرعے ایڈ کیے کہ ارب ہا ارب سال قرن ہا قرن کے بعد اگر دورِ زماں پھر اسی لمحۂ مقام سے گزرے گا تو اس کے آخر میں، مَیں نے دو مصرعے ایڈ کیے۔

کوئی پائندہ نشان کیوں نہ بنا جاؤں یہاں
تا کہ پھر کبھی آؤں تو میں پہچان سکوں

کہ ایک چیز فرق ڈالتی ہے اس تمام دور میں وہ آپ کی آگہی ہے۔ وہ آپ کا شعور ہے۔ برگساں نے ایلان ویطال (elanvital) کا فلسفہ دیا۔ کہتا ہے کہ ہم تصور سے گزر رہے ہیں it's like simulation actually اس نے کمپیوٹر سائنسز کو بہت پہلے اپنے تصور میں لے لیا کہ ہم اصل وجود نہیں ہیں۔ ہم ایک فلم کی طرح زمانے سے گزر رہے ہیں۔ ہم ایک تصوراتی وجود ہیں۔ مگر خواتین وحضرات دونوں نظریات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ انہوں نے تصورِ زمانہ کو تخلیق کار سمجھا۔ اب ذرا قرآن کی آیت سنیئے۔ قرآن کہتا ہے کہ "یہ کہتے ہیں کہ وقت ہمیں زندہ رکھتا ہے اور وقت ہمیں مارتا ہے بھلا بوسیدہ ہڈیوں میں بھی کبھی جان پڑے گی تو ان سے کہو ان کا علم ہی کم ہے۔" خدا نے یہ نہیں کہا یہ کافر ہیں یہ مشرک ہیں۔ یہ نہیں کہا' سبحان اللہ تعالیٰ العزیز کہا کہ ان کے

پاس اتنی عقل نہیں ہے کہ ان واقعاتی شہادتوں سے یہ آگے جا سکیں۔ وہی بات جیسے ہاکنگ نے کہا کہ چونکہ بگ بینگ سے پہلے وقت نہیں تھا اس لیے خدا بھی نہیں تھا۔ بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ خدا زمانے کا خالق ہے یا زمانے نے اللہ کو تخلیق کیا ہے۔ یہ ایک major تضاد پیدا ہوتا ہے۔

خواتین و حضرات! آگے بڑھتے ہوئے جب بھی ہم عروج وزوال میں دیکھتے ہیں۔ جیسے اقبالؒ نے کہا

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرفِ محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ

اور

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

it`s a very long subject, tiring. جتنا آسانی سے آپ کو سمجھا سکتا تھا میں نے بات کر دی ہے۔ زمانے کے بارے میں ایک بہت بڑی بات ہے' اقبال نے اسے کوٹ کیا but with an other understanding جب برگساں کو انہوں نے یہ حدیث سنائی "لا تسبوا الدھر ان الدھر ھو اللہ" کہ زمانے کو برا مت کہو زمانہ میں ہوں۔ اقبالؒ کہتے ہیں کہ برگساں کرسی سے اُچھل کے نیچے جا پڑا اور کہنے لگا by God Muhammad was a Prophet nobody else but a Prophet can know this reality اس کا ایک حصہ تو یہی معنی رکھتا ہے جو اقبال نے دیا کہ زمانے کو برا مت کہو کہ زمانہ میں ہوں۔ مگر اس کا دوسرا مطلب یہ بنتا ہے کہ اے بندگانِ خدا مقدر سے مت الجھو وقت کو مت برا کہو۔ وقت کس کا ہے؟ اگر تم وقت کا گلہ کرو گے زمانے کی شکایت کرو گے تو دراصل وہ تو کوئی شے نہیں ہے۔ تم اللہ کو سنا رہے ہو گے۔ اللہ میاں نے یہ ساعت اچھی نہیں بنائی۔ اللہ میاں نے یہ ساعت بری بنائی۔ اللہ میاں نے یہ ساعت زیادتی کی بنادی۔ خدا کہتا ہے کہ زمانے کو مت برا کہو، مقدر کو مت برا کہا کرو۔ میں مقدر ہوں، میں بنانے والا ہوں۔ اگر ان کو برا کہو گے تو تم مجھے برا کہہ رہے ہو۔ indirectly اس لیے ایک وارننگ دی ہے کہ زمانے کو مت برا کہو زمانہ میں ہوں۔

خواتین وحضرات! جب میں آپ کو واقعہ سنا رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ دیکھو تم تو ایک کائنات کے قائل ہو میرا رب تو کہتا ہے میں نے سات کائناتیں بنائیں "لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "{الطلاق:12} تاکہ تمہیں پتا لگے کہ تمہیں کس خدا سے سامنا پڑا ہے۔تم اپنے تصور کو خدا مت سمجھو۔تم اپنی چھوٹی چھوٹی حقیقتوں کو کائنات مت سمجھو۔کائنات کے بارے میں زمان ومکاں کے بارے میں تخلیق دنیا کے بارے میں صرف ایک تھیسز ہے، ایک خلاف اور ایک حق میں۔اگر آپ اللہ کی طرف سے دیکھو گے تو reason براہ راست ہر چیز کی اصل تک پہنچ جاتی ہے۔اس کو کہتے ہیں TOE یعنی theory of everything اللہ کے سوا آپ کی کائنات کی ٹوٹل تھیوری کوئی اور نہیں بن سکتا۔اللہ کی طرف سے دیکھو سمجھ آ جائے گی مقدر کیا ہے، دنیا کیا ہے، تکلفاتِ دنیا کیا ہیں۔میکنگ میں کیا پرابلم ہیں۔

اسی طرح کوئی مجلس تھی۔ایک خاتون کا بچہ رُو پڑا۔وہ بڑی سختی سے اسے چپ کرا رہی تھی۔میں نے کہا مہمان کی ذرا عزت کرو۔ایسے زبردستی نہ چپ کراؤ۔موصوف جو تمہاری جھولی میں ہے اس کی عمر ساڑھے پانچ ارب سال ہے۔خاتون نے پوچھا کیسے؟ میں نے کہا بات سنو خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہے کہ انسان کی ارواح زمین بنانے سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔زمین کی عمر ہوئی ناں کوئی ساڑھے پانچ ارب سال۔پہلے ہی اتنے سال کا تو ہے۔آتے ہوئے بھی ایک دو ارب سال لگ گئے ہیں۔اب تمہارے پاس آیا ہے۔موصوف بچے نہیں ہیں۔ساڑھے پانچ ارب سال کے بزرگوار ہیں۔ذرا احترام سے اس سے سلوک کیا کرو۔ابھی بھی میں کہہ رہا ہوں کہ life and death is not that process which you think, life and death is a point of exist and entry. یہ exist ہے یا انٹری ہے۔اس کا انسان سے کیا رشتہ ہو سکتا ہے؟ مگر انسان کے پرٹوکول کے لیے بہتری کے لیے ماں باپ تخلیق کیے گئے، بڑے سپیشل۔کیوں کیے گئے؟ دیکھئے کسی اور جاندار کے بچے کو اتنی کیئر ٹیکنگ نہیں چاہیے ہوتی، نہ بکری کے بچے کو نہ سانپ کے بچے کو نہ کسی بچھو کی اولاد کو۔انسان کا بچہ از خود پیدا ہونے کے بعد گزر کر ہی نہیں سکتا۔یہ صورتِ حال دیکھ کے اللہ نے انسان کے بچوں کو رینڈم تخلیق نہیں کیا۔پھینک نہیں دیا۔اس مہربان رب نے اس بچے کو پالنے کے لیے آپ کے دلوں میں محبت، خواتین کے دلوں میں ممتا ڈال دی۔یہ ساری محبتیں اللہ ڈالتا ہے۔

جب حضرتِ موسیٰ کو حضرتِ آسیہ کے پاس بھیجنا تھا تو اللہ نے کیا کہا؟ میں نے موسیٰ کو بھیجنے سے پہلے ہی آسیہ کے دل میں بچے کے لیے محبت ڈال دی۔ اگر اس قسم کی کیفیتیں بھی اللہ ہی ڈالتا ہے پھر آپ کا کام بہت مختصر ہو جاتا ہے۔ اس سارے جہان میں صرف ایک کام کے لیے آپ آئے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ فیصلہ کر کے نکلنا ہے "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا "{الدھر :03} علم اور سہولت اس لیے دی ہے کہ فیصلہ کر کے نکلنا ہے کہ تم اپنے رب کو جانتے ہو مانتے ہو یا اس کا انکار کرتے ہو۔ زندگی میں نہیں چھیڑے گا۔ کمرہ امتحان میں آپ کو کسی قسم کی شرکت نہیں کرے گا۔ جب قبر کے دروازے پہ پہنچو گے یہ basic سوال repeat کیا جائے گا مَنْ رَبُّكَ؟ اب بتاؤ کھایا پیا، فیملی انجوائے کی ماں باپ کی محبتوں کے لطف اٹھائے، بیگمات پالیں بچوں کا عروج چاہا بہت خوشیاں دیکھ کے آئے، میرے کام کا کیا بنا؟ یہ پروٹوکول تو میں نے اس لیے دیا تھا کہ تم سارا کچھ انجوائے کرتے لیکن مجھے تو صرف ایک سوال کا جواب چاہیے تھا "إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کر دو۔ تو میرے سوال کا کیا بنا؟ اور خواتین وحضرات جب اس سوال کا جواب نہ آیا۔ کنفیوژن ہو گیا تو بہت خرابی ہو گی۔ لوگ تو کہتے ہیں مادام ٹریسا بھی جنت میں جائے گی، گنگا رام بھی جائیں گے، ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ادھر کہیں گے کیا؟ ہندوؤں میں کم از کم one third population has a different god. یعنی ان کے تینتیس کروڑ دیوتا ہیں۔ یہ ایک عجیب وغریب بات ہے مگر آپ اس کو سٹڈی کرو گے تو آپ کو پتا لگے گا کہ ہر تیسرے ہندو کا ایک خدا ہے اور ڈیفرنٹ ہے۔ میں سوچتا رہتا ہوں قبر کے سرہانے جب یہ پوچھا گیا کہ مَنْ رَبُّكَ؟ تو یہ کیا جواب دیں گے؟ شیوا وشنو درگا سرسوتی۔ کس کا جواب دیں گے متھرا، ورونا، کالی۔ وہ بیچارے کنفیوز ہو جائیں گے۔ تو کتنی آسانی آپ کو دی، کتنی clarity ہے اسلام کے کلمے لا الہ الا اللہ میں اسی لیے حدیث رسول ہے کہ اگر تسبیح کرنی ہو تو" افضل الذکر لا الہ الا اللہ" ایک آدھ تسبیح اللہ کے اس کلمے کی ضرور کیا کرو تا کہ قبر میں repetative آسانی ہو۔ ایسے ہی منہ سے نکل جائے گا کیونکہ روز تو تسبیح پڑھتے ہو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔"

اب ذرا محمد رسول اللہ ﷺ کی بات سن لیجیے۔ اکثر بندہ گھبرا جاتا ہے مگر اتنی زیادہ محبتِ رسول ﷺ مسلمانوں کے دل میں رکھی گئی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم نے

کبھی حلاوتِ ایمان کا ذکر سنا ہے؟ وہ چاشنی جو ایمان میں آتی ہے وہ special taste جو ایمان میں آتا ہے۔فرمایا تم میں سے کوئی بھی حلاوتِ ایمان نہیں چکھ سکتا اگر دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ سے پوچھا سرورِ کائنات نے ﷺ کہ اے عمرؓ میں تمہیں کتنا عزیز ہوں؟ عرض کی یا رسول اللہ میری جان سے کم ہر چیز سے زیادہ۔فرمایا اے عمرؓ تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا کہ جب تک تم مجھے ہر چیز سے بڑھ کے نہ چاہو۔حضرت عمر فاروقؓ نے کہا ربِ کعبہ کی قسم ہے یا رسول اللہ ﷺ آج کے بعد آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

خواتین و حضرات! ایک بڑی عجیب سی بات ہے کہ اگر خدا اپنی تعریف کرتا ہے یا ہم اس قسم کی احادیث سنتے ہیں تو ہمارا خیال ہے ہمارا پیغمبر اپنی appreciation چاہ رہا ہے؟ ہم خیال کرتے ہیں کہ خدا کو کیا پڑی ہوئی ہے کہ ہر وقت اپنے ناموں کی گردان ہی شروع کیے ہوئے ہے؟ یہ اس لیے نہیں ہوتا۔یہ اس لیے ہوتا ہے کہ پوری کی پوری کائنات اسمائے الٰہیہ اور اسمائے صفات پہ چل رہی ہے۔خدا بذاتِہٖ ہر اسم کے مسائل طے کر رہا ہوتا ہے جیسے: "اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ " کے تحت وہ زمان و مکاں کو ڈیل کر رہا ہے۔: "وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ " کے تحت وہ امورِ ثمانیہ طے کر رہا ہوتا ہے۔تمام چیزوں کے یہ اسمائے اعظم ہیں۔پوچھا گیا یا رسول اللہ، اللہ کا اسمِ اعظم کیا ہے؟ تسخیرِ کائنات کس میں ہے؟ تسخیرِ ذات کس میں ہے؟ فرمایا سورۂ بقرہ اور سورۂ طٰہٰ میں ڈھونڈو۔تو سورۂ بقرہ میں جو سب سے بڑی آیت وہ ہے: "اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ " ہے اور سورہ طٰہٰ میں بھی repeat کی گئی ہے۔مگر جو دوسری بڑی آیت ہے: "وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ " اگر آپ ان آیات کے بیک گراؤنڈ میں دیکھیں تو تمام حکومتی طرز اور ادا: "اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ " کے سائے میں ہے اور تمام تخلیقی اور کائناتی ذرائع "وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ " میں ہیں۔ " إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ "{ البقرۃ:164} یہ آٹھ امور اس

اسم کے تحت ہیں اور آٹھ حکومتی اسما: "اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" کے تحت ہیں۔ یہ دونوں اسمائے عظیم اگر کبھی موقع ملے ان کی بھی ایک تسبیح پڑھ لیجیے گا۔ مگر ایک سب سے بڑی بات مت بھولیے گا جب آپ قبر میں جائیں گے اور ہم کنفیوز ہو جائیں تو دوسرا ایک رعایتی سا سوال پوچھا جائے گا من نبیک؟ چلو اگر وہ بھول گئے ہو تو بتاؤ من نبیک؟ اگر آپ کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے اگر آپ کو کچھ بھی تعلق اس پیغمبرِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے تو آپ کو یہ کبھی نہیں بھول سکتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جب یہ یاد آئے گا تو ساتھ لا الہ الا اللہ بھی یاد آ جائے گا اور نجات کی ایک انتہائی خوبصورت شکل پیدا ہو جائے گی۔

گرمی بڑھ رہی ہے اور ملتان تو ایسے بھی ''گرد و گرما گدا و گورستان'' ہے، یہاں آنے سے پہلے بھی حوصلہ پست ہوتا ہے اور جاتے وقت بھی حوصلہ پست ہوتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی موقع ملا تو تفصیل سے بات ہوگی۔ ابھی کچھ questions and answer باقی ہوں گے I am giving you the corner stone of the time and space اس پہ مفصل بحث تو ویسے بھی مجالس میں نہیں ہوتی ہے۔ پڑھنے پڑھانے میں ہو جاتی ہے۔ یہ انتہائی خبط کا عنوان ہے۔ جب ہم کسی کو خبطی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یہ ٹائم اینڈ سپیس پہ غور کر رہا ہے۔ تو اس لیے let`s stay normal and keep our knowledge as usual with the limited span of thinking, InshAllah if I will get another chance I will explain a little more.

وما علینا الا البلاغ

سوالات وجوابات

سوال: سوال یہ ہے کہ سائنسی نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔آپ نے سائنسی نظریات کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے،کل کلاں کو سائنسی نظریہ چینج ہو گیا تو کیا قرآن کی حقانیت پہ حرف نہیں آئے گا؟

جواب: مختصراً سوال یہ ہے کہ سائنسز بدلتی ہیں اور قرآن مستقل ہے تو کیا آج ہم اس سائنسی نظریے کی حمایت کریں گے اور کل وہ بدل جائے گا تو کیا قرآن بھی غلط ثابت ہو جائے گا؟ ایسا بالکل نہیں ہے۔سوال بہت اچھا ہے مگر تھوڑی سی اس میں کمی ہے۔ہم صرف اس سائنسی حقیقت کو پرفیکٹ مانتے ہیں جو قرآن کے قریب آجاتی ہے۔جیسے میں نے آپ سے کہا کہ دو تین ہزار سال سے تخلیقِ کائنات کے تھیسز چینج ہوتے رہے حتیٰ کہ کائنات میں نیوٹن کی کشش کی تھیوری بھی انڈر سٹرس ہے اور بدل رہی ہے۔اسی طرح اگر آپ دوسری طرف دیکھیں تو آئن سٹائن کا وسیع تر کائنات کا نظریہ یہ اس لیے نہیں بدل رہا کہ اس کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ unlimited truth سمجھا جا رہا ہے۔یہ قرآن کے قریب آ گیا ہے۔ "وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ" {الذاریات:47 } کہ ہم نے آسمانوں کو اپنے زورِ قوت سے بنایا اور یہ میں پھیلا رہا ہوں۔جب اللہ نے کہہ دیا کہ میں کائنات پھیلا رہا ہوں تو تین ہزار سال تک سائنس اس فیکٹ کے قریب نہیں آئی مگر 19th century میں اگر آئن سٹائن نے اس کی یہ حقیقت ڈسکور کر لی کہ کائنات پھیل رہی ہے تو وہ قرآن کی اس آیت کے قریب آ گیا۔ہم اس لیے اُس حقیقت کو سائنسز میں تسلیم کر لیں گے جو قرآن کے قریب آ جاتی ہے۔جیسے خدا نے کہا "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" {الأنبياء : 30} کہ ہم نے ہر حیات کو پانی سے پیدا کیا۔تو یہ finality ہے،جو چینج نہیں ہو سکتی۔اب دیکھنا یہ ہے کہ سائنسز کتنی دیر میں اس کے قریب پہنچ سکتی ہیں؟ تو تصور یہ نہیں ہے کہ ہم سائنسی دلائل کو قرآن کے ساتھ quote نہیں کر رہے ہیں۔let me tell you one thing اب میں قرآن کی کسی آیت کے استنباط کے لیے کسی بھی علماء کے سکول کو نہیں ڈھونڈ سکتا۔پھر آپ کیا کریں گے؟ آپ کسی بھی قرآنی آیت کے استنباط کے لیے کسی قسم کے صوفیانہ علم کا سہارا نہیں لے سکتے۔پھر کیا کرو گے؟

for exampleوَقُلۡنَا اهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمۡ فِي الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ "{البقرة:36} کچھ عرصہ کے لیے ہم نے آپ کو اس زمین پہ چھوڑ دیا۔ یہ آپ کی دنیا میں یاneo Darwinian conceptپہ یا کسی بھی کانسپٹ کی کوئی حقیقت آپ لے لو، خدا یہ کہتا ہے ''وانبتنا فی الارض'' میں نے تمہیں زمین کے دامن سے اُگایا ہے۔ کون ثابت کرے گا؟ کون اس کی تصدیق لائے گا؟ کون سا سکول آف ریسرچ اس کی حمایت کرے گا؟ اگر مجھے کوئی غیر پوچھ بیٹھتا ہے کہ خدا یہ کہتا ہے ''میں نے تمہیں زمین کے دامن سے اُگایا ہے۔'' پھر جیسے میں نے مینشن کیا خدا نے کہا" وَقُلۡنَا اهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمۡ فِي الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ "{البقرة:36} ہم نے تمہیں آسمان سے گرایا تو گرایا کس کو اگایا کس کو؟ تو کہاں سے آپ دلیل لاؤ گے؟ اس کی کیسے مطابقت دو گے؟ دلیل میں مار کھا جانا مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔ اصولِ دلیل اصولِ مباحثہ اصولِ جدلیات سب سے پہلے قرآن نے دی۔ اور کہا جب آپ ان کو تبلیغ کے لیے بلاؤ" اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ " اگر آپ نے لوگوں کو دین کی طرف بلانا ہے تو حکمت اور علم سے بلاؤ۔ اور پھر کہا کہ ان کو اچھی بات اچھے طرزِ کلام سے بلاؤ۔ کم از کم تھوڑی بہت تو لینگوئج پہ کمانڈ پہ ہو، نہ سہی طلسم ہوشربا کی لینگوئج تھوڑی بہت تو کمانڈ حاصل ہو۔ سب سے امپورٹنٹ تیسرا حصہ ہے، کہا

"وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ "{النحل:125}

کہ جب بحث کر تو طریقۂ احسن سے کر پراپر آرگومنٹ سے کرconvincing abilityسے کر، پھر آپ ان کو قائل کرنے کے قابل ہوں گے۔ جب ہم ان سے بات کرتے ہیں تو ہمارے پاسluckilyانہیں کےreferences availableہوتے ہیں luckily, now they are confirming the word of Quranہماری اپنی تو کوئی ریسرچ ہے ہی نہیں۔ مسلمان علماء نے تو مدتوں پہلے ایمان کا سکولوں کے باہر ڈھیر لگانا شروع کر دیا۔ دیواروں سے پرے تو جا ہی نہیں رہا علم۔ نہ بریلوی نہ دیوبندی نہ اہلِ حدیث بھئی کر کیا رہے ہو؟ کتاب علم کے بارے میں مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ ایم ایس سی کی کتابmatriculateکو دے دو تو کیا حشر ہو گا؟ یہی حشر آج قرآن کا ہو رہا ہے۔ اتنے بڑے علم کی کتاب ہے، میں نے ایک چھوٹی سی کتاب میںthe nature of the wisdom of Quranکا تذکرہ کیا ہے۔ چھوٹی

سی کتاب مقدمۃ القرآن میں I wish you could understand کہ ساری دنیا کے علوم کے بعد اگر پھر بھی آپ علم میں سر بسجود ہوتے ہو اللہ کے حضور ہوتے ہو اور تحصیلِ علمِ قرآن کے لیے ہوتے ہو تو یقیناً معراجِ علم و دانش آپ کا نصیب ہوگی۔ کون سا دانشور ہے؟ یہ دانشور ہیں جو ابھی زمین کو ساکت سمجھ رہے ہیں۔ یہ دانشوری ہے؟ کوشش کیجیے کہ آپ اپنے اور اپنے بچوں کو ایک natural Quranic تعلیم دیں۔ اچھے تعلیم یافتہ لوگوں سے پڑھائیں جو ان کے اخلاق کی بھی حفاظت کریں اور ان کی تعلیم کے عنوانات کی بھی حفاظت کریں۔

سوال: سنا ہے کہ دنیا میں سات ارب انسان ہیں جن میں سے چھ ارب جہنم میں جائیں گے۔ ایک ایسا خالق جس کی سب سے خاص تخلیق یعنی انسانوں کا سب سے بڑا حصہ جہنم میں جائے تو اس کا تصور کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: بڑا ہی اچھا سوال ہے مگر قرآن تھوڑا پڑھا ہوا ہے۔ حضرتِ یونسؑ ایک چھوٹی سی خطا کی وجہ سے اپنی قوم کو سائبان کے عذاب کی خبر سنا کے نکل آئے۔ پیچھے جو ان کا خلیفہ تھا اس نے سارا شہر اکٹھا کیا۔ اس نے کہا بدبختو تمہاری تو شامت آ گئی ہے، سرخ بادل سر پہ کھڑے ہیں کوئی لمحہ ہے کہ آگ برسے، کوئی لمحہ ہے کہ تم فنا ہو جاؤ۔ لوگ ڈر گئے۔ انہوں نے اُسی کو آگے کیا اُسی کے توسط سے دعا مانگی۔ عذاب ٹل گیا۔ حضرتِ یونسؑ کو خبر ہوئی غصہ چڑھ گیا۔ تھے غصے والے، پیغمبرِ خدا تھے۔ غصہ چڑھ گیا۔ جب غصے میں آ گئے تو آگے جو سلوک اللہ نے ان کے ساتھ کیا کہ پیغمبروں کو تو یہ allow نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے تو شاید allow کر دے کہ میں تقدیر پہ اعتراض کر جاؤں۔ پیغمبر کو تو یہ allow کیا ہی نہیں جا سکتا۔ سو پھر خدا نے ان کو۔ بڑی محبت سے قید کر دیا۔ مگر جس جگہ قید کیا اس کا صاف ذکر کیا کہ یہ ایک عذاب ناک جگہ تھی۔ اس کو خود خدا نے ''ظلمات'' کہا:

"فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ"

{انبیاء:87} پیغمبر کی سب سے بڑی صفت اگر ہم میں تھوڑی سی پیدا ہو جائے تو یقین کرو ہم مذہب سیف کر لیں۔ پیغمبروں کی ایک ہی تعریف ہے کہ حلیم تھے اور "نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ" {ص:44} اور فوراً پلٹنے والے تھے۔ ذرا سی بھی غلطی ہو جاتی، ذرا سا غلطی کا امکان ہوتا تو جلدی پلٹ آتے۔ حضرت یونسؑ نے کہا: "أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" {انبیاء:87} جب یہ کہہ بیٹھے تو اللہ نے آزمائش سے نکال دیا۔ وہ رحمان و رحیم و کریم ہے۔ کدو

کی بیل نے سایہ کیا۔ اس کی نرم چھاؤں پہنچی ۔ میں تو آج بھی کہتا ہوں کہ گلے سڑے بدن کے لیے کدو کی بیل بہت اچھی ہے ۔مگر ابھی تک یورپین نے اس پہ تجربہ نہیں کیا۔ مسلمان تو سرے سے ہی نہیں کرتے ۔مگر یورپ نے ابھی تک کدو کی بیل پہ، کدو کے پتوں پہ شاید تجربہ نہیں کیا کہ یہ گلے سڑے زخموں کے لیے کتنی مفید ثابت ہو گی ۔ اللہ نے پھر وہ کدو کی بیل سُکھا دی ۔ تو حضرتِ یونسؑ نے گلہ کیا کہ اے اللہ چھوٹی سی بیل ہی تو تھی جو مجھے تھوڑا سا سکون پہنچا رہی تھی ۔ آپ نے اس کو بھی ختم کر دیا۔ اللہ نے کہا اچھا اے یونسؑ میں نے ایک لاکھ کا شہر آباد کیا تھا۔ کیا میں ان کا رب نہیں تھا؟ میں ان انسانوں کا پالنے والا نہیں تھا؟ کیا میرا دل چاہتا تھا وہ سارے تباہ ہو جائیں؟ کیا میرا دل چاہتا تھا کہ وہ عذاب کی نذر ہو جائیں؟ تُو ایک بیل کے گل سڑ جانے سے پریشان ہے اور جس نے ایک لاکھ کا شہر آباد کیا تھا، کیا ان کے مرنے پہ میں خوش ہوتا؟

اس سوال کا یہ جواب ہے ۔ کسی صورت بھی کسی انسان کی ہلاکت میں بربادی میں راضی نہیں ہے ۔ وہ اپنی حرکتوں سے اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں ۔ they buy hell for themselves. وہ اپنی destruction خود مانگتے ہیں، خود طلب کرتے ہیں ۔ میں ایک فیصلہ آپ کے ہاتھ میں دیتا ہوں، خدا نے کہا میں نے تمام مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ایک چیز کو اپنے لیے لازم قرار دے دیا۔ "كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" {الانعام: 54} میں نے لکھ دیا کہ میں مخلوقات پہ رحم کروں گا۔ کیا رحمت میں جہنم ہو سکتی ہے؟ جب اس کا وعدہ ہے اس کا دعویٰ ہے، مخلوقات کو اس نے سنا دیا ہے کہ میں نے اپنے اوپر رحمت کو لازم قرار دیا ہے کہ میں ہر حال میں تم پہ رحم کروں گا تو جہنم کیسے ہو سکتی ہے؟ ہاں شرط وہی ہے کہ تم اسے تسلیم کرتے ہو کہ نہیں۔ اس کا ٹیسٹ وہی ہے ہر صورت، جس کے دل میں شناسائی پروردگار کا کوئی پہلو زندہ ہو گا اسے کبھی بھی دوزخ نصیب نہیں ہو گی ۔

سوال: یمن اور سعودیہ کی موجودہ صورتِ حال پہ پاکستان مدد کرے کہ نہ کرے؟

جواب: آج سے کوئی تین ہزار سال پہلے بخت نصر کے زمانے کی بات ہے ۔ دورِ غلامی کو بہت دیر ہو گئی تھی ۔ دو سو برس سے یہودی غلام تھے ۔حضرتِ دانیالؑ کا زمانہ آ گیا۔ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک انگلی آئی ہے جس نے دیوار پہ لکھا ہے منی منی تعقیل۔ بادشاہ اُٹھا اس نے کسی کو خواب بھی نہیں بتایا۔ کہنے لگا کوئی ایسا دانشور بھی ہے جو خواب بھی بتائے اور پھر اس کی تعبیر بھی

بتائے؟ بڑا ڈھونڈا مگر اللہ کو تو اپنے پیغمبر کو نمایاں کرنا تھا۔ آخر کسی نے کہا بنو اسرئیل میں ایک درویش شریف آدمی ہے۔ اب حضرتِ دانیال کو بلایا گیا۔ حضرتِ دانیال کو اپنی مصیبت نظر آئی۔ ان کو خواب پتا ہی نہیں تھا۔ حضورِ خداوند گئے۔ جبرائیل امین نازل ہوئے کہ یہ خواب تھا یہ تعبیر ہے۔ بنو اسرائیل بحال ہوئے یروشلم پھر ان کے لیے کھل گیا۔ حضرتِ دانیال کو عجیب و غریب مکاشفاتی علم بخشا گیا۔ ہر پیغمبر کے پاس ایک خصوصیت تھی۔ حضرتِ دانیال کو مکاشفے کا علم بخشا گیا۔ میں ان میں سے صرف دو تین آپ کو بتاؤں گا۔ جب حضرت جبرائیل امین نے کہا کہ تُو اس وقت آرام سے سویا ہوگا۔ ایک دن اور پھر ایک دن اور پھر آدھے دن کے بعد وہ لمحات آئیں گے۔ تو ان میں تین باتوں کا ذکر کیا۔ اتفاق دیکھیں کہ تینوں باتیں آج پوری ہو چکی ہیں۔ اس کی ایک علامت یہ ہوگی کہ اجاڑنے والی مکروہ چیزیں نصب کی جائیں گی۔ حضرتِ دانیال کو بتایا گیا کہ اُس زمانے میں، جواَب قریب ہے اس کی ایک تو علامت یہ ہوگی کہ اجاڑنے والی مکروہ چیزیں نصب کی جائیں گی۔ آپ کو پتا ہے کہ کہاں کہاں میزائل لگے ہوئے ہیں۔ دوسری علامت یہ تھی کہ بڑی قربانی منقطع ہو جائے گی۔ انسان اجرامِ فلکی میں دراندازی کرے گا۔ یہ تیسری علامت ہے کہ the man will interfere in the privacy of the stars میں نے جب یہ یمن کی بات سنی تو میں نے سوچا کہ حضرتِ دانیال کا دوسرا مکاشفہ درست ہو رہا ہے۔ اگر سعودی عرب پہ اس قسم کے وار ٹائم آ گئے تو آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ سب سے پہلے حج منقطع ہو جائے گا۔ کہتے پھرتے تو ہیں ہم سے کیا واسطہ ہے کیا نہیں واسطہ but the fact is کہ سعودی عرب سے بھی اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ but middle east سعودی عرب کے یہ علاقے خطرے میں پڑ گئے تو یوں سمجھئے کہ وہ زمانۂ آخر کا ابتدائی سمبل ہوگا جب دائمی قربانی منقطع ہو جائے گی۔ شاید ابھی نہ ہو کچھ عرصے کے بعد ہو مگر اس جنگ میں یہ آثار نظر آ رہے ہیں۔ and by the time pakistan helps them or not ایک بات سن لیں پاکستان چونکہ نصیب لکھا گیا ہے اور کتاب میں محفوظ ہے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ Pakistan's interference in the middle east is ever ever possible. ہمیشہ اور اس آخری جنگ نے ہونا ہے کہ نعیم بن حماد کی حدیث ہے۔ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لائے ہیں، کتاب الفتن میں بھی کہ اہلِ ہند کے مسلمان پہلے اہلِ کفرِ ہند سے

جنگ کریں گے اور ان کے امراء و روٴسا کو گرفتار کریں گے پھر شام میں مریمؑ کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔ آپ دیکھ لو آپ نے کہاں کہاں جانا ہے۔ ہمیں تو بڑھاپا ہی روکتا ہے ورنہ اپنے جوانوں کو تیار کر رکھو، پتا نہیں انہوں نے کہاں کہاں جانا ہے۔

سوال: تقدیر کی رُو سے اولاد مرد کے نصیب سے اور رزق عورت کے نصیب سے ہوتا ہے، کیا یہ قرآن سے ثابت ہے؟

جواب: جبر و قدر پہ بہت ساری باتیں ہو چکی ہیں اور پھر یہ بھی بہت بڑا chapter ہے۔ آپ سمجھتے ہو کہ ایک جملہ بڑا معمولی سا لگتا ہے but it takes a life time three thousand years study to explain it تو لمبے سبجیکٹ پھر کبھی سہی۔ اور یہ جو دوسرا سوال ہے اس پہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اولاد مرد کے نصیب سے ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پہ ہے۔ یہ مرد کے بارے میں کہا۔ اس کی main وجہ یہ ہے کہ مرد basically باپ ہے تخلیق کار ہے female part is only the container of the child, she has to do nothing with the gender of child, it depends on the male that he produces whether X chromosome or Y chromosome اس لیے اکثر میں لوگوں کو کہتا ہوں کہ بچیاں عورت کے نصیب کی نہیں ہوتیں۔ وہ تو اتنی شدت سے بچے کی آرزو کر رہی ہوتی ہیں کہ مجھے پورا یقین ہے کہ بچی بھی ہو تو مرد بن جائے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ بچی عورت کے نصیب کی نہیں ہے بیٹا عورت کے نصیب کا نہیں ہے۔ ایکس کروموسوم ہوں یا وائے کروموسوم ہوں یہ مرد کے مادۂ تولید کا حصہ ہوتے ہیں۔ ان کا عورت سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں صفاتی اور رنگوں کے اعتبار سے کچھ حصہ جو رحمِ مادر میں پروڈیوس ہوتا ہے۔ practically speaking whether child belongs to father but since mother is the container تو اس کا حق ایک فاسٹر مدر کی طرح زیادہ ہوتا ہے کیونکہ مرد تکلیف نہیں اٹھاتا۔ تکلیف عورت اٹھاتی ہے۔ اس لیے thrice, she is more respected than the male مگر اصولی طور پہ دیکھا جائے علمی حیثیت سے تو بچے کا تعلق ماں سے نہیں ہوتا وہ container ہے۔

سوال: قرآن کہتا ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر آپ نے آیت quote کی کہ انسان کو پانی سے پیدا کیا، کیا یہ تضاد نہیں ہے؟

جواب: یہ سٹیج ہے۔ ہر چیز پانی سے پیدا کی۔ جب پانی سوکھنے لگا تو جو کیچڑ بنا اس سے انسان پیدا ہوا۔ پانی کے بغیر نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ ان میں اختلاف نہیں ہے۔ گریڈز ہیں کہ پہلے یہ ہوا بعد میں یہ ہوا۔ کیونکہ پہلے مادۂ جرثومہ تھا۔ اس وقت انسان نہیں تھا۔ پہلا جو جرثومۂ حیات گلتے سڑتے کھنکھناتے ہوئے بدبودار لیس دار کیچڑ میں پیدا ہوا۔ اس وقت پانی کی مقدار تھی مگر کم۔ جب وہ سوکھنے لگا تو اس میں لائف کا جرثومہ پیدا ہوا۔ یہ سنگل سیل تھا اور اسی وقت سے سنگل سیلولر حیات شروع ہوئی۔ وہ جو پہلا کیڑا اللہ نے پیدا کیا وہ اب بھی ہمارے ہاں موجود ہے۔ جب آپ کو amoebic dysentery ہوتی ہے اسی سنگل سیل سے ہوتی ہے۔ وہ بھی ایک طرح کی پہلی تخلیق ہے۔ amoeba proteus اور پیرامیشیا وغیرہ یہ سارے کے سارے سنگل دور کی پیداوار ہیں۔ اب بھی موجود ہیں اور آپ کی بیماریوں کی شکل میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔

سوال: عذابِ قبر کے بارے میں سوال ہے کہ مرنے کے بعد اگر روح آسمانوں پہ ہوتی ہے تو اس کو عذاب کیسے ہوگا؟

جواب: خواتین وحضرات! یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے جب کہ آپ outer mechanism کو نہیں جانتے۔ یہ جو روح ہے یہ کوئی فکس آسمانوں میں بیٹھ نہیں جاتی۔ یہ بھی اتنی تابعدار ہوتی ہے اور اتنا ہی اس پہ حکم پروردگار چلتا ہے۔ جب چاہتا ہے وہ اسے لوٹا دیتا ہے جب چاہتا ہے وہ اسے کھینچ لیتا ہے۔ یہ تو زندگی میں بھی ہوتا ہے۔ آپ کے ساتھ رات میں سوئے ہوئے بھی یہ ہوتا ہے۔ جب چاہتا ہے آپ کی روح رخصت کر دیتا ہے۔ تو عذاب وثواب میں بھی ایسے ہوگا۔ جب چاہے گا، روح لوٹا کے آپ پہ عذاب کر دے گا جب چاہے گا واپس لے لے گا اور آپ کو آرام میں ڈال دے گا۔ تو روح کا تعلق جو ہے متحرک ہے۔ ایک constant state نہیں ہے۔ وہ روح جو ہمیں زندگی بھر متحرک رکھتی ہے، مرنے کے بعد بھی متحرک رکھ سکتی ہے۔ اور اس کا بدن سے تعلق منقطع نہیں ہوتا' ورنہ پھر شہید بدنی طور پہ اور روحانی طور پہ زندہ نہ ہوتے۔ مگر شہید کی تو زندگی ہی روح میں ہے۔ خدا کنڈیشنز ایسی پیدا کر دیتا ہے کہ جیسے کہتا ہے کہ جن کے اعمال اچھے ہوں گے ان کی قبریں وسیع تر کر دی جائیں گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک

extra dimension میں ڈال دیے جائیں گے، جہاں بندشیں نہیں ہوں گی۔ مرنے کے بعد روح تو کسی بھی چیز سے گزر جاتی ہے۔ اس لیے ان کی کوئی سپیشل dimension نہیں ہوتی، صرف temporal dimension میں ڈالے جاتے ہیں۔ جب حکم ہوگا آپ سلام کا جواب دینے اپنے مزار میں پہنچ جاؤ گے۔ ذرا اچھے کام کرو تو آپ کو بعد کی زندگی میں خود بخود تجربہ ہو جائے گا ورنہ ادھر جانا ہی نہیں تو سوال کیا کرنا؟ یہ بھی تو ایک پرابلم ہے۔

سوال: ایک سوال ہے کہ is marriage a product of our free will or a destined and written decision in the book of God?

جواب: اگر اس سوال سے مراد یہ ہے کہ شادی میں کتنا جبر اور کتنی قدر ہوتی ہے تو اللہ کے ہاں اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں اس کی قدر شامل ہے۔ ہم با اجازۂ محمد رسول اللہ ﷺ یہ کہہ سکتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اپنے spouse کو دیکھ لیا کرو۔ اور خواتین کو بھی اجازت بخشی they can look at their people دیکھ لیں۔ اس سے لگتا ہے کہ مقدر جاہلانہ اندھا دھند شادیوں کا قائل نہیں ہے۔ particularly یہ جو بار بار اصرار کیا گیا ہے خواتین ہی کے بارے میں شبہ تھا کہ یہ پابندِ احکام کیوں ہوتی ہیں معاشرے کی یا فیملی کی تو اگر آپ غور کرو تو ہمارے پاس سب سے بڑا قانونی کیس انہی کا موجود ہے۔ ایک عورت جس کی شادی کر دی گئی تھی بچپن میں جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے نکاح سے انکار کر دیا۔ اور کیس حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے تین دفعہ اس سے پوچھا اور اس نے نہ کر دی کہ یا رسول اللہ اگر اختیار میرے پاس ہے تو میں اس شخص سے شادی نہیں کروں گی۔ آج تک اٹھا کے دیکھ لو کتابِ قانونِ الٰہی کہ وہ نکاح فسخ قرار دیا گیا۔ اگر آپ واقعی مسلمان ہو اور اپنے بچوں کو اجازت دیں اسلامی رُو سے تو یہ اختیار ہو جائے گا اور اگر ہم اسلام پہ نہیں چلتے تو یہ جبر ہو جائے گا۔

سوال: سوال یہ ہے کہ کیا دجال کی کوئی physical existance ہے یا پھر ہم صرف سائنس کی ایک شکل کو دجال کا نام دیتے ہیں جو کلوننگ کرے گا اور مردہ جسم کو پھر زندہ کرے گا؟

جواب: خواتین و حضرات! آپ کو اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا بھی ہے کہ جب دجال کا شبہ بڑھ جائے تو سورہ کہف کی پہلی دس آیات لو اور آخری دس آیات کو پڑھ لو۔ اب آپ ان آیات کو پڑھو تو ان میں صرف اور صرف کرسچن نیشنز کا ذکر ہے اور کسی کا ذکر نہیں کہ جو حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا

بیٹا مانتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کو شبہ ہو کہ کون سی اقوام دجال ہیں تو پھر ان آیات کو جب پڑھو گے تو آپ کو پتا لگے گا کہ زمانۂ آخر میں یہ یہ اقوام سیلف سنٹرڈ ہو جائیں گی۔ ان کا faith اللہ سے ہٹ جائے گا۔ یہ اپنی ترقی اور دولت پہ نازاں ہوں گی، اپنی پراگرس پہ ناز کریں گی اور یہی وہ اقوام ہیں جو اجتماعی طور پر دجال کے وجود کو تخلیق کریں گی۔

اس سے پہلے میں نے آپ کو ایک مثال دی تھی کہ حضرتِ دانیال نے بھی دجال کے بارے میں بتایا اور جب پوچھا گیا حضرتِ جبرائیل سے کہ دجال کون ہے؟ تو فرمایا مملکتِ رُس، بحیرۂ بالٹک اور پانیوں کے گرد آباد قومیں دجال کا حصہ ہوں گی۔ انہوں نے جغرافیہ بتا دیا۔ انہوں نے قسم بتا دی کہ ہیں کون، حضرتِ دانیال کے توسط سے ان کی لوکیشن بھی بتا دی۔ اب تو بڑا obvious ہے کہ ویسٹرن نیشنز کے اس اجتماع کو جو ایک سپریم ہیڈ کی شکل میں ہم پہ آئے گا۔ اس کو ہم دجال کہیں گے۔ اور وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کی بجائے تمام حیرت انگیز کرشماتِ زندگی کو اپنی طرف منسوب کرے گا۔ اور سب سے آخر میں مَیں آپ سب کو Michio Kaku جو نینو ٹیکنالوجی کا بہت بڑا سائنس دان ہے اس کے چند الفاظ سنا دوں کہ ''وہ وقت قریب ہے کہ نینو ٹیکنالوجی کے ذریعے ہم اپنے ہاتھ کے برگر کو بھی بچہ بنا سکتے ہیں۔'' نینو ٹیکنالوجسٹ کہتے ہیں کہ اب ہمارے پاس وہ آلات موجود ہوں کہ we can change the burger of our hand into a child اور وہ وقت قریب آرہا ہے۔ کہتا ہے کہ ابھی بھی کائنات میں replicators موجود ہیں، یعنی وہ چیزیں جو ماہیتِ اشیاء کو بدل دیتی ہیں اور وہ وقت آئے گا کہ ہم ان replicator کی مدد سے دنیا کی ہر چیز کو ہر shape میں ڈھال لیں گے۔ آخر میں اس نے لکھا ہو سکتا ہے کہ ہم انسانوں کی بجائے دیوتا بن جائیں that`s dajal امکانات تیار ہو چکے ہیں۔ any time one can change into a god مگر خدائے واحد اور بزرگ و برتر کی حیثیت اپنی ہے۔ وہ آپ کو صرف اس سے آگاہ کر دے گا۔ جب کبھی آپ کو شبہ ہو آپ حضرتِ ابراہیمؑ کی وہ آرگومنٹ ضرور پڑھ لیا کریں کہ جب نمرود نے دعویٰ خدائی کیا تو بڑی ایک سادہ سی permanent argument جنابِ ابراہیمؑ نے دی کہ اے نمرود اگر تو واقعی خدا ہے تو میرا رب تو مشرق سے سورج چڑھاتا ہے تو مغرب سے چڑھا دے۔ "قَالَ إِبْرَاهِيمُ

فَإِنَّ اللهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ "
{البقرة:258} مت بھولیے کہ دجال کا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ وہ صرف ایک زمین کی ریفرنس سے بات کرتا ہے۔ وہ ایک زمین پہ خدائی کے دعوے کررہا ہوگا۔ اس کائناتِ بسیط میں وہ اگر دو چار ستاروں پہ بھی اترے گا تو کیا وہ خدا ہو جائے گا؟ کیا بنانے والے کے قریب ہو جائے گا؟ کیا اس کے دعوے کی یہ سچائی ہوگی؟ وہ تو ایک چھوٹی سی trillion and trillion stars of the universe میں سے ایک چھوٹے سے ننھے منھے سے گڑیا کی طرح ستارے پہ بیٹھا ہوا دعویٰ کررہا ہوگا کہ میں اب خدا ہو چکا ہوں۔ دجال بیچارے کو گنتی نہیں آئے گی کہ اصلی اللہ کے پاس جگہیں کتنی ہیں۔ اس نے کیا خدا بننا ہے؟ اس بات کا دھیان رکھیے جو بڑی پریکٹیکل بڑی سیدھی ہے کہ دجال کبھی بھی خدا کا حریف نہیں بن سکتا۔ ہاں وہ آپ کا حریف ضرور ہے۔ وہ آپ کو قائل کرنا چاہتا ہے کہ I am important

سوال: حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ پہ سوال ہے کہ جب انہوں نے لوتھڑے سے مار کے اس مردہ شخص کو زندہ کیا گیا تو پھر اس شخص کو سزا کیوں دی گئی؟

جواب: یہ حضرتِ موسیٰ کے حوالے سے سوال ہے کہ جب گائے کو کاٹا گیا' پہلے تو گائے پہ یہود نے بڑی بحث کی اور اتنی حجتیں کیں کہ تنگ آ کر حضرت موسیٰ پکار اٹھے..... آپ تو کہتے ہو یہودی بڑے لائق ہیں بڑے یہ ہوتے ہیں مگر ان کے رسولؑ نے یہ کہا" قَالَ أَعُوذُ بِاللهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ " {البقرة:67} اے پروردگار میں معافی چاہتا ہوں میری قوم بہت ہی بڑے جاہلوں میں سے ہے۔ حضرتِ موسیٰ کی تو رائے یہ ہے۔ ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑے ذہین ہیں۔ مگر اصلی رائے یہ ہے۔ جب انہوں نے لوتھڑے سے مار کے اس مردہ شخص کو زندہ کیا تو پھر اس شخص کو سزا کیوں دی گئی؟ بڑا ذہین سوال ہے، بنو اسرائیل کی طرح۔ تو بات یہ ہے کہ exceptional expriment کے لیے اسے زندگی سے باہر نہیں لایا گیا بلکہ صرف ایک شہادت کے لیے لایا گیا اور وہ پھر مر گیا تھا۔ ایک ہی بندہ ہے جو مُردوں سے زندہ کیا گیا اور اس کی خصوصیت حضرتِ موسیٰؑ کے ساتھ ہے کہ Lazarus came back from death

اس کا نام لزارس تھا اور حضرتِ موسیٰؑ کا خیر مقدم کیا۔ اس کو صرف شہادت کے لیے زندہ کیا گیا اور پھر وہ اپنی پرانی حالت کو لوٹا دیا گیا۔

جدید دنیا میں خدا کا تصور

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (الاسراء:80)

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الصّٰفّٰت:83-180)

خواتین وحضرات! اِس ٹاپک پہ بہت دنوں سے ہر سکول و کالج کے برآمدوں میں گفتگو ہو جاتی ہے۔ جب ذہن آگے بڑھتا ہے بہت سارے ماحول سے سوال اٹھتے ہیں، بہت ساری یونیورسٹیز کے کیمپسز میں بہت سارے اُستادوں کے ذہنوں سے سوال اٹھتے ہیں we are all totally confused اِس کے جواب میں religious order ہمیشہ major mistake کرتا رہا۔ وہ mistake جو آج ہر طرف گردش کر رہی ہے۔ when they had no proper answer to the question of God`s reality, today all would say we have blind faith in God. ہم بھی شاید اس دور سے گزرتے اور دیکھتے ہیں کہ یہ blind faith کس قسم کا ہے؟ افسوس کی بات یہ ہے کہ religious order نے انکوائری میں method of

investigation میں کوئی ترقی نہیں کی۔ اُدھر اللہ میاں بالکل واشگاف لہجے میں کہہ رہے تھے کہ اگر اہلِ کفر عقل رکھتے غور کرتے تو کبھی بھی اپنے آباؤ اجداد کے دین پہ قائم نہ رہتے، وہ ضرور مجھے قبول کر لیتے۔ تو کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ وہ طعنہ آپ کو نہ پہنچے؟ اگر اہلِ کفر کو یہ طعنۂ خداوند پہنچتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ تک نہ پہنچے؟ میراث میں ایک اسلام اور خدا کا نام لے کر تو آپ اس سلسلے سے گزر نہیں سکتے ہو۔ اور آپ پر زیادہ ذمہ داری ہوگی کہ مسلمان ہونے کے باوجود آپ نے بالکل ہی خدا پہ کوئی غور نہیں کیا' کوئی فکر نہیں کی اور اللہ اِس کے جواب میں فرماتا ہے: "إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ" {الانفال:22} کہ میرے نزدیک تو بدترین جانور وہ ہیں جو بغیر غور وفکر میری باتیں سنتے ہیں مانتے ہیں۔ اور حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ ایک بے علم بالکل اُس رہٹ کے گدھے کی طرح ہے جو ستر سال بھی چلتا رہے تو اُسے آگہی کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

خواتین وحضرات! ہمارے کچھ دانشوروں اور فلاسفروں نے عصرِ حاضر پہ بھی بات کی۔ ہمیں تو عصرِ حاضر نہیں ڈراتا۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے قرآن کی ایک چھوٹی سی آیت پڑھی اور کہ مجھ سے بہت پہلے میرے خدا نے اِس کو بڑے استہزائی انداز میں لیا کہ بڑے بڑے intellectuals پیدا ہوں گے دانشور پیدا ہوں گے۔ کیا بڑے بڑے دانشور پہلے نہیں تھے؟ پہلے بھی تھے۔ افلاطون تھا ارسطو تھا پتا نہیں کیا کیا بلائیں تھیں۔ آج رسل پیدا ہو گئے۔ آج اگر کوئی ڈاکن جیسا پیدا ہو جائے تو یہ کوئی نئی بات تو نہیں۔ نئی بات تو یہ ہے کہ پہلے کوئی نئی دلیل لاؤ۔ نیا خیال لاؤ۔ ایک مرتبہ ایک لڑکی آئن سٹائن سے ملی۔ اُدھر کسی آشنائے خاص کے ساتھ بھی اس کا وقت مقرر تھا۔ وہ پوچھ رہی تھی کہ Professor is there anything which I can learn very soon? اس نے کہا بیٹھو۔ پندرہ بیس منٹ کی گفتگو کے بعد وہ لڑکی بیزار ہوگئی۔ اس نے کہا بتاؤ بھی relativity کیا ہے؟ اُس نے کہا یہی جو تم دیکھ رہی ہو۔ اب پیچھے کی تمہیں لٹک ایسی پڑی ہوئی ہے کہ تم سے بیٹھا نہیں جا رہا۔ تم بیٹھی کتنا پندرہ منٹ؟ پندرہ منٹ میں اتنا بڑا کائناتی سوال کیسے حل ہوسکتا ہے؟ مگر تمہیں پیچھے کی لگن ایسی ہے تم سمجھتی ہو ٹائم گزر بھی گیا۔ آئن سٹائن نے کہا یہی relativity ہے۔ اقبالؒ نے کہا مہینے وصل کے تو اس طرح اُڑتے جاتے ہیں کہ

شبانِ ہجراں دراز چوں زلف
و رُوزِ وصلت چوں عمرِ کوتاہ

کہ غم کی راتیں تو محبوب کی زلف کی طرح لمبی ہوتی ہیں۔ وصال کا دن تو عمر کی طرح تھوڑا ہے۔ بھلا یہ کوئی تُک ہے؟ یہ لمبی زلف آپ نے کہیں دیکھی ہے؟ مگر یہ ریلٹیوٹی ہے۔ وقت کا اپنا اندازہ ہوتا ہے۔ مگر اس پہ سب سے خوبصورت رائے علامہ اقبالؒ نے دی۔ he knew what was happening around. ان کا وقت ہم سے تھوڑا پیچھے تھا مگر چاہے پیچھے تھا glimpse تو نظر آ رہی تھیں آگے کیا ہونے والا ہے۔ تو تین شعر اس نے لکھے ہیں تینوں میں دورِ حاضر کے تصورِ خدا کو بالکل سمیٹ دیا ہے۔

عشق ناپید و خرد می گزدش صورتِ مار
عقل کو تابعِ فرمانِ نظر کر نہ سکا

عشق تو ہے ہی نہیں۔ اخلاص تو ہے ہی نہیں۔ زمانے سے اُٹھ گیا ہے۔ محبتیں خاک ندر ہو گئی ہیں۔ بڑے بڑے خوبصورت چہرے زیرِ زمین چلے گئے ہیں۔ اب وہ کہاں سے لاؤ گے؟

بہ پاسِ خطرہ آشفتہ حالاں
بنامِ شاہدِ نازک خیالاں

ساری شاعری ختم ہو گئی ہے۔ چاند بوڑھی عورت کی طرح اتنے بڑے گڑھوں میں نمایاں ہو گیا' جس چاند پہ پتا نہیں کتنے شعر لکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے محاورے بدل گئے۔ عادات بدل گئیں۔ سسٹم بدل گئے۔ سوسائٹی بدل گئی۔ every individual is arguing now and looking forward اس سرابِ تخیل میں کہاں جائیں جب ہر چیز ہی اپنی شخصیت کھو رہی ہو۔ بے نام ونشان ہو رہی ہو۔ اس وسیع تر دنیا میں اب صرف ریت اُڑ رہی ہے۔ ایک بوجھل تصور ایک راتوں کی بے چینی night-less skyscraper Alzheimer attitude of man اب رحمت کا کوئی بیکراں نظارہ نہیں ہو سکتا۔ اقبالؒ دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک دفعہ امریکہ میں اونچائی سے نیچے اترتے وقت ایک ننگے ہپی کو دیکھا۔ بالکل وہ آنکھ اُٹھاتا تھا پھر نیچے دیکھتا تھا اور سر سے جوئیں ''کھرکتا'' تھا۔ کیا فنی چیز تھی۔ out of this mechanism of human mind, out of this attitude of

.absurdity ایک بہت بڑے فلسفے نے عروج پایا۔اس میں Paul Sartre تھا، Flobair تھا، T.S. Eliot تھا۔اُس میں فلسفے کے بڑے بڑے سٹار ورلڈ تھے۔کافی سارے فرانس کے تھے۔اُس فلسفے کا خلاصہ یہ تھا کہ matter proceed essence. مادہ روح پہ عروج رکھتا ہے۔روح کیا ہے؟ایک ہوا'ایک تخیل کا جھونکا ہے۔اصل چیز تو مادہ ہے۔دوسری جنگِ عظیم کے بعد بے اختیار اور بے شمار مخلوق فنا ہوئی 22 million اس جنگ کے نتیجے میں موت کا شکار ہوئے۔زخمی کتنے ہوئے گھر کتنے اُجڑے آپ خود سوچ سکتے ہو۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں. Once I met a German lady اس بیچاری کے پاس لفظ محدود تھے۔کہنے لگی your Prophet was a very clever man. میں نے کہا how? کہتی دیکھو دوسری جنگ عظیم کے بعد ہمارے گھر مردوں سے خالی ہو گئے تھے۔اگر ہم مسلمان ہوتے تو کوئی نہ کوئی ہمیں اپنا لیتا' دوسری شادی یا تیسری شادی کر لیتا۔چوتھی شادی کر لیتا۔آج ہمارا حال دیکھو we are selling everything ہم بڑی honorable مخلوق تھے۔ہم کیتھولک تھے پروٹیسٹنٹ تھے we were religious people strongly اب ہمارے پاس کیا رہ گیا ہے؟ ہمیں ہر چیز بیچنی پڑ رہی ہے انا، عزت، زندگی سب کچھ ہم نے سیل پہ لگا دیا' just to survive صرف زندگی بچانے کے لیے۔تمہارا Prophet کتنا ذہین تھا' اُس نے ہم جیسوں کا پہلے سے سوچ رکھا تھا۔ that`s why he allowed these marriages.

خواتین وحضرات!اقبالؒ یہ کہتا ہے کہ عقل بہت ترقی کر گئی ہے مگر ہے سانپ کی طرح

عشق نا پید و خرد می گزدش صورتِ مار
عقل کو تابعِ فرمانِ نظر کر نہ سکا

یہ بڑا بے باک گھوڑا ہے۔ایک یہ اور ایک زمانہ۔

نہ ہاتھ باگ پر نے پا ہے رکاب میں

یہ عقل ایسی چیز ہے کہ نہ اس پہ کنٹرول ہو سکتا ہے نہ اِس پہ دباؤ چلتے ہیں۔یہ وہ سواری ہے جو نکلتی چلی جاتی ہے۔آپ نے اِس کو بڑی لفٹ کرا دی ہے۔اِس پہ کوئی گارڈین نہیں۔جمہوریت کے اُوپر کوئی گارڈین نہیں بیٹھا ہوا۔جو چاہیں گے کریں گے۔آج تک کوئی مورل قانون کسی سوسائٹی

نے نہیں دیا۔ تمام مورل قوانین اللہ کی طرف سے ہیں۔ آپ یہ نہیں دعویٰ کر سکتے کہ محبت انسان آپ کو جمہوریت نے دی ہے۔ نو.....! آپ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ آپ کو اخلاق کی کوئی دولت کسی گورنمنٹ آف ورلڈ نے دی۔ نو.....! نہ یہ آپ کو ایتھنز سے ملا نہ یہ آپ کو سپارٹنز سے ملا۔ the longest ever powerful democracy in the world named as Athenian democracy only lasted for 35 years and the next Spartan's democracy only lived for 18 years. یہ سوسائٹیز تباہ ہوتی گئیں' بغیر کوئی میراث چھوڑے ہوئے' صرف کھنڈر چھوڑے۔ عبادت کی نہیں عبرت کی جگہ چھوڑ کے رخصت ہوئے۔ وہ موہنجوداڑو ہو یا پمپیائی ہو یا کوئی بھی ایسی ویران جگہ جس میں جھانک کے دیکھیں (تو دل دہل جاتا ہے)۔

مجھے یاد آ گیا نوشیروان عادل اپنے سب سے بڑے عقل مند وزیر کے ساتھ گزر رہا تھا تو رستے میں بہت سارے اُلو جمع تھے۔ بہت سارے اُلو دیکھ کے وہ ذرا interested ہو گیا۔ وزیراعظم نے ذرا کان لگائے اُلوؤں پہ تو بادشاہ نے پوچھا اُلو کیا کہہ رہا ہے؟ کہتا شادی کا جھگڑا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا مطلب ہے؟ وزیر نے جواب دیا کہ دلہن والے کہتے ہیں ہم نے جہیز میں زیادہ ویرانے لینے ہیں۔ پھر؟ کہا جھگڑا طے نہیں ہو رہا۔ کچھ دیر بعد وزیر بولا اچھا جی جھگڑا طے ہو گیا ہے۔ نوشیروان نے پوچھا وہ کیسے؟ کہا اگر بادشاہ نوشیروان اسی طرح عادل رہا تو بہت ویرانے نکلیں گے۔ تو ہم آپ کو ایک کی بجائے دس ویرانے دیتے ہیں۔ بادشاہ بہت شرمندہ ہوا۔ دیکھو کسی کو نصیحت کرنے کا بھی ایک طریقہ ہوتا ہے۔ نوشیروان کے وزیراعظم نے اس طرح اسے ایڈوائس کیا کہ اے بادشاہ اگر ظلم کرو گے تو تمہارا ملک ویرانوں کی فہرستیں جاری کر دے گا۔

ہر زمانے میں عقل مند بھی گزرے ہر زمانے میں صوفیا بھی گزرے ہر زمانے میں پیغمبر بھی گزرے۔ مگر بعض اوقات افلاس اتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا برباد زمانہ ہوتا ہے کہ پیغمبر بھی آخر میں بددعا دیتے ہیں۔ ساڑھے نو سو برس حضرت نوحؑ اپنی قوم کو سمجھاتے رہے' بڑے سر ٹکرائے۔ آخر میں ان کے لیے دعا دے کے نہیں نکلے۔ فرمایا اے اللہ اس زمین پر کسی کافر کو نہ رہنے دے۔ بڑی بددعا دے کے نکلے۔ اور پھر طوفانِ نوح فرضی نہیں ہے۔ اس سولائزیشن میں بھی موجود ہے' Scandinavian mythology میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ جنت اور

دوزخ کے کانسپٹس یہاں بھی موجود ہیں۔ یہاں دیوتائی موجود ہے۔ ہاں اللہ کی بجائے بہت سارے دیوتاؤں کو اختیارات سونپے جاتے رہے۔ فرق یہ ہے۔ مگر انسان کیا اتنا غیر مذہبی تھا؟ سب سے بڑے انتھروپالوجسٹ جس کو بابائے انتھروپالوجسٹ کہا جاتا ہے اس کا ایک بیان ہے۔ اس کی زندگی کا نچوڑ ہے کہ homo sapiens was homo religious پہلے انسان کی بات کر رہا ہے کہ جب سے انسانی زندگی شروع ہوئی' جب سے انسان کا وجود قائم ہوا' جب سے انسانی معاشرہ قائم ہوا homo sapiens was homo religious تب سے انسان مذہبی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ خدائے واحد سے عبادت شروع کی۔ پھر اُس وحدت کو کثرت میں تقسیم کر دیا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہماری بے آسودگی اور گناہ کا باعث بنتی ہے۔ پھر ایک اور انتھروپالوجسٹ نے بھی پچاس سال کی محنت کے بعد انتہائی deep analysis کے بعد ایک بات کہی homo sapiens was homo religious and also monotheist کہ ہمیشہ انسان مذہبی رہا' نہ صرف مذہبی رہا بلکہ ایک خدا کی پرستش کرتا رہا۔ شروع سے ہی ایک خدا کا تصور کہاں سے آ گیا؟ میرے پاس ایک بہت بڑے اُستاد ماڈرن آئے اور مجھے ان سے بات چیت کا موقع ملا۔ میں نے کہا مجھے سمجھ نہیں آتی بچہ پیدا ہوتا ہے چھوٹا ہوتا ہے بھوکا ہوتا ہے چیختا مانگتا ہے۔ میں نے تو کسی بچے سے فلسفے کی بات نہیں سنی' سوائے حضرت عیسیٰؑ کے کہ انگلی اُٹھا کے خدا کی شہادت دیتا پھرے۔ ہولے ہولے ہم دو چار لفظوں سے اپنے بچوں کو آگاہی دیتے چلے جاتے ہیں' تب کہیں آگے جا کے رسل بن جاتا ہے' تب کہیں آگے جا کے وہ آئن سٹائن بن جاتا ہے۔ بڑے ہو کے بھی وہ کافی غلطیاں کرتا ہے اور کافی بڑی بڑی غلطیاں کرتا ہے۔ مگر یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ پیدائشی دانشور اور فلسفی پیدا ہو گئے ہوں۔

خواتین وحضرات! انسان مقاماتِ تاسّف سے گزرتا ہے اب عصرِ حاضر میں انسان بہت پراگرس کر رہا ہے۔ اقبالؒ تو کہتا ہے کہ

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ، نفع وضرر کر نہ سکا

ایک دعا پر ذرا غور کیجیے۔ مجھے اللہ نے توفیق بخشی کہ میں اِس کنفیوژن کے دور میں وہ دعا روزانہ پڑھتا ہوں "اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ "{الزمر :46} کہ اللہ باقی دنیا کو تو پتا ہی کوئی نہیں۔ تو جاننے والا ہے۔تو نے ہی ایسی عجیب وغریب مخلوقات پیدا کی ہیں۔تیرے ہی فن کی مہارت سے کوئی بشر اُوپر نہیں اُٹھ سکتا۔ہاں اے ''فاطر السماوات والارض'' اے'' عالم الغیب'' تو ہی غیب جاننے والا ہے تو شہادت کا جاننے والا ہے۔مگر غیب اور شہادت میں فیصلہ اس طرح نہیں ہوتا۔کل جو اُمت غیب میں تھی آج ہم اُس پہ شہادت ہیں۔جیسے رسولوں کو ان کی گئی گزری اُمتوں پہ شاہد بنایا گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اُمتوں کے لیے شاہد بنایا۔ آخری تھے ناں سمیٹ لیا سب کو، سارے لوگوں کی شہادت ہم تک پہنچی۔ہم نے پڑھا لکھا سوچا کہاں تک صحیح تھے کہاں تک غلط تھے۔پھر ہم نے روزِ قیامت وہ رپورتاژ پیش کرنی ہے۔بڑا میڈیا ہوگا وہاں۔وہاں بھی بڑی سرکار لگے گی: "وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا"{ الزمر :69} کیا خوبصورت آیت ہے، یہ اللہ ہی کہہ سکتا ہے کہ زمین تیرے رب کے نور سے چمک جائے گی اور وہ پوچھتا ہوا اُترے گا، بڑے بڑے بادشاہ میرے آس پاس بکھرے پڑے تھے۔یہاں ہامان تھے شداد تھے فراعنہ، مصر تھے، یہاں بہت سارے جنگجو ایشیا مائنر سے اُٹھے تھے، بہت سارے صحرائے گوبی کے اُٹھتے ہوئے غبار سے نکلے تھے۔قبلائی خان تھے چنگیز خان تھے: "لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" بتاؤ تو سہی ملک کس کا ہے؟ اے بادشاہو اے زمین کے دعویدارو اے افلاک سے چشمک رکھنے والو اے خدائی کو چیلنج کرنے والو سامنے تو آؤ۔بتاؤ ناں کس کا ہے ملک؟ کون اس جہان کا مالک ہے؟ جواب تو ظاہر ہے کسی کے پاس نہیں ہوگا۔"لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" { غافر :16} بات سنو لوگ کہتے ہیں بڑی ''ڈاڈھی'' تسبیحات ہیں۔جس میں اسمِ الواحد و القھار آجائے لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ہمارے ہاں دستور بنے ہوئے ہیں، یہ تسبیح نرم ہے یہ سخت ہے۔ہم بڑا ڈرتے ہیں۔ایک دفعہ میں نے اتفاق سے آیتِ کریمہ ایک خاتون کو دی۔کچھ دنوں بعد وہ خاتون واپس آئی تو اس کا پیٹ پھولا ہوا تھا۔میں نے پوچھا کیا ہوا تجھے؟ کہتی

جی آیتِ کریمہ کی وجہ سے میرا دل گھبرا گیا ہے۔ میں نے پوچھا ماجرا کیا ہو گیا؟ کہتی بہت بڑا مسئلہ ہے' آپ نے کہا تھا کم سے کم دس تسبیحات کیا کرو۔ میں گھر گئی تو پھوپھی جان نے کہا کہ دیکھو یہ بڑی جلالی تسبیح ہے۔ اگر یہ تسبیح پڑھنی ہے تو ساتھ ایک گلاس پانی کا پی لیا کرنا۔ پھر روز کا یہ حال ہے تسبیح کے ساتھ پانی پی پی کے میرا پیٹ پھول گیا ہے۔

علم وہ چیز ہے جس پہ خدا درجات مرتب کرتا ہے۔ علم کے بغیر نہیں کرتا۔ قرآنِ حکیم میں اُس نے ارشاد فرمایا "نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ" جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ "{یوسف:76} اور ہر علم والے کے اُوپر ایک علم والا ہے۔ دیکھئے معاملات کتنے سادہ ہیں۔ آپ گھبرائے ہوئے ہو، پریشان ہو، بہت اَپ سیٹ سے ہو۔ زمانہ اِدھر بھی کھینچ رہا ہے اُدھر بھی کھینچ رہا ہے اور زمانہ آپ کو گائیڈنس نہیں دے رہا۔ کیا کہتے ہیں اسے ڈاکٹر صاحب وہ جو گاڑیوں میں لگاتے ہیں؟

ڈاکٹر خواجہ جلیل صاحب: جی پی ایس۔

پروفیسر صاحب: ہاں جی پی ایس۔ اس کا کرشمہ میں نے خود دیکھا۔ ہم نے کسی جگہ جلدی پہنچنا تھا تو جی پی ایس لگا لیا۔ اس نے ہمیں اِدھر اُدھر سارا شہر خوب گھمایا۔ ہم بھی انتظار کر رہے تھے۔ اب یہ نیا ماڈرن سسٹم ہے ہم انکار بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جس کو بتاؤ یہ ناقص سسٹم ہے۔ وہ کہتے ہیں تم لوگ یورپی ترقی سمجھ ہی نہیں سکتے۔ پھر چُپ کر کے بیٹھ گئے۔ بالآخر اس نے ہمیں ایک ویران سے کھیت میں آ کے آواز دی you have reached at destination میں نے اپنے ساتھی سے کہا خدا کے لیے اس محترمہ کو دوبارہ نہ لے کے چلنا۔

خواتین و حضرات! آج کا بہت بڑا اعتراض ہے۔ پہلے اعتراض اور طرح کے ہوتے تھے۔ پہلے کبھی یہ سوال نہیں اُٹھا کہ خدا نہیں ہے۔ right from the first to the last thinker there was no agnostic, there was no atheist. پہلے سوال تھے کہ کتنے خدا ہیں؟ ہزار ہیں دو ہزار ہیں؟ کتنے خدا ہیں جو ہمارے علیحدہ علیحدہ مالک ہیں؟ اس کے جواب میں اللہ کہتا ہے: "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا "{الانبیاء:22} دوٹوک بات کرتا ہے۔ اُوپر سے آنے والی آرگومنٹ میں کوئی ambiguity نہیں ہوتی۔ کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ اُس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دس خدا ہوں؟

اگر دس خدا ہوتے تو اپنی اپنی سلطنت لے کے الگ نہ ہو جاتے؟ "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" {الانبیاء:22} اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد نہ ہو جاتا؟ سسٹم خراب نہ ہو جاتا؟ اور لیپ نہ ہو جاتا؟ کسی نہ کسی کی گردش اُلٹ نہ پڑتی؟ وہ کہتا ہے اس قسم کا تصور ہی چھوڑ دو۔ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں انہوں نے اپنے معزز لوگوں کو خدا بنا رکھا تھا۔ وہ بیچارے شاید ایسے نہ ہوں مگر لوگوں نے ان کو دیوتائی کا رنگ دے رکھا تھا۔ مگر حضرت ابراہیمؑ نے ایک بات بڑی راز کی کہی ہے کہ عقل ہماری اپنی نہیں ہوتی۔ یہ بات ذرا سوچ لینا۔ آپ اُسے اپنا کہتے ہو۔ ساری دنیائے مغرب اسے اپنا کہتی ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ عقل ہماری اپنی نہیں ہوتی۔ یہ ہے امانت۔ اللہ نے کام دیا تو اس کے مطابق جو چیز ہمیں دینی تھی وہ مہیا کر دی کہ سفر پہ بھیج رہا ہوں گھوم پھر لینا، جو عیش کرنی ہے کر لینا۔ یہ کام ضرور کر کے آنا اور اِس کام کے لیے میں نے تمہیں یہ عقل دے دی۔ جب بازار لگا سارے اِسی خوبصورت شے کو لپک رہے تھے۔ اصولاً میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ عقل آپ کی نہیں ہے " إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا " {الاحزاب :72} انداز تو دیکھو اللہ اتنا انصاف والا ہے کہ جب بزرگیٔ آدم کو ڈکلیئر کرنا تھا، یہ نہیں اُٹھا کے حکم جاری کر دیا کہ میں تمہیں اللہ کی حیثیت سے میں پروردگارِ عالم کی حیثیت سے تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ آدم تمہارا خلیفہ ہے اور یہ میرا نائب ہے۔ اور یہی تمہارا اول و آخر حکمران ہے۔ ایسے نہیں کیا۔ آگے بڑے بڑے سیانے موجود تھے، ملائکہ موجود تھے جنات موجود تھے۔ ملائکہ نے عرض کی اللہ میاں اس آدمی کو خلافت دے گا؟

ایک سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں جو often quoted and discussed but never been answered properly کہ اگر آدمؑ آسمان پہ تھا تو زمین پہ کون تھا؟ آپ جانتے ہیں کہ ملائکہ شکل بدل لیتے ہیں، جب بھی چاہا بدل لی۔ کبھی جبرائیل کسی صحابی کی شکل میں آئے، کبھی کسی شکل میں آئے۔ کئی مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا۔ ایک دفعہ فرمایا میں نے جبرائیل کو آفاق کو گھیرتے ہوئے دیکھا۔ چھ سو پر تھے۔ کبھی جبرائیل دانشور اَن پڑھ کی طرح آئے۔ سوال و جواب کیا اور ایمان کا راز بتا کے چلے گئے۔ شیطان بھی شکل بدل لیتا ہے۔ جس شکل میں چاہے وہ ڈھل جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالتِ خواب سے متوحش

اُٹھے۔خواب میں تھوڑا تھوڑا ڈرے ہوئے تھے۔تو اُم المومنین نے پوچھا خیر تو ہے؟ فرمایا میں نے خواب میں دیکھا شیطان کی بیوی نے انڈا دیا ہے۔ پھر اس انڈے سے بچہ نکلا ہے۔ پھر اور بچے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین شیاطین سے بھر گئی ہے۔تو مجھے خوف ہوا ہے اپنی اُمت پہ۔ اس حدیث سے اور کچھ پتا لگے نہ لگے ایک بات کا پتا چلتا ہے کہ شیطان انڈے دیتے ہیں۔اور کس طرح دیتے ہیں that`s very funny کہ شیاطین کو فرٹیلیٹی کے لیے کسی نہ کسی جانور کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ آدمیوں کے جسم میں نہیں داخل ہوسکتا۔ آدمیوں کے بطن سے شیطان نہیں پیدا ہوسکتے۔ حرمتِ انسان کو اللہ نے محافظین سے ڈیفنڈ کیا ہوا ہے۔کوئی شیطان انسانی بدن کو جسمانی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔سوائے ایک کے وہ جو اللہ کی اجازت سے حضرتِ ایوبؑ کے(واقعہ میں ہوا)۔اب جب یہ نیچے اترتے ہیں کبھی سانپ کی شکل لیتے ہیں کبھی چھپکلی کی شکل لیتے ہیں۔احتیاطاً لوگ کہتے ہیں اگر یہ کسی جگہ مصروفِ کار ہوں یہ سانپ چھپکلی، ادھر سے آنکھیں بچا کے نکل جاؤ۔ہوسکتا ہے ان میں سے کوئی شیطان مزید افزائش میں مصروف ہو۔

اگر یہ اتنی بڑی مخلوق تھی تو بندہ کیا کر رہا تھا؟ can you imagine? کہ اتنی بڑی دو ٹرانسفارمر مخلوقات تھیں اُس میں جنابِ آدمؑ کیا کر رہے تھے۔آدمؑ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔ but the fact is جب یہ مقابلہ اُوپر ہوا انسان بھی ٹرانسفارمر تھا۔ یہ تینوں مخلوقات ٹرانسفارمیشن پہ غالب تھیں۔اب شیطان زمین پہ اُترا اُسے کوئی چیز ڈھونڈنی پڑتی ہے قیام کے لیے۔وہ بھی صرف وقتی قیام کے لیے۔فرشتہ اُترا۔اس کو بھی زمین پہ قیام کے لیے کوئی چیز نہیں ملی اُس نے واپس جانا تھا۔مگر آدمؑ کے لیے حکم ڈفرنٹ تھا "مُسۡتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ" {البقرۃ:36} نیچے اترو "مستقر" چھوٹے وقفے کو بھی کہتے ہیں اور قرار کی جگہ کو بھی کہتے ہیں۔کہ اے بنی آدم تمہیں زمین میں قرار پکڑنا ہوگا کچھ عرصہ ٹھہرنا ہوگا۔مگر ٹھہرتا کہاں؟ کوئی ہم سکیمز تو نہیں تھے۔سکیمیں تو اللہ بنا رہا تھا۔دوسری طرف ایک بلین ایئرز سے وہ وجود تخلیق ہو رہا تھا جس میں حضرت آدمؑ نے ٹھہرنا تھا۔اتنی بڑی اہم ہستی کے ٹھہرنے کی جگہ بھی تو اہم ہوتی ہے۔اس بدن کو سجایا سنوارا جا رہا تھا۔ till God said ہاں ہم نے بہترین تناسب سے تیرا بدن بنا دیا۔ہم نے اس جسم کو مکمل کر دیا۔دیکھو میں کب سے گھٹنے کے مرض میں مبتلا ہوں۔کب سے بلین آف ڈالر دنیا خرچ کر بیٹھی ہے اس گھٹنے کا ہی ٹھیک ہونا نظر نہیں آتا۔اتنا complicated

system ہے'ایک ایک عضوِ بدن کا اتنا مکمل سسٹم ہے۔ڈاکٹر بیچارے چپ کر کے بیٹھ رہتے ہیں۔پڑھتے ہیں لکھتے ہیں بہت بڑی بڑی ریسرچز کرتے ہیں پھر آ کے پریشان حال بیٹھ جاتے ہیں۔تخلیق کاری کی ایک limit ہے جو مرضی بنالو۔بہت علم دیا' اللہ نے انسان کو تخصیص نہیں رکھی۔جو محنت کرے گا علم پائے گا۔مسلمان کی بات نہیں کی کہ بنی آدم میں جو محنت کرے گا علم پائے گا۔اُس کو کرامت بھی ملے گی:"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ"{ الاسراء :70 } اللہ اِس معاملے میں بہت فراغ دل ہے۔روٹی نہیں بند کرتے کسی پہ۔حالانکہ ایک اشارۂ قدرت سے بند کر سکتے ہیں۔پتا ہے کیوں؟

حدیثِ قدسی ہے کہ فرمایا اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس بات پہ پریشان ہے کہ تجھے ماننے والے بھوکے کیوں ہیں افلاس زدہ کیوں ہیں غریب کیوں ہیں؟ تو میں یہ عنایات اس لیے کر رہا ہوں کہ اِن کے پاس گزارنے کو صرف یہی زندگی ہے۔توکل کو گلہ تو نہ کریں کہ اے اللہ اگر ہم نے تجھے نہیں مانا ہم نے اگر کفر و شرک کا ارتکاب کیا تو تُو نے ہمیں بھوکا مار دیا۔اللہ نے کہا میں یہ نہیں سننا چاہتا۔تاہم''اگر ایک مصلحت مانع نہ ہو تو میں ان کے در و دیوار چاندی کے بلکہ سونے کے کر دوں۔'' بھلا وہ مصلحت کیا ہے جی؟ اہلِ ایمان گلہ کریں گے فتنوں میں پڑ جائیں گے۔کہیں گے یہ کون سا اللہ ہے نہ ماننے والوں کو ذخائر دے رہا ہے اور ہمیں صرف بھوک دے رہا ہے' ہمیں ذلت دے رہا ہے؟ بھئی یہ تو ڈیڑھ سو سال کی بات ہے۔میں اگلے زمانے کی خبر دے رہا ہوں

صحرا سے نکل کر جس نے روما کی سلطنت کو پلٹ دیا تھا
سنا ہے قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

اقبالؒ کہتے ہیں

میری صراحی میں قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں

تو ایک کی بجائے کوئی تین خدا بنا بیٹھا۔یہ تو انسان کی آرزو کا خبط ہے کہ اُدھر ہاتھ نہیں پہنچتا تو اِدھر کسی پتھر کو قریب کر کے امیج سازی کر لو۔مگر مسلمان کو امیج سازی کی ضرورت نہیں تھی۔پروردگار عالم کی امیج آپ کے سینے پہ ثبت ہونی چاہیے تھی۔ایک دفعہ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن میں ایک مصنف نے بڑا اچھا جملہ لکھا کہ باقی مذہب تو خراب ہو گئے مگر اسلام بچ گیا۔اس لیے کہ there was such a geometrical precision about the oneness of

God in Islam that no mythologyاس میں مائی تھالوجی was possible. کے سارے امکان پروردگارِ عالم ختم کر بیٹھا ہے۔ مسئلہ یہ ہے آج کے دور میں کیا ہے؟ آج کے دور میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آج کا دور تو ایسا فرسٹریشن کا دور ہے کہ there are three causes of denial of God. مسئلہ یہ ہے کہ ہم خدا نہیں مانتے۔ چلو جی نہ مانو۔ مگر یہ کیا کہ خدا نہ مان کر تم یہ دباؤ کیوں ڈال رہے ہو کہ تم بھی نہ مانو؟ تم بھی نہ مانو کا کیا مطلب ہے؟ ساڑھے سات سو برس آپ کے ہمسائے سپین پہ حکومت کی' ساڑھے سات سو برس۔ یہ ساری جنگ پتا ہے کیوں شروع ہوئی تھی؟ اسمِ نامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ شروع ہوئی تھی۔ ایک حاجیوں کا جہاز گزر رہا تھا۔ ان حاجیوں میں ایک بوڑھی خاتون تھی۔ راڈرک بڑا غلط قسم کا حکمران تھا۔ اس پہ پہلے بھی اِس قسم کے الزامات لگے تھے۔ He attacked that ship اس جہاز پہ ایک خاتون بھی سوار تھی۔ اُس خاتون تک وہ پہنچے تو اُس نے پکار کر کہا ''وامحمدا'' کہ کوئی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہماری عرض پہنچا دے۔ راڈرک نے پتا ہنس کے کیا کہا؟ آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کیا اس کا خدا بھی تمہیں میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا۔ that's why Tariq Bin Ziad seized the shores of Andalusia. پھر اُس کے بعد اِس جملے کی سزا ساڑھے سات سو برس کی غلامی تھی۔ انہوں نے دل سے کہی۔ اللہ نے سنی۔ محبتوں والے لوگ اُٹھے اور انہوں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کا یہ بدلہ لیا۔ یہ بدلہ نہیں ہے کہ تم سرے سے آگ لگاؤ ٹائر جلاؤ۔ مگر یہ کہ تم اپنے آپ کو اخلاقاً، ذہناً اتنا مضبوط کرو کہ دنیا تمہاری بات سنے۔ ساری دنیا تو نہیں جرم کرتی۔ اگر اُن میں سے کسی ایک نے کیا ہے تو تم ہی اتنے کم از کم وضع دار ہو جاؤ کہ پوری دنیا آپ کا احترام کرے۔ ایک پاکستانی ہونے کے ناطے سے نہیں بلکہ ایک مسلمان ہونے کے اعتبار سے آپ کا احترام کرے۔ کون مسلمان قتل کرتا پھرتا ہے؟ آپ مجھے بتاؤ کس مسلمان کو حکم ہے کہ قتل کرو؟ اُسامہ بن زید نے تلوار اٹھائی' کافر کسمسایا' موت اُسے قریب نظر آئی' اس نے کہا ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ'' مگر تلوار رستہ گھٹا بیٹھی تھی۔ اب روکی نہیں جا سکتی تھی۔ all other muslims went to Prophet and reported the incident. کہ مسلمانوں کے سپہ سالار نے ایسے کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں اُسامہ کے اِس فعل سے بری ہوں۔ اتنا صدمہ ہوا کہ he repeated this word again and

اے اللہ میں اُسامہ کے اس فعل سے بری ہوں۔اے اللہ میں اُسامہ کے اِس فعل سے again. بری ہوں۔حضرت اُسامہ کہتے ہیں کہ اگرچہ میرا قصور نہ تھا' جب حضور ﷺ یہ کہتے تھے میرا دل چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اِس میں سما جاؤں۔مجھ سے تاسفِ رسول ﷺ دیکھا نہیں جاتا تھا۔پھر انہوں نے کوشش کی یارسول اللہ ﷺ اس نے خوف سے پڑھا۔حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کے دیکھا تھا؟

ہمیں قانون دیے کس نے جنگ کے؟ پہلے تو کوئی قانون ایگزیسٹ نہیں کرتے تھے۔ جنگ کے قانون محمد رسول اللہ ﷺ نے دیے ہیں۔کسی بچے کو نہیں مارنا' کسی بوڑھے کو' کسی عورت کو نہیں مارنا' کسی پھل والے درخت کو نہیں کاٹنا' کسی رزق والی فصل کو نہیں اجاڑنا۔اب پوچھو لڑنا کس سے ہے یارسول اللہ ﷺ؟ صرف اُس سے جو تم پہ تلوار اٹھائے اور تمہیں مارنے کے درپے ہو۔مسلمان سے زیادہ محبت والی تو قوم ہی کوئی نہیں ہے۔محبت و نرمی تو مسلمانوں کے سوا کسی قوم کے پاس ہے ہی نہیں۔ساڑھے سات سو برس سپین پہ جا کے حکومت کی اور ایک بھی ایسی وٹنس نہیں ہے کہ مسلمانوں نے کسی ایک بھی کرسچن کو مسلمان کیا ہو۔مگر ساڑھے سات سو برس کے بعد حکومت فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابیلا کے ہاتھ آئی اور inquisition قائم ہوئی تو جہاں ایک کرسچن مسلمان نہیں ہوا تھا وہاں انہوں نے ایک بھی مسلمان زندہ نہیں چھوڑا۔اِس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں۔that's history اگر یقین نہیں ہے تو جا کے دیکھ آؤ۔دو چار مسلمان ڈھونڈ لو سپین میں جا کے۔انڈیا میں گھسے تو ساٹھ لاکھ مسلمان ہو گئے۔فرق یہ ہے کہ جرنیلوں کے پیچھے خدا کے بندے انڈیا میں جب آئے تو آپ کے بادشاہ بھی اتنے متقی تھے کہ

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

سلطان شمس الدین التمش خواجہ بختیار کاکیؒ کے مرید تھے۔خواجہ بختیار کاکیؒ جب فوت ہونے لگے تو خواجہ نے وصیت کی کہ میری نماز وہ پڑھائے جس نے زندگی بھر تہجد نہ چھوڑی ہو اور جس نے کسی غیر محرم پہ نظر نہ ڈالی ہو۔سارا میدان کھڑے کا کھڑا رہ گیا' بڑے بڑے علماء و اولیا سکتے میں رہ گئے۔روتا ہوا بادشاہ آگے نکلا اور مشہور جملہ بولا ''امروز مرا پیشِ خلق رسوا کردہ ای'' کہ اے حضرت آپ نے میری خوبیوں کو خلق کے سامنے رسوا کر دیا۔وہ تو یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ان کی خوبیاں بھی کبھی اکتشاف تک پہنچیں۔

خواتین و حضرات! آج کے بہت بڑے مسائل ہیں۔ why are they against God? This is the main question; why should a man be against God? میں بھی کہتا ہوں خدا نہ ہوتا تو میں بھی آزاد ہوتا۔ everybody could be free مگر کس نے وجودِ خداوند کی تحقیق کی؟ دیکھیں بڑا اکیڈیمک سا سوال ہے all my life I have been searching those scholars from west کہ جنہوں نے خدا کو ڈھونڈا۔ کسی نے بھی یہ ریسرچ نہیں کی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ میرے دو چار دوست تھے۔ ان میں ایک امریکن تھا۔ تو اُس نے مجھے کہا کہ Professor I have searched God for fourteen long years how it is that you found Him, I didn't? میں نے اُسے کہا پروفیسر it`s only a difference of sense of priorities, anybody who like to find God he should take care that Allah is the only top priority. بھلا بیوی کو حاصل کرنے کے بعد خدا ڈھونڈو گے؟ چھ بچے پیدا کرنے کے بعد؟ خمِ دنیا کی نذر کر کے پھر خمِ جاناں طلب کرو گے۔ نیک بختو اپنی priorities تو درست کرو۔ if you can not give your best life to God's thought. درمیانی دے دو۔ یہ تو نہیں ہے ناں sans a taste sans a theeth sans eyes sans everything جب ہر چیز ختم ہو گئی بوڑھے میاں لوٹا سنبھال کے مُصلّے کو ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔ بھلا یہ عمر ہے خدا کو جانے کی؟ آپ نے تو ہندوانہ فلسفہ پہ زندگی استوار کر رکھی ہے۔ ایک بڑا مشہور ہندوانہ فلسفہ ہے۔ وہ چار لائف پیٹرنز میں لائف تقسیم کرتے تھے۔ ان میں سے ایک تھا بھرم چری آشرم۔ اس میں پچیس سال کا عرصہ تھا۔ بھرم چری آشرم میں لڑکا پیدا ہوتا' جوان ہوتا سائیکل چلانا سیکھ لیتا، کھانا پکانے کی سکل سیکھ لیتا۔ پھر اگلے پچیس برس گھرست آشرم کے تھے۔ گھرست آشرم میں شادی کرتا بچے پالتا اِدھر اُدھر ڈیوٹیاں کرتا تھا۔ اس سے اگلے پچیس برس گھرب آشرم کے تھے۔ اب طاقت کی تلاش ہے۔ سیاست میں جاؤ۔ لڑو مرو۔ حکومتی عہدوں پہ جاؤ۔ چیف سیکریٹری بننے کے لیے دس بندے مار دیتے ہیں۔ یہ گھرب آشرم ہے جس میں چیزیں آپ کی گرفت میں آجاتی ہیں۔

جب یہ چیزیں پوری ہو جائیں اب ہے رشی منی آشرم' اب خدا کی تلاش میں نکلو اور جا کے کسی درخت کے سائے میں بیٹھو اور نروان حاصل کرو اور رشیوں کی داستانیں لکھو۔ یہ کتنے سال بنتے ہیں؟ سو اب دیکھو جس زمانے میں عمر ہی پچپن سال رہ گئی ہو تو اب آپ کیا کرو گے؟ یہ کانسپٹ آف گاڈ نہیں ہے۔ یہ انسانی معاشرے کا کانسپٹ ہے۔ اللہ تو کہتا ہے اُٹھے ہو کھڑے ہو، proper چلنا سیکھ لیا ہے، عقل استعمال میں آ رہی ہے، شرع لاگو ہو گئی ہے، اب اپنے اللہ کا سوچو۔ ہم محبتِ انسان کا سوچتے ہیں۔ خدا کا سوچو، ایمان کا سوچو، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوچو۔ علم حاصل کرو۔ کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ" اے اللہ مجھے بچا اُس علم سے جس میں نفع نہ ہو۔ اللہ کیا کہتا ہے "قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" {طٰہٰ:114} اے اللہ مجھے علم عطا فرما۔ فرمایا "اطلبوا العلم ولو کان بِالصّین" یہ دوری ہے تمہیں صحرائے گوبی پانچ ہزار میل دور عبور کرنا پڑے، سات سات ہزار سالوں کے رستوں کی مشقتیں اٹھانی پڑیں۔ جاؤ، علم کے لیے جاؤ۔ مگر خواتین و حضرات علم تو سارا اِدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔ پھر یہ کون سا علم تھا جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی؟ ہمارے لیے ایک نقطۂ فکر ہے کہ علم تو سارا مدینے میں تھا' یہ علم کہاں جا رہا تھا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز علم ہے۔ دنیا میں ہر صنعت و حرفت علم ہے۔ کہیں نہ کہیں کمالِ فنِ فطرت علم ہے اور جہاں سے ایک ذرہ بھی ملے امانتِ مسلم ہے' میراثِ مسلم ہے۔ فرمایا علم کے لیے لالچ کرنا' علم کو جہاں سے بھی ملے اُٹھا لینا۔ ہر چیز خدا کو جاتی ہے۔ ہر چیز کی شناخت اللہ کو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ایک جگہ اپنے بندوں کی تعریف میں کہتا ہے کہ اللہ میاں کو کون سے بندے سب سے زیادہ پسند ہیں تو اس نے کوئی تہجد کا نام نہیں لیا اُس نے کوئی نماز کا نام نہیں لیا۔ یہ تو فرائض ہیں چھوٹے چھوٹے۔ اس نے کہا "اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" {آل عمران:191} مسلمان تو وہ ہے جو کھڑا بیٹھا کروٹیں بدلتا ہوا اللہ کے حضور سوچ کرتا ہے فکر کرتا ہے۔ اسے سب سے بڑی فکر یہ ہوتی ہے کہ اللہ کس چیز سے راضی ہوتا ہے۔ اب ایک certificate پڑھا ہوا ہے جو اللہ نے ایشو کیا ہوا ہے۔ جب سے انسانی معاشرہ قائم ہوا اور قیامت تک یہ certificate دوبارہ ایشو نہیں ہوگا: "رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ" {توبہ:100} ہاں ایک بات ہے کہ بندگیٔ پروردگار اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید میں صحابہؓ

کے کردار میں وہ رستہ ضرور موجود ہے جس سے اس ٹائٹل تک آپ کی بھی رسائی ہو سکتی ہے۔ کہیں سے اللہ ایک اور لسٹ مرتب کرلے۔ اُس میں آپ کا بھی نام آ جائے کہ یہ بھی لوگ اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ ان سے بھی راضی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ لسٹ بنے گی، کیونکہ ایک دفعہ اصحابؓ نے پوچھا یا رسول اللہ پیچھے آنے والوں کا تو حشر برا ہونا ہے۔ فرمایا نہیں۔ آپ ﷺ اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ صحابہؓ پریشان ہو گئے۔ ان کو تو اتنی محبت تھی۔ میں ان کی کیا بات کروں، میں نے آئیرین فلاسی کا ایک بیان سنا تو میری بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جب ان سے پوچھا گیا ناں did you know anything about Prophet pbuh? He said no, I didn't consider him much but when I turned I started reading then became a Muslim and now I can say اب میرا ایک ویو ہے کہ اگر میرے رسول ﷺ کی حرمت پہ ایک ذرہ بھی آئے اُس سے پہلے میرے جسم کا سارا خون بہ جائے۔ دیکھو نو مسلم ہے، اُس نے بالکل سپرٹ آف اسلام میں جا کے بات کی۔ بھئی اس قسم کے کام مسلمانوں میں کوئی نہیں کرتا کہ بے دریغ قتل کرے۔ یہ فعل اس حدیث کے مطابق ہے کہ آخری زمانے کے مقتول کو تو یہ بھی نہیں پتا ہو گا کہ بیچارہ قتل کیوں ہو رہا ہے۔ ہمارے رسول ﷺ کے اقوال کی صداقتیں جتنی اِس دورانِ عصر میں سامنے آئی ہیں، اور جتنی احادیث اس زمانے میں پوری ہوئی ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔

خواتین و حضرات! exactly this is the situation انسان کیوں اللہ کے خلاف ہے؟ صرف اس کا تکبر اُس کی انا اس کی اجازت نہیں دیتی۔ they don`t like to be created, they hate to be created. اُن کو شرم آتی ہے۔ وہ خوف سے پاگل ہو جاتے ہیں۔ Creator کا دباؤ تو چلے گا۔ اگر یہ اُس Creator کو مان لیں تو پھر اس کے اصول چلیں گے۔ پھر انسان آزاد تو نہیں رہتا۔ مجھے اپنے Creator کی بات ماننی ہے، میں آزاد نہیں ہوں۔ that`s one of the main reason انسان تکبراتِ ذات میں اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ بندگی میں نہیں شریک ہونا چاہتا۔ اُدھر ہمارا ایک شاعر بڑے طنطنے سے کہتا ہے

قامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

مشرق میں بندگی کے عاشقوں کا یہ حال ہے۔ یہ (اہلِ یورپ) بندہ نہیں بننا چاہتے۔ ان کا جوش و خروشِ ذات اتنا! ان کی بغاوت اتنی! ان کی انا اتنی! بھئی اتنا علم تم نے کہاں سے سیکھا ہے؟ اتنے عالم کہاں سے ہو گئے ہو؟

خواتین و حضرات ایک بات بتاؤں ذرا اس پہ غور کرنا پھر سوچنا کہ علم میں کون آگے ہے؟ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال پوچھا "اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا" کہ خدا کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا اس پوری کائنات کی تخلیق سے پہلے؟ آپ کو پتا ہے تخلیق کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ بِگ بینگ سے۔ اس کے بعد بادلوں کا جمنا huge, radiational clouds ان میں پانی تھا۔ پھر سارا کچھ جم گیا اور ہولے ہولے یہ گلیکسیز وجود میں آئیں۔ اس hugeness کو imagine تو نہیں کیا جا سکتا جو بگ بینگ کے بعد وجود میں آئی۔ مگر یہاں سوال کیا جا رہا ہے "این کان ربنا یخلق الخلق" کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق سے پہلے ہمارا رب کیا کر رہا تھا؟ فرمایا وہ بادلوں میں تھا۔ "تحته هواء و مافوقه هواء" اس کے اُوپر بھی ہوائیں تھیں اُس کے نیچے بھی ہوائیں تھیں۔ go to any specialist of cosmology اُس سے ذرا پوچھو تو سہی بگ بینگ سے پہلے کیا تھا؟ تخلیقِ کائنات سے پہلے کیا تھا؟ پھر داد دینا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔

عرب کا حال کیا تھا؟ ایک مختصر سا جملہ ایک انگریز مورخ نے ہی لکھا ہے عرب کے حالات پہ کہ all Arabs were against all Arabs اُس نے پورے عرب کی حالت کو ایک جملے میں مختصر کر دیا کہ قتل و غارت کے سوا سوچتے ہی کچھ نہیں تھے۔ تکبر و انا کا یہ عالم تھا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں چھوٹا موٹا مردود نہیں کھڑا کیا گیا۔ وہ ایک ایسا مردود تھا جس کی انائے صغیر درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ جب معاذؓ و معوذؓ اُس کے سینے پہ بیٹھے تو اُس نے پہلا سوال یہ کیا who are you? which tribe you are? اُنہوں نے کہا ہم انصار سے ہیں۔ تو اُس نے کہا کہ عرب کا سردار قریش کا سردار اب چرواہوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا؟ اتنا مغرور تھا۔ یہ نہیں کہا کہ جان بخشی کر دو۔ پھر کہنے لگا میری گردن ذرا نیچے سے کاٹنا کہ جب نیزے پہ چڑھے تو سردارِ قریش کا سر لگے۔ آپ کا خیال ہے کہ بلائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم تھی؟ آپ کا کیا

خیال ہے کہ اُن کو بڑے نرم خولوگ ملے تھے؟ ایسے بدسرشت ملے تھے کہ زمانہ ان کی مثال بن گیا ہے۔ اتنے ٹاپ کے متکبر اور egoist ملے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ نے جدو جہد شروع کی تھی۔

یہ main reason ہے آج کا انسان غلام اور بندہ نہیں بننا چاہتا۔ ایک اور بات سنو۔ بہت بڑے فلاسفر نے امریکہ سے لکھا ہم اللہ کو مان سکتے ہیں، بڑی خوشگوار تبدیلی آ گئی۔ یہ کیا؟ اُس نے لکھا ہم یورپی لوگ اللہ کو مان سکتے ہیں۔ اچھا جی ہم negotiate کرتے ہیں، اگر اللہ کی طرف سے negotiate کیا جائے اور ہم پوچھیں کیسے مانو گے؟ اگر اللہ یہ ہماری ساری مستیاں قبول کر لے تو ہم اللہ مان لیں گے۔ یہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں ناں یہ اللہ قبول کر لے lesbianism قبول کر لے guyism قبول کر لے ہماری ہر وہ واہیات حرکت جو ہم نے لبرٹیز کے نام سے کی ہے قبول کر لے تو ہم اللہ کو مان لیں گے۔ ایک دفعہ امریکہ کے پُل سے گزرتے ہوئے سٹیچو آف لبرٹی دیکھ کے مجھے بہت ہنسی آئی۔ میں نے کہا اللہ تو بھی باز نہیں آتا اِس زمانے میں بھی ایک بُت کھڑا کیا ہوا ہے چاہے visitor بُت ہو۔ this is the first and four more reason جس طرح ڈاکٹر آئن سٹائن نے لکھا ہے کہ nobody wants to read the Quran in Europe for the fear he may not get convert. کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ جب ڈاکن سے پوچھا گیا have you read the Quran? He said I have not read the Quran. جب رسل سے 1947ء میں پوچھا گیا have you read the Quran? He said why should I read the Quran all the gospel truth is alike. آپ نے دیکھا خدا کی presentation کا ڈاکومنٹ جس کے بغیر خدا سمجھ ہی نہیں آتا، جس کے بغیر خدا کی مرضی نہیں سمجھ آتی، نہ اشارہ نہ کنایہ۔ آپ اس کتاب کو پڑھے بغیر ہی اعتراض کرتے ہو؟ اگر کوئی یقین رکھتا ہے، اگر کوئی ماننا ہے بات کو تو پڑھو ناں I am here کتنی مرتبہ کتاب میں لکھ چکا ہوں I will be obliged to you I will be thankful to you. اگر تم خدا کے قرآن کی ایک آیت کو توڑ کے دکھا دو۔ یہ ہمارا حق ہے کہ میں پڑھنے والا بنوں۔ ہوسکتا ہے میں کم علم ہوں۔ میں کچھ اور لوگوں سے مدد لوں گا میں قرآن

کے فہم میں مدد لوں گا۔
ایک دفعہ ایک امریکن پروفیسر تھا مجھے ملنے آیا۔ پی ایچ ڈی تھا۔ وہ کوئی کتاب لکھ رہا تھا۔ وہ کہنے لگا I have a question probably you may not be able to answer. میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے ہم سب لوگ انسان ہیں کہیں نہ کہیں کمی بیشی تو ہو جاتی ہے۔ تو اُس نے کہا I went to Hindus اُن کا جولائف سائیکل ہے وہ eighteen thousand years کا ہے۔ then I went to Christians انہوں نے مجھے بتایا کہ universal cycle آٹھ ہزار ہے۔ قرآن کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا قرآن اس قسم کی کوئی بات نہیں کہتا مگر میں تمہیں قرآن کی آیت سنا دیتا ہوں، میں اس کی translation بتا دیتا ہوں، and it's up to you to guess کہ قرآن کیا کہتا ہے۔ تو میں نے اُسے آیت سنا دی" أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا" how dare you to deny me? ''أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" in the begging earth and heaven were one mass then I tore them apart. I created all life out of water. غور کے بعد کہتا isn`t it big bang? isn`t it big bang? میں نے کہا افسوس کی بات ہے کہ یہ آیت اگر تمام مدرسہ ہائے مذہب کو سناؤں تو nobody will say it`s big bang تم نے سائنس پڑھی تھی تمہیں فوراً پتا لگ گیا کہ یہ بگ بینگ ہے۔ تمہیں پتا لگ گیا ہے کہ سائنس اپنی حکمت سے اس نتیجے تک پہنچ چکی ہے اور خدا کے ساتھ agree کر گئی ہے کہ تمام زندگی پانی سے پیدا ہوئی۔ science has no match with religion frankly telling you. اس کی کوئی height آئی ہی نہیں ہے۔ اور خدا کی پتا کیا height ہے؟ وہ کہتا ہے تم سمجھتے ہو تم میری حدودِ فکر سے آگے نکل جاؤ گے؟ تم سمجھتے ہو کہ کہکشاؤں پہ پہنچ کے تم خدا سے آگے نکل جاؤ گے؟ تم میں سے کوئی شخص بھی اس کائنات سے نکل نہیں سکتا؟ ''إِلَّا بِسُلْطَانٍ" ایک آدمی گزر گیا۔ معراج کی شب ایک فردِ واحد تھا جو سارے آسمانوں سے آگے گزر کے اپنے مالک کے آگے پیش ہوا۔ تم نہیں گزر سکتے تمہارے پاس سلطان نہیں ہے۔ تمہارے پاس خدا خود نہیں ہے۔ یہ خدا ہی آگے لے جاتا ہے۔ خدا ہی نیچے

اتارتا ہے۔

خواتین وحضرات! you must remember at any cost کہ کم علم دلیلوں کے فقدان میں آ جاتا ہے۔ کم علم قرآن پہ اعتراض کرتا ہے، حدیث پہ اعتراض کرے گا۔ یہ جو کہتے ہیں حدیث ناقص ہے حدیث ناخالص ہے، محمد بن اسماعیل البخاریؒ صحیح نہیں ہے اور یہ کہ امام حجاج بن مسلمؒ بھی ناقص ہیں۔ اِن سے پوچھو کہ خدا کی کتاب کا واحد اعتبار کس چیز پہ قائم ہے؟ ایک لفظ نکلتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ مبارک سے وہ فرماتے ہیں یہ قرآن ہے۔ ایک لفظ نکلتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے اور کہتے ہیں یہ حدیث ہے۔ اور کوئی ثبوت ہے قرآن کا؟ زمان ومکاں میں ثبوت نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس صادق اور امین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ لفظِ قرآن ہے اور یہ میرا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

سوالات و جوابات

سوال: سر عظیم لوگ پیدا ہوتے ہیں یا بنتے ہیں؟

جواب: یہ یاد رکھنا عظیم لوگ پیدا ہوتے ہیں نہ مرتے ہیں۔ یہ معاشرہ ہے جو اِن کو اٹھاتا ہے۔ وہ معاشرہ پتا ہے کن لوگوں پہ مشتمل ہوتا ہے؟ غریب لوگوں کا it`s written and recorded statement of all the social philosopher of the world that adversity is the cradle of all greatness. سوا گر کوئی امیر ہے تو غریب ہو جائے۔ اب یہ تو نہیں ہوگا۔ بس یوں سمجھ لو کہ عادتِ غریبانہ رکھ لو تو آپ عظیم تر ہو جاؤ گے۔

سوال: معاشرے میں بڑھتی ہوئی عدمِ برداشت کی کیا وجوہات ہیں اور ان کا تدارک کیا ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! معاشرے تو جتنے بھی سوسائٹیز میں گزرے one rule is very common مگر میں تھوڑا سا آپ کو خدا کا قانون بتا دیتا ہوں" وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا " {القصص:58} ہم کسی قوم کو سزا نہیں دیتے جب تک کہ وہ معیشت پر اِترا نہیں رہی ہوتی۔ اوپر سے یہ اصول ہے کہ ہم اس قوم کو نہیں تباہ کرتے جب تک وہ معیشت پہ اِترا نہیں رہی ہوتی۔ یہی رُول ہے جب موسیٰؑ کو بھیجا ''ہم تمہیں قومِ عالین کی طرف بھیجتے ہیں۔'' جب معیشت پہ اِترا رہی ہو، کثرت پہ ناز کر رہی ہو تو ان سے بڑے بڑے تکبرات کا ظہور ضرور ہوتا ہے۔ جب تکبرات کا ظہور ہونے لگے تو پھر اللہ نہیں چھوڑتا۔ اب آپ دیکھو آج کل کس کی معیشت طاقتور ہے؟ یورپ اور امریکہ کو کتنا غرور تھا۔ اس وقت امریکہ چائینہ کا سترہ ٹریلین ڈالر کا مقروض ہے۔ اندازہ کرو کہ پورے یورپ میں اور امریکہ میں دو سو تراسی ملین ڈالر کا سرمایہ ہے اور مشرق میں ٹوٹل 293 million dollars کا سرمایہ ہے۔ اب معیشت دان یہ کہنے پہ مجبور ہیں کہ مشرق دوبارہ امیر ہو رہا ہے۔ اور آگے آنے والے وقتوں میں مَیں بہت گہرے سائے

مغرب کی تہذیب پہ دیکھتا ہوں ?why کیونکہ ان کو خدا کے حکم کے خلاف قانون بنانے کا شوق ہے۔ اللہ آپ کو بچائے۔

سوال: ہوا نظر نہیں آتی مگر محسوس ہوتی ہے، درد نظر نہیں آتا مگر محسوس ہوتا ہے، اللہ بھی نظر نہیں آتا اسے محسوس کیسے کیا جا سکتا ہے؟

جواب: بڑا ہی خوبصورت سوال ہے۔ اللہ خود کہتا ہے کہ میں کیسے محسوس ہوتا ہوں۔ قرآن میں کتنی بار کہتا ہے کہ "أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ" {الرعد:28} وہ تو شاید یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان ہمیں چاہتا ہی نہیں ہے۔ اگر چاہتا ہوتا تو اصولِ محبت تو یاد رکھتا۔ یہ بتاؤ کہ اللہ نے جو اصول دے دیا چاہے کائنات اِدھر سے اُدھر ہو، چاہے آپ ایجادات سے بستیاں آباد کریں۔ کہیں اوپر جا کے ستاروں میں (آبادیاں بنالیں) مگر اس اصول میں کوئی فرق نہیں پڑے گا' جو اس نے دے دیا۔ ہر چیز دوں گا، مال دوں گا، سرمایہ، بلند عمارتیں سب کچھ دے دوں گا، ایک چیز نہیں دوں گا، بس ایک چیز کہ میری یاد کے بغیر تمہیں اطمینانِ قلب نصیب نہیں ہو سکتا۔ نہیں مانتے اللہ کی بات زندگی گزار کے دیکھ لو۔ اگر اللہ پہ یقین ہے اس کی بات پہ یقین ہے تو پھر قرآن کی اس آیت پہ یقین کر کے دیکھ لو۔ "اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ" کہ قرآن کی تلاوت کرو' اوامر و نہی کا پتا چلتا ہے۔ کیا غلط ہے کیا صحیح پتا لگ جائے گا۔ "وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" نماز قائم کرو یہ تمہیں پریکٹیکل گناہ و ثواب میں فرق دے دے گی۔ "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ" مگر ہماری یاد تو بہت بڑی بات ہے' بہت بڑی۔ جب اللہ کسی چیز کو اکبر کہہ رہا ہو تو یقیناً وہ بہت بڑی بات ہوگی۔ تو پھر خدا کو یاد کرو۔ مگر خدا کو یاد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ خوف سے؟ no no' خدا نہیں کہتا کوئی اس سے ڈرے۔ وہ تو یہ کہہ رہا ہے " يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ "{یس:30} اے لوگو مجھے حسرت ہے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ تمہیں عقل و معرفت دے کے ایک ٹاسک دیا تھا: " إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا "{الدھر:03} چاہو تو مجھے مانو چاہے تو میرا انکار کرو۔ وہ تو منتظر بیٹھا ہے کہ ان میں سے کوئی تو پلٹ کے کہے اے پروردگار ہم نے تیرا کام کر دیا۔ ہم نے دیکھا جانا ہم نے کنفرم کیا کہ اے اللہ تو ہی بڑا ہے I get back to tell you کہ تو ہی بڑا ہے تو معزز ہے تو ہی مالک ہے تو رحیم ہے تو ہی کریم ہے تو میری زندگی کا مالک

ہے۔تو خدااور بندے کا جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

مگر یہ محض عباداتِ ظاہرہ سے نہیں ہو سکتا۔ وہ تب بارآور ہوتی ہیں جب فکرِ خدا اور یادِ خدا ساتھ ہو۔ پھر دونوں میں اتصال ہوتا ہے۔ تسبیح سے attitude پیدا ہوتا ہے اور نماز اس کی تصدیق کرتی ہے۔ جب یہ دونوں اکٹھے ہوں گے تو ظاہر و باطن جمع ہو جاتے ہیں۔ طریقت شریعت کی نیت ہے۔ اگر خدا پس منظر میں نہیں ہے' جب محبتِ خدا منزلِ مقصود ہی نہیں ہے تو پھر کر لو جو مرضی کرنا ہے۔ جب تک طریقتِ مذہب نہ قائم ہوگی' جب تک آپ کی شریعت میں حصولِ محبت نہ ہوگا: "لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ "{الِ عمران:92} تم کبھی براءتِ عشقِ پروردگار نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ قربان نہ کر دو جو تمہیں زیادہ عزیز ہے۔ دو چار rules of behabiour ہیں۔ ایک دفعہ ایک نوجوان آ گیا۔ کسی مختلف جان سے اسے محبت ہو گئی تھی۔ کہنے لگا دعا کریں، میں قسم اٹھاتا ہوں رات کو تہجد پڑھا کروں گا۔ میں نے کہا تیرا خدا کا ہے' کا ہے؟ تو اُس لڑکی کے لیے تہجد پڑھ رہا ہے، تو اس تہجد والے کے لیے نہیں نماز پڑھ رہا۔ ہمیں جانچنا ہے ہم کس سے سچے ہیں؟ ہمیں دیکھنا ہے کہ محبتِ خداوند ہمارے بدن میں سرایت کرتی ہے یا نہیں؟ یہ ایسی ویسی بات نہیں۔ اللہ اپنے بندوں سے بے حد و حساب محبت کرتا ہے۔ ہم تو چھوڑ کے جاتے ہیں' اُس نے ہمیں گھیرا ہوا ہے۔

دیکھو ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسا ہے؟ قولِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے میں دیکھتا ہوں کہ لوگ آگ کے گڑھے کے گرد جمع ہیں' میں کمر سے کھینچ کھینچ کے انہیں پیچھے کر رہا ہوں۔ وہ پھر بھی لپک رہے ہیں۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی محبت رکھتے ہیں اتنے ہمدرد ہیں تو اللہ کتنا مہربان ہوگا؟ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں آیا۔ پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں حساب کون لے گا؟ فرمایا اللہ۔ تو وہ بڑا ہنسا اور خوش ہو کے چل دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی اِس بدو کو بلائے' یہ ہنسا کیوں؟ ایسی کیا بات ہو گئی؟ اسے تو ڈرنا چاہیے تھا۔ تو پوچھا تو ہنسا کیوں؟ تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں پتا ہے کہ جب دنیا میں کوئی عالی ظرف حساب لیتا ہے تو بڑے کرم اور بخشش سے لیتا ہے۔ تو خدا سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا' جب خدا حساب لے گا تو سب کو بخش دے گا۔ حدیثِ قدسی ہے اے آدم زاد تو زمین بھر کے لا میرے پاس گناہ کی میں آسمان بھر کے

لاؤں گا رحمت کا۔ اُس خدا کا ٹھیکیدار کون ہو سکتا ہے؟ شرم آنی چاہیے اس کی طرف سے عذاب کی لِسٹ ایشو کرتے ہوئے۔ تم تو محبت سے آؤ۔ محبت کرو محبت بانٹو۔ کیا کہتا ہے خدا اپنے پیغمبر سے؟ کہتا ہے میرے اپنے بندوں سے کہہ کہ تم نے بڑا اسراف کیا۔ اپنی قوتوں کو فضول خرچ کرتے رہے، تم نے بڑے گناہ کیے لیکن دیکھو ایک بڑا گناہ نہ کرنا' یہ کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارا خدا تمہارے سارے گناہ بخش دے گا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک ایک طوائف کی چھت کے نیچے کھڑے رہتے تھے۔ ایسی محبت تھی نہ کم ہونے میں آتی تھی نہ بڑھنے میں آتی تھی۔ ایک دفعہ ساری رات کھڑے رہے۔ کھڑے کھڑے اذان ہوئی پھر خدا نے آواز دی اے ابنِ مبارک حیرت ہے طوائف کے لیے تو ساری رات کھڑا رہا' دو رکعت فجر کی نماز نہیں پڑھ سکتا؟ ایسی حالت بدلی کہ بعد میں مصدقہ ہر فرقہ میں بڑے امام بنے۔ کبھی کسی نے ان پہ انگلی نہیں اٹھائی۔ ایسے بڑے مسلمان ہوئے۔ کچھ نہ کچھ تو نسبت چاہیے، کچھ نہ کچھ تو خلوص چاہیے۔ اور کہہ دے اللہ میاں آدھا گھنٹہ تجھے یاد کروں گا۔ سچی بات ہے ہم بھی یاد کرتے ہیں۔ پچاس سال سے اسے یاد کر رہا ہوں۔ میں وہ گنا نہیں سکتا جو اس کی طرف سے مجھے ملا۔ Plotinus of Egypt کی ایک بات مجھے بڑی مزے کی لگتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''جتنا مرضی فلسفہ استعمال کر لو جتنی لمبی داستان لکھ لو ہم جو بھی لفظ استعمال کریں گے خدا کو محدود کریں گے' جو بھی لفظ اس کی تعریف میں استعمال کریں گے' خدا کی پوری تعریف بیان نہیں ہو سکے گی۔ وہ خدا کو محدود ہی کرے گی۔'' یاد کرو وہ جملہ جو ایک بدو نے ادا کیا تھا جس سے آسمان لرز گیا تھا۔ فرشتے جھکے پڑے تھے۔ جب وہ آیا ناں جلدی سے گزرنے لگا تو اُس نے ایک جملہ کہا ''الحمدُ لِلّٰہِ حمدًا کثیرًا طیّبًا مُبارکًا فِیہ'' وہ تو اپنی موج میں نکل گیا۔ مگر پیچھے رولا پڑ گیا۔ کیا لینگویج استعمال کی' کیا حروف تھے کیا خوبصورت تلفظ تھا اور الفاظ کی کیا خوبصورت ادائے نشست و برخاست تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو فرشتے گرے پڑتے ہیں۔ of the book ہو گیا ناں۔ ایک نے ثواب لکھا دس۔ دوسرے نے لکھا ساٹھ ستر۔ یہ جملہ تو فرشتے گرے پڑتے ہیں کہ اس کا ثواب کیا لکھیں؟ جب اس کی محبت میں جاؤ گے تو ایسے کئی لفظ نکلیں گے۔ فصاحت آ جائے گی۔ زبان کھل جائے گی۔ دیکھو جب آدمی سوچنا بند کرتا ہے تو وہ

ایک بُت تخلیق کرتا ہے۔ وہ ایک بُت خانے میں جا بستا ہے۔ مگر خدا کے ساتھ سوچتے رہو گے تو یہ بُت تخلیق نہیں ہوگا۔ مشرق و مغرب کے حصار توڑ کے نکلو گے۔ اللہ کی بڑی باتیں ہیں، بڑی واضح ہدایت دے گا" وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ" {الِ عمران:139} تم ہی ربِ کعبہ کی قسم غالب ہوا گر تم ایمان والے ہو۔ ہم نے تو تھوڑا سا ثبوت دینا ہوتا ہے۔ ہم نے کون سے بڑے بڑے وعدے ڈکلیئر کرنے ہیں کہ ہم فلاں ہیں۔ شیخ عبدالقادرؒ نہ بنو۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ تم نے ولی کا سوچا تو عبدالقادرؒ کا سوچا۔ تم نے ولی کا سوچا تو علی بن عثمان ہجویریؒ کا سوچا۔ تم نے جنیدؒ کا سوچا۔ ایسا مت کرو۔ پہلا قدم رکھو، پہلا۔ پہلا قدم رکھو گے تو تم چلے گئے ولایت میں، چاہے تم نے کچھ کیا نہ کیا۔ خدا کی یاد میں داخل ہوتے ہی وہ سارے ثمر آور درخت بار آور ہو جاتے ہیں جو تمہارے نصیب میں خشکی کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اللہ آپ کو توفیق دے۔

ڈاکٹر جلیل خواجہ: میں اپنی رائے سے دستبردار ہوتا ہوں جو میں نے کہا تھا کہ میرے استادِ محترم ابھی تفصیلی جواب نہیں دیتے۔ (ہال میں فلک شگاف قہقہہ)

پروفیسر احمد رفیق اختر: یار بات سنو ....

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

کبھی شاعر بھی کہتا ہے۔ تو جب اس کا ذکر ہو تو پھر زبان نہیں رہتی۔ کسی اور کا ذکر ہوتا تو میں کب کا بساط لپیٹ کے چلا گیا ہوتا۔

سوال: کیا لازمی ہے کہ اپنی اصلاح اور بہتری کے لیے نیگیٹیو لوگوں کے حوالے دیے جائیں؟ references of internal or external negativity or negative personalities? جیسے آپ نے ابنِ مبارک کا حوالہ دیا۔

ڈاکٹر جلیل خواجہ: basically جو آپ نیگیٹیو حوالے دیتے ہیں اس کے متعلق آغاز میں مَیں نے پروفیسر صاحب سے سنا تھا کہ نیکی اور بدی بذاتِ خود کچھ نہیں ہے، کچھ بھی نہیں۔ یہ سیلف کی learning کے ٹیکنیکل dead ends ہیں۔ اور اگر آپ ایک نیکی کرتے جاتے ہیں اور کبھی آپ سے خطا نہیں ہوتی تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو اللہ نے آپ کو بچا لیا کیونکہ انبیاء

معصوم ہیں ان کو ایسے کسی امتحان میں نہیں ڈالا جاتا۔لیکن ہم لوگ اگر غلطی نہیں کرتے تو بعض اوقات نامناسب وقت پہ جا کے نامناسب غلطی کرتے ہیں' کچھ غلطیاں لرننگ ہوتی ہیں۔کبھی آپ نے جھوٹ بول دیا۔آپ کو غصہ آگیا۔کوئی آپ سے چھوٹی موٹی خیانت ہوگئی۔کوئی نظر کی کوئی خیال کی خطا ہوگئی۔لیکن جب آپ واپس پلٹتے ہیں تو آپ analyze کرتے ہیں کہ وہ کیا ماحول تھا جس نے مجھے اِس غلطی کی طرف پہنچایا تو definitely نیگیٹیو کے حوالے لرننگ کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔As long as آپ اس پہ قیام نہ کریں۔اگر ایک خطائے صغیرہ کر کے آپ خود پہ مُصر ہیں تو وہ کبیرہ بن جاتی ہے اور اگر خطائے کبیرہ سے آپ learn کر کے واپس پلٹ آئے تو وہ صغیرہ بن جاتی ہے۔تو اس راہ میں گناہ ہے اگر قیام کریں گے تو چھوٹی سی غلطی بھی کبیرہ بن سکتی ہے۔ایک چھوٹی سی مثال آپ کو جلدی سے دے دیتا ہوں اگر آپ کسی منزل پہ جا رہے ہیں' اگر آپ یوں یوں چلیں جائیں تو پہنچ جائیں گے خواہ آپ بڑی غلطیاں کر لیں۔ ایک بات یاد رکھیئے اصحابِ رسول ﷺ پلٹ آتے تھے فوراً غلطی کرنے کے بعد۔

سوال: Sir can you share your point of view about current political situation all over the world including Syria, Israel and Pakistan?

جواب: میری تو رائے وہی ہے جو اللہ اور رسول ﷺ اِس کے بارے میں کہہ چکے ہیں۔میں تو انہیں سے استنباط کرتا ہوں۔میرے اپنے اندازے کے مطابق twelve to fifteen years are left in the biggest trauma which everybody would has to face. جو آپ کو نظر آ رہا ہے اسرائیل کے رستے میں جو resistances تھیں وہ کلیئر اَپ ہو رہی ہیں۔اس ساری انارکی کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔مصر مزاحمت کر رہا تھا اسے لپیٹا گیا۔عراق کر رہا تھا اس کو تباہ کیا۔شام کر رہا تھا اسے تباہی کے دہانے پہ پہنچا دیا گیا۔بہر حال اب وہاں کوئی centre of integrity نہیں رہا۔مگر اتفاق سے وہ حکمتِ الٰہیہ کو بہت کم سمجھتے ہیں۔یہ کوئی ڈرامہ آج کا نہیں ہے بہت پرانا ہے۔شیطان اپنی حکمت کرتا ہے۔پھر خدا کہتا ہے: "وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ" {سورۃ آل

عمران: 54} ظاہر ہے سب کچھ اسی کا ہے۔اس کی تدبیر کے آگے کس کی چلتی ہے؟ 1919ء میں Balfour declaration سائن ہوا اور یہود کو آباد کرنے کے لیے بہت بڑا منصوبہ بنایا جارہا تھا ۔لوگوں کی ساری توجہ اِدھر تھی' یہودی ریاست کا بننا اور عرب کا برباد کرنا basically it was planned to control the entire Arabian peninsula. دوسری طرف ایک منصوبہ بن رہا تھا۔ اُدھر کسی کی نظر نہیں جاتی ۔ایکٹ آف 1935ء میں انڈیا میں ایک نئی قوم کا وجود بن رہا تھا۔ وہ پاکستان تھا۔ exactly the same pattern ایک مسلم قوم کا وجود پنپ رہا تھا۔ 1919ء کے بالمقابل اگر اُدھر شیطانی خصلت عروج پہ تھی تو اِدھر خدائی حکمت عروج پہ تھی اور پاکستان ایک شریف معزز اور خوبصورت شخص کے ہاتھوں معرضِ وجود میں آیا۔اس کا مقصد کیا تھا؟ کسی نے عمرِ آخر میں محترم قائداعظمؒ سے پوچھا آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں؟ آپ اس کا جواب سن لیں گے تو آپ کا پتا چلے گا کہ ہمارا لیڈر کس قسم کا تھا۔انہوں نے کہا all because of when I go to God He would say me well done Mr. Jinnah میں تو اِس سوال کے لیے ساری محنت کر رہا ہوں جب میں اللہ کے حضور جاؤں تو اللہ میاں اتنی سی بات کہہ دے ویل ڈن مسٹر جناح ۔یقین کریں وہ ہر اچھے مسلمان سے بہتر ایمان رکھتے تھے۔ پاکستان کیوں معرضِ وجود میں آیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ نعیم بن حماد کی حدیث ہے 'کتاب الفتن میں' کہ" اہلِ ہند کے مسلمان پہلے اہلِ ہند کو شکست دیں گے اور اُن کے امراء و رؤسا کو گرفتار کریں گے پھر شام میں مریم کے بیٹے کا ساتھ دیں گے۔" بات تھوڑی راز کی ہے مگر آپ کو سمجھ آجانی چاہیے this is the role of Pakistan in the ultimate end شیطان نے بہت کوششیں کی اور ہمارے سیاست دانوں نے بھی ۔حضرت اقبالؒ نے ایک بات کہی تھی اس کو بھی ہم نے پورا کیا کہ

شیطان کے فرزند ہیں اربابِ سیاست

ہمارے سیاست دان اس بات پہ بالکل ہی اڑ گئے ۔کوئی ایسا سیاست دان بعد میں آیا ہی نہیں۔ مگر خدا پاکستان چلاتا رہا۔ مجھے یہ بتاؤ اس قسم کا بھوکا ننگا ملک کیسے اٹامک پاور بن سکتا ہے؟ کوئی ہے

ریزن how would اُس وقت بھی پاکستان بھوکا تھا۔ ٹکا پاس نہیں تھا۔ اَنا سر منڈائی تھی۔ بتاؤ اُس وقت کیسے یہ ہو سکتا تھا؟ مگر اللہ نے ایسی حکمت کی بنیاد رکھی کہ یہ دنیا میں ساتواں نہیں تیسرا سب سے بڑا اٹامک ملک ہے۔ اس سے ہمارا دفاع منظم ہے۔ اس کا ہتھیار باقی ساری دنیا سے زیادہ تیز تر، موثر اور applicable ہے۔ بندے کو اِس سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ ان کی رپورٹ ہے کہ پاکستان کا فوجی جرنیل دنیا میں نمبر وَن ہے۔ یہ ان کی رپورٹ ہے کہ آئی ایس آئی سب سے بہترین اور اعلیٰ درجے کی انٹیلی جنس سروس ہے۔ ابھی ایک ہفتہ نہیں ہوا کہ دنیا کی 130 ممالک کی افواج کا مقابلہ ہوا۔ یہ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان نمبرون ہے۔ پاکستان ہے کس کا؟ ہم اللہ کے ہیں۔ ہم جو مرضی کریں' ہیں اللہ کے۔ بس ہمیں فکر کرنی چاہیے اپنے مقاصد پر slowly and gradually ہم اپنی destiny کو آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ یہ ہنگامہ ہونا ہی ہونا ہے اور بچنے والے بڑے محدود ہیں۔ میں اپنی زبان سے یا قرآن کی زبان سے نہیں کہہ رہا۔ اگر آپ انجیل کی کتاب کو اُٹھا کر دانیالؑ کا رویا دیکھیں اور جبرائیل امین اُس پہ کھول رہے ہیں list of the rescued people ایک لاکھ تئیس ہزار سے زیادہ نہیں بنتے۔ حضرت دانیالؑ نے کہا آٹھویں سیل کھول۔ جبرائیل امین نے کہا اے آدم زاد یہ نہ کھلوا۔ تو اس وقت زندہ نہیں ہوگا شریفوں میں سوئے گا شریفوں میں اُٹھایا جائے گا مگر یہ لسٹ نہ کھولنا۔ یہ زمانہ آخر کے بچے ہوئے لوگوں کی لسٹ ہے۔ انہوں نے کہا ذرا دیکھ تو سہی۔ ایک لاکھ تئیس ہزار بندے گنے گئے۔ دو گواہ انسانوں کی طرف سے دو ملائکہ کی طرف سے۔ حضرت دانیالؑ نے پوچھا کتنا ٹائم لگے گا؟ جبرائیل امین نے کہا ایک دن اور ایک دن اور آدھا دن' یعنی ڈھائی ہزار سال۔ end پہ پہنچے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کو بخت نصر کا حملہ یاد ہو' یہ بالکل میں آپ کو exact date دے رہا ہوں۔ اگر آپ کو بخت نصر کے حملے کی ڈیٹ یاد ہو تو ہم ڈھائی ہزار سال کی نکڑ پہ آئے ہوئے ہیں۔ حضرت دانیالؑ نے پوچھا اس وقت کا پتا کیسے لگے گا؟ علامتیں کیا ہوں گی؟ جبرائیل امین نے جواب دیا اے پیغمبر تین علامتیں ہوں گی۔ ایک علامت کہ اُجاڑنے والی مکروہ چیزیں نصب کی جائیں گی۔ مزائل لگے ہوئے ہیں ناں' پہلی نشانی یہ ہے کہ اُجاڑنے والی مکروہ چیزیں نصب کی جائیں گی۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ انسان اجرامِ فلکی میں دراندازی کرے گا۔

ستاروں سے چھیڑ چھاڑ کرے گا۔ اور تیسری یہ ہے کہ دائمی قربانی بند ہو جائے گی۔ دائمی قربانی صرف کعبہ میں ہے' صدیوں سے۔ جب دجال خروج کرے گا تو یہ تین آخری علامتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ اگر فرض کرو یمن سے ایک مزائل آ کے حاجیوں کے جہاز کو ہٹ کر دے تو دائمی قربانی بند ہو جائے گی do you understand how close the end is, how close we are? وقت بہت قریب ہے۔ سعودی عرب نے پاکستانی فوجی دستے مانگ لیے ہیں انہوں نے رستہ خالی کیا ہے اللہ نے فوج بھیج دی ہے اور وہ بھی پاکستانی۔ we are honored

سوال: In the meeting and discussion with the westerns intellectuals muslims mostly refer to Quran and Hadith to the individual opinion?

جواب: یہ آپ کا خیال ہے ہم قرآن پہ تب پہنچتے ہیں جب ساری دنیا کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ جب آپ کہیں میں آئن سٹائن کو نہ پڑھا ہو گا میں نے ہاوکنگ کو نہ دیکھا ہو گا مگر فرض کرو میں تمہیں ہاوکنگ کی دو لفظوں میں تم تو تنقید نہیں کرتے میں خدا ئی علم ہے ناں۔ میرے لیے تو نازک سے بندے ہیں۔ ہاوکنگ کہتا ہے there is no God پوچھو کیوں جی؟ ہم تو بیٹھے ہوئے ہیں (کوئی دلیل دو تا کہ) ہمیں بھی آزادی کا پروانہ ملے۔ وہ کہتا ہے because before big bang there was no time, no time so no God. اب سوال ہے چھوٹا سا time creates God or God creates time? پھر آپ کو ہاوکنگ کا سارا جواب سمجھ آ جائے گا۔ مسئلہ تو اس کو سمجھ ہی نہیں آ رہا۔ اُس کو خدا نے بڑی عزت بخشی ہے مگر سوچنا تو یہ ہے کہ تم کہتے ہو ٹائم نہیں تھا اس لیے خدا نہیں تھا۔ کیا مطلب ہے اس کا ٹائم خدا پیدا کرتا ہے؟ یا خدا ٹائم تخلیق کرتا ہے؟ throughout their concepts about God are really really wrong اللہ کے لیے ان سب کا مشرق و مغرب میں ایک خیال ہے کہ time is infinite اور صرف اور صرف خدا کی کتاب کہہ رہی ہے کہ no, time is finite. وہ جب چاہے اس کو ختم کر دے جب چاہے اِسے کھول دے۔ جب

چاہے اِسے سکیٹر لے۔عزیرؑ کے معاملے میں گدھے پہ سو برس بیت گئے۔کھانے پہ ایک لمحہ بھی نہیں گزرا اور حضرت عزیرؑ پہ ایک دن اور رات گزرے۔تو اُس نے عزیرؑ سے پوچھا: "قَالَ كَمْ لَبِثْتَ "اس نے کہا "قَالَ لَبِثْتُ يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ " کہ رات دن سویا ہوں گا پھر انہوں نے پوچھا "قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِئَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ" کھانے پہ ایک لمحہ نہیں گزرا'اس گدھے کو دیکھ جس کی ہڈیاں پڑی ہیں۔"وَانظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى العِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْماً"{البقرۃ:259} دیکھو خدا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔زمین و آسمان میں کوئی شخص ان باتوں کا دعویٰ نہیں کر سکتا اشارہ نہیں کر سکتا ٹریس نہیں کر سکتا جو اللہ نے اس کے سامنے کیا how big these intellectuals کتنے بڑے ہیں سائنس دان!؟ کسی بہت بڑے سائنس دان کی مثال ضرور لانا انشاء اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ ہم پڑھنے والے ہیں he will surrunderاس لیے کہ ہمارے اللہ نے حکم دیا ہے اور کسی مذہب کا حکم نہیں اور کسی سائنس دان کا بھی حکم نہیں۔اللہ کا یہ حکم ہے:"اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ "{سورۃ العلق:1} پڑھ قلم سے پڑھ۔نوٹس بھی لکھ۔آگے بھی پڑھا۔مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے ایک طرف کو پڑھا' دوسری طرف کو نہیں پڑھا۔

سوال: What is the purpose of life and death?

جواب: اللہ نے آپ کو purpose of life and deathبتا تو دیا۔سورۃ دھر کی چار آیات ہیں: " هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا "{الدھر:01} اے انسان غور کر کہ مدتوں تو زمانے میں ایسے رہا کہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔تھا کیا؟ سنگل سیل you stayed in this universe as a single cell for a long long time. پھر اللہ کو خیال آیا یہ بے کار چیز میں نے سنبھالی ہوئی ہے اس کو آگے بڑھاؤں "إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ " {الدھر:02} پھر اس نطفے کو ہم نے سنگل سیل سے ڈبل سیل میں convert کر دیا۔یہ سنگولر سیل آج بھی ہمیں خدا کی شہادت دیتا ہے۔پیرامیشیا میں موجود ہوتا ہے،امیبا میں موجود ہوتا ہے۔خدا کی اس شہادت کا کوئی انکار نہیں کر

سکتا۔اوراس کے پروان چڑھنے کے ساتھ انسانی زندگی پروان چڑھی: "إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ "{الدھر :02} ماں باپ کو دیا،اب چاہا کہ اسے آزمائیں آگے بڑھائیں "نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا "{الدھر :02} پہلے ساعت کے سسٹم دیے پھر بصارت کے سسٹم دیے۔سوال یہ ہے کہ اگر آپ قرآن پڑھو گے تو جواب ملے گا۔کسی سے پوچھو انسان کس سیل سے پیدا ہوا؟.it creared out of single cell اگر وہ کہتے ہیں تو پھر اللہ کی مانو جس نے بہت پہلے یہ بات کہی ہوئی ہے۔پھر اگر وہ کہتا ہے میں نے نطفہ مخلوط کیا :نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعاً بَصِيرا "{الدھر :02} پہلے اِس کو میں نے سننے کے آلات دیے پھر بینائی کے آلات دیے۔پھر پوچھو اللہ سے کیا انسان بن گیا؟ فرمایا نہیں،ابھی تو نہیں بنا۔ابھی وہ صلاحیت ہی نہیں دی۔پھر چوتھی آیت میں فرمایا میں نے عقل و معرفت دے کر سب کچھ دے دیا:"إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا "{الدھر :03} چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کرو۔اتنی بڑی طاقتور کائنات کا مالک سب سے بڑی طاقت کا مالک ہے اور یہ دیکھو کتنا عجیب سا آپشن دیا چاہو تو مانو چاہو میرا انکار کرو۔ that does a difference to me if somebody comes back to me. "کُنتُ کَنزاً مَخفِیًا "میں ایک چھپا ہو اخزانہ تھا۔"مَا اَحبَبتُ اَن اُعرَف" میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں۔" فَخَلَقتُ الخَلقَ یَعرِفُونِی "میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔

تمت بالخیر

Contact:

Prof.Ahmad Rafique Akhtar's official Website

www.alamaat.com

admin@alamaat.com

03375909999/03205909999/03335909999